

تذکرہ مجاہدین



مرتب

محمد صادق قصوری



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نذرِ مجاہد ملت

مُجاہدِ ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور
عرفاء، علماء، وکلاء، شعراء، کانٹھری و شعری خراج تحسین



مرتب

محمد صادق قصوری



زاوِیہ پبلشرز

6- مرکز الاویس (ستہ ہٹل) دربار مارکیٹ - لاہور

فون : 042-7248657 موبائل : 0300-9467047

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



جملہ حقوق محفوظ ہیں

۲۰۰۴ء

باراؤل _____ ۱۰۰۰

ہدیہ _____ ۱۲۰ روپے



۲

ذیراہتمام

نجابت علی تارڑ

ملنے کی پتے

- ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور ۴۲۲۱۹۵۳ - ۴۲
- دارالاعلاص۔ ۳۔۳ صدف پلازہ محلہ جکی قصبہ خانی بازار۔ پشاور ۲۵۶۷۵۳۹ - ۹۱
- مکتبہ قادریہ نزد چوک میلاد مصطفیٰ سرگرم روڈ۔ گوجرانوالہ ۲۲۷۹۹۹ - ۴۳۱
- مکتبہ غوثیہ ہول سیل (پرانی سبزی منڈی) کراچی ۴۹۱۰۵۸۴ - ۲۱
- مکتبہ عثمانیہ۔ رامستانی روڈ۔ سیالکوٹ ۴۱۰۸۳۱۲ - ۳۰۰
- احمد بک کارپوریشن۔ کھمٹی چوک۔ راولپنڈی ۵۵۵۸۳۲۰ - ۵۱
- مکتبہ المجاہد۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ۔ بھیر شریف ۹۱۱۷۷۳۳ - ۴۵۲۱
- شمع بک سٹال۔ بھوانہ بازار۔ فیصل آباد ۴۱۳۴۴۹ - ۴۱

﴿آئینہ﴾

نمبر شمار	مضامین و عنوانات	صاحب مضمون	صفحہ نمبر
۱	انتساب		8
۲	خُن اولیں	محمد صادق قصوری	10
۳	مقدمہ	علامہ عبدالعزیز عمر فی لیدو و کیٹ کراچی	13
۴	تاثرات	ندیم نیازی، رحیم یار خان	18
حصہ اول (نثر)			
۵	مرد مومن، مرد قلندر	سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانی	23
۶	مرد درویش	صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی	28
۷	نیازی، قرن اول کا مسلمان	سید محمد فاروق القادری	33
۸	اتحاد بین المسلمین کا داعی	سید وجاہت رسول قادری	35
۹	مجاہد ملت، دوسری دنیا کا انسان	سید انور قدوائی	37
۱۰	مجاہد ملت میری نظر میں	پروفیسر ڈاکٹر سید حامد علی شاہ	43
۱۱	علم و عمل کا خزینہ	سید ریاض حسین نقوی	46
۱۲	دور زوال میں اسلاف کی نشانی	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری	48
۱۳	تحریک ختم نبوت کے روح رواں	علامہ عبدالحمید مصطفیٰ ازہری	53
۱۴	چہ رخ، چہ قد، چہ جبین لا الہ الا اللہ	ڈاکٹر شیر محمد زمان	55
۱۵	اسلام و پاکستان کے سچے شیدائی	مولانا عبدالعلیم شرف قادری	56
۱۶	تاریخی سرمایہ	مولانا بشیر احمد اختر	64
۱۷	مرد حق مرد غازی	مولانا بشیر احمد ہاشمی	66
۱۸	پاکباز مجاہد ملت	میاں محمد شفیع (ممش)	70

73	چوہدری غلام رسول ازہر	۱۹	زندہ رود
75	میاں محمد افضل	۲۰	سلامت طبع بزرگ
77	حکیم محمد انور بابر	۲۱	مولانا نیازی، واقعات کا سلسلہ
85	مولانا عبدالقدیر نعمانی	۲۲	مولانا عبدالستار خان نیازی
89	حکیم آفتاب احمد قرشی	۲۳	شجاعت و جرأت کا پہاڑ
96	چوہدری حبیب احمد	۲۴	نیازی، وہ مرد درویش
105	ملک محمد اکبر ساقی	۲۵	جگر دار اور نڈر رہنما
107	میاں طفیل محمد	۲۶	ایک خط
108	قاضی حسین احمد	۲۷	اسلام کا مخلص مجاہد
110	سیّد نظر زیدی	۲۸	قابل صدا احترام بزرگ
112	ڈاکٹر اسرار احمد	۲۹	جامع الصفات شخصیت
113	پروفیسر سیف اللہ خالد	۳۰	پاکستان کے غازی، عبدالستار نیازی
135	چوہدری نذیر احمد خاں	۳۱	بھائی عبدالستار نیازی
137	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	۳۲	ایک سچا، کھرا اور مخلص انسان
138	خواجہ افتخار	۳۳	ایک عہد ساز شخصیت
141	ڈاکٹر محمد باقر	۳۴	اُجلے دل کا انسان
143	ڈاکٹر محمد اشرف الحسنی	۳۵	ایک پاک باز شخص
145	سرفراز حسین مرزا	۳۶	ظاہر و باطن میں ٹھیکہ شخصیت
146	نوابزادہ محمد علی خاں ہوتی	۳۷	اعلائے کلمۃ الحق کی زندہ تصویر
148	پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی	۳۸	اقبال کا شاہین
153	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	۳۹	میرے آئیڈیل

161	ڈاکٹر شفیق جالندھری	۴۰	د بنگ اور بے خوف شخصیت
163	پروفیسر محمد مظفر مرزا	۴۱	غیر متزلزل کمٹڈ پاکستانی
165	مولانا کوثر نیازی	۴۲	کچھ حضرت مولانا عبد الستار خان
			نیازی کے بارے میں
171	ارشاد احمد حقانی	۴۳	مولانا نیازی
173	صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ	۴۴	مولانا نیازی علامہ اقبال کے مجاور یا شاہین
176	ڈاکٹر محمد اجمل خاں نیازی	۴۵	شاہین بناتا نہیں آشیانہ
180	ڈاکٹر محمد اجمل خاں نیازی	۴۶	ڈنڈ اور طرہ
184	رفیق ڈوگر	۴۷	فوجداری نیازی
188	عطاء الحق قاسمی	۴۸	کردار کی استقامت
189	خولجہ رضی حیدر	۴۹	عبد الستار خاں نیازی
192	ڈاکٹر خولجہ عابد نظامی	۵۰	اقبال کا شاہین
193	شفقت اللہ خاں نیازی	۵۱	مجاہد ملت، حقیقتوں کا ترجمان
201	صاحبزادہ سید خورشید احمد لیاہانی	۵۲	خاموش مبلغ
	حصہ دوم (نظم)		
206	مولانا محمد اسماعیل فقیہ احسنی	۵۳	گہائے عقیدت (فارسی)
206	شورش کاظمی	۵۴	گہائے عقیدت (اردو)
207	ماسٹر غلام حیدر	۵۵	گہائے عقیدت (اردو)
209	شریحہ بیانی	۵۶	گہائے عقیدت (اردو)
210	نسیاء اسلام پوری	۵۷	گہائے عقیدت (اردو)
211	حبیب جالب	۵۸	گہائے عقیدت (اردو)

211	حبیب جالب	۵۹	گہائے عقیدت (اردو)
212	وقار انبالوی	۶۰	گہائے عقیدت (اردو)
213	مہجور رضوی	۶۱	گہائے عقیدت (اردو)
214	راشد علوی	۶۲	گہائے عقیدت (اردو)
215	ملک عبدالرحمن اعوان	۶۳	گہائے عقیدت (اردو)
216	مولانا شبیر احمد ہاشمی	۶۴	گہائے عقیدت (اردو)
217	حضرت صابر براری	۶۵	گہائے عقیدت (اردو)
218	مولانا محمد حفیظ اللہ نقشبندی	۶۶	گہائے عقیدت (اردو)
219	طارق سلطانپوری	۶۷	گہائے عقیدت (اردو)
221	طارق سلطانپوری	۶۸	گہائے عقیدت (اردو)
223	محمد صادق قصوری	۶۹	گہائے عقیدت (اردو)
224	قاضی غلام مرتضیٰ صابر	۷۰	گہائے عقیدت (اردو)
225	قمریزدانی	۷۱	گہائے عقیدت (اردو)
226	ڈاکٹر قمر تابش	۷۲	گہائے عقیدت (اردو)
229	ڈاکٹر قمر تابش	۷۳	گہائے عقیدت (اردو)
231	غلام مصطفیٰ مجددی	۷۴	گہائے عقیدت (اردو)
232	نامعلوم	۷۵	گہائے عقیدت (اردو)
234	پروفیسر محمد حسین آسی	۷۶	گہائے عقیدت (اردو)
236	عبدالغنی تاب	۷۷	گہائے عقیدت (اردو)
238	محمد اسحاق انصاری	۷۸	گہائے عقیدت (پنجابی)
240	پروفیسر محمد اشفاق چغتائی	۷۹	گہائے عقیدت (اردو)

241	پروفیسر محمد اشفاق چغتائی	۸۰	گلہائے عقیدت (اردو)
242	محمد علی ظہوری	۸۱	گلہائے عقیدت (اردو)
243	حضرت حفیظ تائب	۸۲	گلہائے عقیدت (اردو)
244	ڈاکٹر منظور الحق مخدوم	۸۳	گلہائے عقیدت (اردو)
245	ندیم نیازی	۸۴	گلہائے عقیدت (اردو)
247	اخلاق عاطف	۸۵	گلہائے عقیدت (اردو)
248	محترمہ بشریٰ رحیم	۸۶	گلہائے عقیدت (اردو)
249	محمد حنیف عالم فدائی	۸۷	گلہائے عقیدت (اردو)
250	پروفیسر سیف اللہ خالد	۸۸	گلہائے عقیدت (اردو)
251	ضیاء اسلام پوری	۸۹	گلہائے عقیدت (اردو)
252	علامہ شبیر بخاری	۹۰	گلہائے عقیدت (اردو)
253	محمد صادق قصوری	۹۱	گلہائے عقیدت (اردو)

انتساب

محقق عصر حکیم ملت محسن اہلسنت استاذی و
ملاذی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم
لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام۔ جن کی
نوازشوں کی بدولت مجھے حضرت مجاہد ملت
دامت برکاتہم عالیہ کے قدموں میں جگہ ملی۔

جب شہر نگاراں سے گزرو تو آنکھیں پوچھنے لگتی ہیں
وہ لوگ گئے کس بستی دل جن کے لئے سو دائی تھا
محمد صادق قصوری

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں ، کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
ہمسائیہ جبریل امین بندہ نما کی
ہے اس کا نشیمن ، نہ بخارا نہ بدخشاں
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان ، قیامت میں بھی میزان
جس سے جگر الالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان
فطرت کا سرودازلی ، اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا ، صفت سورہ رحمان
(حکیم الامت اقبال)

سخن اولین¹⁰

ضیغم اسلام غازی تحریک ختم نبوت بطل حریت مجتہ سیاست مجاہد ملت
حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی دامت برکاتہم عالیہ وہ فرد فرید ہیں کہ
جن کی خدمات جلیلہ کا احاطہ کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ موصوف نے ”
دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ ”تحریک پاکستان“ تحریک خلافت
پاکستان“ ”تحریک ختم نبوت“ ”تحریک بحالی جمہوریت“ تحریک نظام مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم ”جمعیت علماء پاکستان“ ورلڈ اسلامک مشن اور دیگر پلیٹ فارموں سے
جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں وہ نہ صرف وطن عزیز بلکہ عالم اسلام کی
تاریخ کا سنہری باب ہیں اور مستقبل کا مؤرخ انہیں جلی حروف سے صفحہ قرطاس
پر جگہ دے گا۔ اور آنے والی نسلیں ان کو نشان راہ بنا کر اپنی منزل کا تعین کریں
گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی
مولانا موصوف نے ہر دور میں حق گوئی و بیباکی کا مظاہرہ کر کے قرون اولی کے
مسلمانوں کی یاد تازہ کی ہے، ہر جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق بلند کیا ہے اس سلسلہ میں
انہیں زندان کی تکلیفوں، قاتلانہ حملوں کی اذیتوں اور داورسن کی آزمائشوں سے بھی گزرنا پڑا
ہے مگر کبھی بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش و لرزش نہیں آئی وہ اقبال کے مرد مومن،
اس دور کے حسرت موہانی، ولی کامل اور سچے عاشق رسول ﷺ ہیں ان کا چہرہ اقدس کو دیکھ
کر خدا یاد آ جاتا ہے۔ ان کی باتوں میں گلوں کی سی خوشبو ہے۔ اُن کی گفتار، ان کے کردار،
ان کی تقریر اور اُن کی تحریر میں ایک درویش خدا مست کی تصویر نظر آتی ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں کر دار میں اللہ کی برہان

راقم الحروف کی یہ خوش بختی ہے کہ اس ”مجاہد فی سبیل اللہ، کی خدمات عالیہ کو منظر عام پر لانے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اب تک ”مجاہد ملت اور قائد اعظم“، مجاہد ملت (۲ جلدیں)، ”مکاتیب مجاہد ملت“، نگارشات مجاہد ملت اور ”خطبات مجاہد ملت“ کے نام سے کتابیں منصہ شہود پر جلوہ گر ہو کر داد حاصل کر چکی ہیں۔ جب کہ ”مقالات مجاہد ملت“ ارشادات مجاہد ملت“ (انٹرویوز) تعلیمات مجاہد ملت (اقوال زریں) اور مجاہد ملت کے حضور جیسی کتابیں زیر قلم ہیں۔

ایں سعادت بروز بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

پیش خدمت کتاب ”نذر مجاہد ملت“ راقم الحروف کی برسوں کی محنت، کاوش اور سعی کا نتیجہ ہے۔ اس میں علماء، عرفاء، ادباء، شعراء، دانشوروں۔ پروفیسروں اور قانون دانوں کے علاوہ دیگر اہل قلم حضرات کی نگارشات بھی شامل ہیں۔ ان تمام حضرات نے اپنی دید و شنید اور مشاہدات و تاثرات کی روشنی میں حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کے حضور نثری و شعری گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں۔ جن کی خوشبو سے دل و دماغ معطر ہوتے ہیں۔ قلب و جگر کو ایمانی جلاوت ملتی ہے، روح کو تازگی اور نظر کو جلا ملتی ہے۔ رگوں میں خون کی گردش تیز ہوتی ہے ہر قاری میں عقابی روح بیدار ہوتی ہے اور پھر اسے اپنی منزل آسمانوں میں نظر آنے لگتی ہے۔ چونکہ حضرت اقدس کی حیات مبارکہ علم و عمل، جدوجہد، ایمان و ایقان، تقویٰ و طہارت اور عشق و مستی کا مرقع ہے لہذا قاری پر وجدان کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو ان کے حضور حاضر پا کر اکتساب فیض کرتا نظر آتا ہے۔ بقول حکیم الامت

جلا سکتی ہے شمع، کشتہ کو موج نفس ان کی

الہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

بڑی ناشکری ہوگی اگر میں ان حضرات کا شکریہ ادا نہ کروں جن کے تعاون کی بدولت یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اللہ کریم ان سب کو خوش و خرم رکھے کہ انہوں نے اپنی نظم و

نثر سے نوازا ہے۔ احقر کی اس کوشش کو سراہا اور جلد طباعت پر زور دیا، جناب ندیم نیازی رحیم یار خان۔ اور جناب علامہ عبدالعزیز عرفی ایڈووکیٹ کراچی نے ”تاثرات“ اور ”مقدمہ“ لکھ کر اس کتاب کو اہمیت بخشی۔ میرے اکلوتے بیٹے محمد خالد فاروق قصوری نے حضرت مجاہد ملت سے اپنی والہانہ عقیدت و محبت کا پورا پورا ثبوت دیتے ہوئے میرا خوب ہاتھ بٹایا۔ اللہ کریم ان سب کو جزائے خیر سے نوازے اور دین و دنیا میں سرفراز فرمائے۔
امین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد صادق قصوری

۱۱ ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ

بانی صدر مجاہد ملت فاؤنڈیشن

۶ فروری ۲۰۰۱ء

برج کلاں ضلع قصور (پاکستان)

منگلوار

افسوس ہے کہ یہ کتاب حضرت مجاہد ملت قدس سرہ کی حیات مبارکہ میں نہ چھپ سکی۔ اور حضرت والا مرتبت ۲ مئی ۲۰۰۱ء کو رحلت فرما گئے۔

کہتے ہیں ذوق آج جہاں سے گزر گیا

کیا خوب آدمی تھا حق مغفرت کر لے

ولادت حضرت مجاہد ملت قدس سرہ رحلت

۲۰۰۱ء

۱۹۱۵ء

(قصوری)

مقدمہ

(علامہ عبدالعزیز عرفی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیر کتاب ”نذر مجاہد ملت“ محمد صادق قصوری صاحب کی سعی جلیلہ کی آئینہ دار ہے۔ جس کو انہوں نے مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کی زندگی، تحریک پاکستان اور استحکام پاکستان کے لئے ان کی خدمات سے متعلق روایات، حالات اور واقعات سے مرتب کیا ہے۔

تحریک پاکستان کے دوران نیازی صاحب آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پلیٹ فارم سے ابھرے اور وقت کے ساتھ ساتھ قیام پاکستان کی غایت کو عملی ہیئت دینے کے ضمن میں ان کی پر خلوص کاوشیں نمایاں ہوتی چلی گئیں۔ حسن اتفاق کہ تحریک پاکستان کے دوران راقم السطور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا طالب علم تھا۔ اور ”علی گڑھ سٹی مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن“ کا جنرل سیکرٹری بھی رہا۔ اس طرح تحریک کے دوران نیازی صاحب کا شریک سفر بھی ہوا۔ مزید برآں جب نیازی صاحب وفاقی وزیر برائے مذہبی امور ہوئے تو ان کے ساتھ ”استحکام پاکستان“ کے لئے کام کرنے کا موقع بھی ملا۔ حکومت پاکستان کی قائم کردہ ”اتحاد بین المسلمین کمیٹی“ کا رکن ہوتے ہوئے ان کے تخیلات، تفکرات اور جذبات کو قریب سے دیکھا، اور سنا اور سمجھا۔

بہر کیف! موضوع کتاب کے اعتبار سے ضروری ہے کہ تحریک پاکستان پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تاکہ اس کے صفحات پر بکھری ہوئی حقیقتوں سے قاری کو آگہی حاصل رہے۔

جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی تحریک حریت مغلیہ سلطنت کے اختتام پر اور گزشتہ صدی کے اواخر میں سرسید احمد خان کی فکر پر استوار ہوئی تھی۔ انہوں نے عہد طفولیت میں

دہلی میں سلسلہ نقشبندیہ کی خانقاہ میں تربیت پائی تھی۔ ان کے والد اسی خانقاہ کے مسند نشین حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ والدہ محترمہ کی طرف سے شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے مسلک سے فیض یاب ہوئے تھے گو بعد میں وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم بھی رہے۔ اور تخیلات نے رنگ بھی بدلہ لیکن ان کی فکر پر فکر مصطفیٰ ﷺ ہی غالب رہی۔ اسی سے وہ توانائی پاتے رہے اور اسی کی رہبری و رہنمائی میں آگے بڑھتے رہے۔ اسی لئے انہوں نے ایک طرف ملت مسلمہ کے حقوق کا تحفظ چاہا تو دوسری طرف برادران وطن کے احترام و اکرام اور ان کے حقوق سے بھی گریزاں نہ ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب کہ پاکستان کا تصور تو کجا مملکت اسلامیہ کے خدو خال بھی کسی ذہن میں نہ تھے۔ تعلیم یافتہ ہندو عصبیت زدہ تھا اور استعمار پسند فرنگی حکمران اپنے دور حکمرانی کو طول دینے کے لئے انہیں مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رہے تھے۔ آل انڈیا نیشنل کانگریس کے ابتدائی برسوں کی تاریخ انہی حقائق کی آئینہ دار ہے۔

جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے انہی نامساعد حالات میں رہتے ہوئے اپنی تحریک حریت کو پروان چڑھایا۔ ہندو منافقانہ سیاست پر عمل پیرا رہا۔ فرنگی حکمران اپنے ایجنٹوں کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف وہ تمام حربے استعمال کرتے رہے جو ان کے اختیار و امکان میں تھے۔ ان باتوں کا اعادہ یہاں مقصود نہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ دشمنان اسلام کی سرگرمیاں جوں جوں بڑھتی گئیں۔ ملت مسلم متحد و متفق ہوتی چلی گئی۔ انہی حالات اور واقعات میں ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس منعقد ہوا۔ تحریک حریت نے تحریک پاکستان کی شناخت پائی۔

تحریک پاکستان سے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی منزل مقصود کی نشاندہی ضرور ہو گئی لیکن اس کے ساتھ ہی دشمنان اسلام کی یلغاروں کا وہ سلسلہ شروع ہوا کہ کسی بھی مقام پر کوئی مسلمان محفوظ نہ رہا۔ استعمار پسند انگریز حکمران ہم کو ہندوؤں کی غلامی کا طوق پہنا کر

ہمیشہ کے لئے مفلوج کر دینا چاہتے تھے۔ ہمارے قائدین میدان سیاست میں تنہا رہ گئے تھے۔ ان حالات و واقعات میں جنوبی ایشیا کے مسلم طلباء جن کو سیاست سے علیحدہ رکھا گیا۔ مسلمانوں کی مجبوری، بے بسی اور مظلومیت کو دیکھ کر تڑپ اٹھے اور یک جان و بہ یک قالب ہو کر اپنے قائدین کی حمایت میں صف آراء ہو گئے اس طرح آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن وجود میں آئی۔ صوبہ پنجاب سے مسلم طلباء کی قیادت عبدالستار خان نیازی کر رہے تھے۔ ”آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کے قیام کے بعد جنوبی ایشیا کا قریہ قریہ لے کے رہیں گے پاکستان۔ اور پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا تھا۔ جالندھر میں منعقد ہونے والی ”آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کی صدارت قائد اعظم محمد علی جناح نے کی تھی اور اس کے اہتمام و انتظام میں عبدالستار خان نیازی اپنے لشکر کے ساتھ نمایاں ہی رہے تھے۔ فیڈریشن کی جانب سے صوبائی اور ضلعی سطحوں پر اجلاس منعقد کئے گئے۔ چند برسوں پر محیط جنوبی ایشیا کے مسلم طلباء کی اسی جدوجہد نے تحریک پاکستان کو اس طور پر ہمکنار کیا کہ دشمنان اسلام کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ آج اس امر کی ضرورت ہے کہ تاریخ کو باقاعدہ مرتب کیا جائے۔

قیام پاکستان کے بعد مولانا عبدالستار خان نیازی ایک ایسے قائد کی صورت میں نظر آئے کہ جس نے اپنی زندگی اسلام اور استحکام پاکستان کے لئے وقف کر دی۔ اس ضمن میں اس کتاب کے صفحات ہر قاری کے لئے ان حقائق سے روشناس کرانے کا سبب ہو سکتے ہیں جو ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے آگہی کا خواہاں ہو۔

اختصار کے پیش نظر اور موضوع کتاب کے ربط کو برقرار رکھتے ہوئے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی کی ان کاوشوں کا اجمالی تذکرہ بھی ضروری ہے۔ جو انہوں نے بحیثیت ”وفاقی وزیر برائے مذہبی امور“ ملت کے اتحاد و اتفاق کے لئے کیں۔

نواز شریف صاحب پہلی بار وزیر اعظم پاکستان منتخب ہوئے تو انہوں

نے اپنی کابینہ میں مولانا محترم کو بھی وفاقی وزارت کا منصب عطا فرمایا۔ حکومت پاکستان کی طرف سے قائم کردہ تین کمیٹیوں میں سے ”اتحاد بین المسلمین کمیٹی“ کا رکن راقم السطور بھی تھا اس کے باقاعدہ اجلاس وزارت مذہبی امور میں منعقد ہوتے رہے۔ ہر اجلاس کی صدارت نیازی صاحب ہی کیا کرتے تھے۔

”اتحاد بین المسلمین“ اس بندہ ناچیز کا موضوع ابتداء ہی سے رہا ہے۔ جنرل ضیاء الحق کے دوران حکومت بھی بہت کاوشیں ہوں۔ ۳۰-۳۱ جنوری ۱۹۸۵ء کو ”نفاذ اسلام کنونشن“ میں پیش کردہ تجویز کو سب نے متفقہ طور پر منظور کیا۔ علامہ سید محمد رضی مجتہد نے بحیثیت چیئرمین کمیٹی اس تجویز کو پیش کرتے ہوئے کہا تھا:

ایک تجویز مولانا عبدالعزیز عرفی نے پیش کی تھی اس کو میں آپ کے سامنے پڑھتا ہوں۔

یہ تمام کارروائی وزارت مذہبی امور شائع کر چکی ہے۔ لہذا وہ اس کے ریکارڈ کا تو حصہ ہے لیکن ان پر عمل کیوں نہیں ہوا؟ اس سوال کا جواب کون دے۔

اس پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے پہلے ہی اجلاس میں مولانا عبدالستار خان نیازی سے درخواست کی کہ وہ وزیراعظم محمد نواز شریف صاحب کو اس کمیٹی سے خطاب کرنے کی دعوت دیں تاکہ ہم کو ان کے تخیلات کا پتہ چلے۔ مولانا محترم نے فرمایا کہ انہوں نے یہ دعوت دی تھی مگر وہ اپنی مصروفیات کے پیش نظر نہیں آ سکے۔

وزیراعظم محمد نواز شریف صاحب ”نفاذ اسلام“ اور ”اتحاد بین المسلمین“ کی کاوشوں کو کیا اہمیت دیتے تھے۔ اس ضمن میں کچھ بھی کہنا بے سود ہے۔ ہاں اپنی وزارت عظمیٰ کے پہلے دور کے اختتام تک نیازی صاحب کی دعوت کو مرہون منت نہ کر سکے۔ تاہم مولانا عبدالستار خان نیازی کا اس ضمن میں جہاد جاری رہا۔ مذکورہ کمیٹی کی آخری نشست جو وزارت کے ختم ہونے سے چند ہی روز قبل ختم ہوئی تھی ان کے ایما پر دو روز جاری رہی۔ ان

کی کاوشیں کامیاب ہوئی اور تمام مسالک کے اکابرین نے متفقہ طور پر پورٹ منظور کر لی۔ مولانا محترم نے وہ وزیراعظم محمد نواز شریف کو پیش بھی کر دی۔ اس کا نفاذ تو دور کی بات ہے۔ موصوف اپنی وزارت عظمیٰ کے دوسرے دور میں اس کا تذکرہ تک کرنے سے گریزاں رہے۔ حالانکہ اس ضمن میں اخبارات کی اطلاعات کے مطابق مولانا عبدالستار خان نیازی ان کو بار بار یاد دہانی کراتے رہے۔

دراصل مولانا عبدالستار خان نیازی کی کاوشیں اس فکری دھارے کا حصہ ہیں جو حبیب ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات سے جاری ہوا تھا۔ وقتی نا کامیاں مفاد پرست اور جہم صاحبان اقتدار کی وجہ سے آتی رہتی ہیں۔ تاہم وہ دھارا جاری ہے، جاری رہے گا۔ غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی فکری دھارے کو فکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعبیر کرتے آئے ہیں۔ فکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ ہی میں پاکستان کی بقا ہے اور فکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی، اے قومی اور ملی شخصیتیں نقیب ہے۔ قابلِ مبارک باد ہے ”مجاہد ملت فاؤنڈیشن“ امید ہے کہ فکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی ان کی کاوشوں میں وسعت و آفاقیت کے نشان ابھرتے رہیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْاَنْبِیَا وَالْمُرْسَلِیْنَ (عبدالعزیز عرفی)

۱۲ شوال ۱۴۲۱ھ

۲۸ مئی ۲۰۰۱ء

تاثرات

(محمد عبداللہ خان ندیم نیازی..... رحیم یار خان)

محمد صادق قصوری صاحب نے علم ادب کے مرکزی گلستان سے
پرے بڑج کلاں (قصور) میں علم و فن کا چمن زار بنا رکھا ہے۔ وہ نہ صرف اس
کی آبیاری میں دن رات مصروف ہیں بلکہ دین کی خدمت کے لئے ہمہ تن
کوشاں و سرشار ہیں ان کی گوشہ نشینی اس امر کی غماز ہے کہ وہ صلہ و ستائش کی تمنا
سے عاری اور لا تعلق ہیں۔ انہوں نے کئی کتابیں تصنیف اور تالیف کی ہیں۔

”نذر مجاہد ملت“ ان کی عمدہ، پر مغز، وقیع تالیف اور تازہ شاہکار ہے۔ تخلیقی عمل
قابل تحسین ہوتا ہے اگر وہ جملہ فنی محاسن و مناقب کا حامل ہو مگر تالیف و تدوین بھی اعلیٰ ظرفی،
وسعت النظری اور وسیع القلمی سے متصف مثبت عمل ہے۔ اگر تحقیق و تدفین کا جو ہر شامل ہو
تو سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے۔ بے شک یہ کاوش اور جہد پیہم سے پرشور اور بار آور ہوتا
ہے۔ تصنیف میں ذات کا تشخص انفرادی حیثیت کا ثبوت مہیا کرتا ہے مگر تالیف کی مجموعی
کیفیت کے دو نمایاں پہلو ہویدا اور مترشح ہوتے ہیں۔ اس کا ایک درخشاں پہلو وہ ہوتا ہے
کہ قد آور شخصیت کے بارے تالیف وجود میں آتی ہے۔ اور دوسرا پہلو روشن اور تابناک
ان لکھاریوں کی نثری و شعری اصناف متعلقہ شخصیت کے بارے یکجا کرنے کے منظر عام پر کتابی
صورت میں لانا، جن سے قلم کاروں کے گرانمایہ خیالات کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔ مرتب کا
یہ اسن اقدام لائق ستائش و توصیف ہے کیونکہ اپنی تخلیقات کی تشہیر تو ذات کی عظمت و توقیر کا
موجب ہوتی ہے مگر ہر لحاظ سے دوسروں کی پذیرائی اور ترویج و ارتقاء کے لئے کدو کاوش کرنا
حوصلہ مندی کی دلیل ہے۔

”نذر مجاہد ملت“ گرامی قدر مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے بارے میں ادباء و
شعراء کی منشورات و منظومات پر مشتمل مجموعہ ہے۔ کیسی قابل قدر شہرہ آفاق شخصیت کی

گرا نقدر لائق ذکر کارگزاریوں اور اعلیٰ کارناموں کے اعتراف و تحسین کے لئے شعر و نثر پر مشتمل کتاب ان کی زندگی میں کم دیکھنے کو ملی ہے۔ اس کے برعکس نامور شخصیات کی زندگی کے بعد ان کی خوبیوں اور اوصاف حمیدہ کے گن گائے جاتے ہیں کتابیں لکھی جاتی ہیں، جرائد کے خصوصی نمبر منظر عام پر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

محمد صادق قصوری صاحب کی اعلیٰ فکری اور بیدار سوچ داد کی مستحق ہے کہ انہوں نے بروقت عقیدت کا حق ادا کیا ہے۔

حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی، پٹھان قوم کے نیازی قبیلہ کے پنجم و چہارم ہیں۔ عیسیٰ خیل میں پیدا ہوئے جو ایک روم خیز خطہ ہے اسلامیہ کالج لاہور سے ایم اے میں کامیابی حاصل کی۔ آپ بچپن ہی سے صوم و صلوٰۃ کے پابند اور غیر شرعی عوامل سے نہایت محتاط طریق پر مستقل مزاجی سے کنارہ کش رہے۔ ان احسن سوچ اور بیدار مغزی کے خلیل منہ و فکر پر وہ ان چڑھتی گئی۔ آپ نے حصول تعلیم کے ران یہ تہیہ کر لیا تھا کہ انگریزوں کو اپنی سر زمین سے بھگانا اور غیر مسلموں (ہندوؤں وغیرہ) کے چنٹل سے مسلمانوں کو پیچھا مارنے والے کے لئے علیحدہ ملک پاکستان بنانا ہے۔

اس روشن خیالی و مصنفانہ یہ کے باوصف ارتقا کے فکری اساس پر آپ نے "اس انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن" کی باگ ڈور سنبھالی اور صوبائی صدر کے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہوئے۔ اسی مناظر و مقصد کی تکمیل کے لئے حضرت قائد اعظم سے آپ کا سلسلہ مکتوبات اور ملاقاتیں بھی وقوع پذیر ہوئیں۔

آپ ۱۹۴۶ء کے صوبائی الیکشن میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر میانوالی سے صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ میرے والد برائی اور میں نے بھی تحریک پاکستان میں آپ کے ساتھ جان جوڑیوں میں ڈالے شب و روز اپنی فیملی کی پرواہ کے بغیر یونیورسٹی پارٹی کے خلاف علم جہاد بلند رکھا۔ انگریز حکومت اور ہندو سامراج کے استبداد سے نجات حاصل کرنے کے

لئے رسولِ نافرمانی کی تحریک میں شریک رہے۔

مولانا عبدالستار خان نیازی نڈر بے باک، دلیر، منصف مزاج اور اصول پسند ہیں۔ عمر بھر اپوزیشن میں رہے۔ ہر حکومت نے آپ کو وزارت کا قلمدان پیش کیا مگر آپ نے ان کے ملک و قوم سے غیر پسندیدہ رویوں، باقاعدگیوں، بے اصولیوں۔ کنبہ پروریوں اور قابل نفیس سیاسی چالوں کی بنا پر ہر پیشکش کو اپنے ضمیر کے منافی سمجھ کر ٹھکرا دیا۔ ختم نبوت کے ضمن میں آپ نے مرزائیوں اور ان کے حواریوں کے خلاف دن رات مسلسل اپنی ذہنی صلاحیتوں سے تلوار اور بندوق کے بغیر جہاد کیا۔ جیل کی صعوبتوں سے لے کر تختہ دار تک کی اذیتوں اور خوف کو بالائے طاق رکھ کر اس کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ثابت قدمی سے اپنے مشن پر کار فرما رہے حتیٰ کہ منزل کو پایا۔ گویا عشق رسالت ﷺ کی عظیم نعمت سے ثروت مند ہیں۔

مولانا نیازی صاحب کو اس امر کا دلی قلق اور حزن و ملال ہے کہ جس مقصد کی بنیاد پر اکھوں جانوں کی قربانی دے کر ہزاروں مسلمان خواتین کی عصمت دری اور ملک کی تقسیم و بٹوارے میں انگریزوں اور ہندوؤں کی ملی بھگت سے گورداسپور، فیروزپور، جونا گڑھ وغیرہ سے محروم کئے گئے، مشرقی پاکستان کی بے تکی بندر بانٹ کا بہت بڑا فراڈ جس کے باعث سقوط ڈھاکہ کا سانحہ ظہور پذیر ہوا۔ اس طرح کہ کرب و ابتلا کو سہا تو اس خاطر کہ پاکستان میں قرآن و سنت کے احکام کا نفاذ ہوگا۔ انسانوں کے بنائے گئے قوانین اور دستور پر احکام الہی اور فرامین اقدس حضور رسالت مآب ختمی مرتبت ﷺ کی (شریعت) کو افضلیت کا درجہ دیا جائے گا۔ غیر اسلامی رسومات، ہندوؤں اور انگریزوں کی تہذیب و ثقافت کی دھجیاں اڑادی جائیں گی۔ مگر یہ سارا مسئلہ نعرہ بازی کی نذر ہو گیا۔ اہل اقتدار نے اختیارات سنبھالتے ہی تمام وعدوں اور مقاصد کو فراموش کر دیا تو حزب اختلاف میں رہ کر ”تحریک خلافت پاکستان“ اور پھر جمعیت علماء پاکستان“ کے پلیٹ فارم سے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ

اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ قید و بند، قاتلانہ حملے اور دیگر اوجھے ہتھکنڈے آپ کے عزم و حوصلہ کو تسخیر نہ کر سکے۔ آپ نے ہمیشہ اپنی ایمانی غیرت و حمیت کو زندگی کا مقصد اور متاع گردانا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ہر قسم کی حرص و ہوس سے مبرا ہیں۔ پاکستان میں آپ جیسا باعقل عالم اور با اصول سیاستدان بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔

محمد صادق قسوری صاحب نے ”نذر مجاہد ملت“ کی ترتیب و اشاعت کا ذمہ سنبھال کر اپنی فطانت، ذہانت، وقت شناسی، بیاری کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطا کردہ عظمت و توقیر کا اعتراف دل کی گہرائیوں سے کیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب اہل اقتدار و اختیار کے لئے ”مشعل راہ، اہل بست و درو کے لئے بصیرت افروز، سیاستدانوں کے لئے چراغ ہدایت اور اہل قلم و قارئین کے لئے اعلیٰ علمی، ادبی اور فنی اعتبار سے سراں قدر اضافہ کا باعث ہوگی

ندیم بیازی

۷ مئی ۱۹۹۷ء

حصہ اول

منتوبات

111976

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مرد مومن مرد قلندر

سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانی..... راو پینڈی

(الحاج سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی ۱۹۰۷ء..... ۱۹۸۹ء تحریک پاکستان کے نامور کارکن، مسلم لیگ کے دیوانے اور قائد اعظم کے جانثار سپاہی تھے۔ موصوف کو مجاہد ملت دامت برکاتہم عالیہ سے بھی بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔ ۱۹۸۷ء میں میری درخواست پر انہوں نے حضرت مجاہد ملت کے بارے میں جن تاثرات کا اظہار کیا وہ پیش خدمت ہیں۔ پڑھئے اور ایمان تازہ کیجئے۔ (قصورى)

میں نے اپنی نصف صدی کی سیاسی زندگی میں جس کا آغاز ۱۹۲۳ء میں تحریک خلافت میں شمولیت سے ہوا ہے۔ تقریباً ایک درجن تحریکوں میں سرگرم حصہ لیا اور غیر معمولی قربانیاں دی۔ مجھے فخر و ناز ہے کہ میں نے اپنی سیاسی زندگی میں سات سال قید اور دو سال نظر بندی کے مصائب و آلام جھیلے۔ مگر خدا کے فضل و کرم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت کاملہ کے صدقے میرے پائے استقلال میں کبھی رائی بھر فرق نہیں آیا۔

جہاں تک بطل جلیل مولانا عبدالستار خان نیازی ایم اے کا تعلق ہے۔ ۱۹۳۶ء سے حصول پاکستان کی تحریک میں ہم نے حقیقی بھائیوں کی طرح دوش بدوش کام کیا ہے اور حضرت قائد اعظم کی گڈ بک میں رہے۔ مولانا نیازی وہ پہلے مرد قلندر اور مرد مومن ہیں جنہوں نے اپنی سیاسی و مذہبی زندگی میں ہمیشہ اعلائے کلمۃ الحق کو اپنی زندگی کا مقصد تصور کیا۔ خدمت خلق اور تبلیغ دین اسلام آپ کی زندگی کا واحد نصب العین ہے۔

تحریک ختم نبوت میں جب آپ کو سزائے موت سنائی گئی تو انہوں نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایک مرد مومن اور مرد قلندر کا کردار ادا کیا۔ اور آپ کے پائے استقلال میں ذرا فرق نہ آیا۔ آپ نے اس تحریک کے علاوہ قید و بند کی کئی بار صعوبتیں

برداشت کیں اور ہر آزمائش میں کندن بن کر نکلے۔ مولانا نیازی ”پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کے ہیرو اور مسلم لیگ کے مرد مجاہد تھے۔ آپ نے کبھی سودے بازی یا اپنے پاکیزہ اصولوں کو قربان نہیں کیا۔ عمل و کردار کے اعتبار سے بھی مولانا ایک مثالی شخصیت ہیں آپ اہلسنت و جماعت صحیح العقیدہ مسلمان ہیں۔ اور حریت و آزادی کی ہر تحریک میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ آپ نت نیا رنگ بدلنے اور سیاسی ہیرا پھیری پر یقین نہیں رکھتے، یہی وجہ تھی کہ حضرت قائد اعظم تازیت مولانا نیازی کو بڑے ادب و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ اور مولانا کو بھی قائد اعظم اور مسلم لیگ سے غیر فانی عقیدت و محبت تھی۔ مولانا ایک عظیم محب وطن پاکستانی ہیں۔ وہ علاقائی، صوبائی، یا لسانی عصبیتوں پر یقین نہیں رکھتے اور چار قوموں کی فتنہ انگیزی کو ملک و قوم کے مفاد کے منافی تصور کرتے ہیں۔ مولانا نئی سیاسی پارٹیاں بدلنے پر یقین نہیں رکھتے بلکہ ابن الوقت، مفاد پرست، خوشامدیوں اور سیاسی مسافروں کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ میری طرح مولانا بھی مسلم لیگ سے غیر فانی محبت و عقیدت رکھتے ہیں اور دھڑے بندی سے انتہائی نفرت کرتے ہیں۔ آپ اسلام کی سنہری روایات پر یقین رکھتے ہیں اور پاکستان کے بنیادی نظریات کے تحفظ کے آج بھی علمبردار ہیں۔

مولانا ان مسلم لیگی لیڈروں سے متنفر ہیں جنہوں نے پاکستان کی خالق جماعت اور حضرت قائد اعظم کی امانت مسلم لیگ میں خیانت کی ہے۔ جداگانہ انتخابات پاکستان کی بنیاد ہے اور مخلوط انتخابات کانگریسی نظریہ ہے۔ جو لوگ آج بھی مخلوط انتخابات پر یقین رکھتے ہیں وہ پاکستان کے بنیادی نظریات کے منکر ہیں۔ اس لئے مسلم لیگی لیڈروں کی جنگ زرگری سے متنفر ہو کر مولانا اہلسنت و جماعت کے خوابیدہ سواد اعظم کو ایک متحدہ پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے جمعیت علماء پاکستان کے جنرل سیکرٹری کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں اور قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت پر مکمل اعتماد و بھروسہ رکھتے ہیں۔ ان کا خیال

ہے کہ موجودہ قومی اتحاد کے مقابلے میں اسلامی اتحاد کی تشکیل کر کے ان تمام عناصر کو شمولیت کی دعوت دی جائے جنہوں نے حصول پاکستان کی تحریک میں خلوص قلب سے سرگرم حصہ لیا تھا اور ان تمام عناصر کو نظر انداز کر دیا جائے جو قومی اتحاد کی سیڑھی استعمال کر کے ملک و قوم کو دھوکہ دے کر چور دروازے سے اقتدار کی گدیاں حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں۔ وہ اس روشن حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ اگر قومی اتحاد ٹوٹ گیا یا اس کے مقابلے میں ایک مضبوط و مستحکم اسلامی اتحاد قائم ہو گیا تو اسلام اور پاکستان کے بنیادی نظریات پر یقین کامل رکھنے والے تمام عناصر خواہ وہ کسی بھی سیاسی پارٹی سے متعلق ہوں جو درجہ اولیٰ اسلامی اتحاد کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں گے۔ اور آئندہ عام انتخابات میں سب سے میجر پارٹی ہوں گے اور جن لوگوں نے محض ٹکٹوں کی تجارت سے لاکھوں روپیہ کمالینا ہے کوئی ہارے یا جیتے ان کی بلا سے۔ مولانا نیازی اس قسم کی گندم نما جو فروشی پر یقین نہیں رکھتے وہ سیدھے سادھے مسلمان اور مرد مجاہد ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ جو سیاسی پارٹیاں قومی اتحاد سے سریش بن کر کرچمٹی ہوئی ہیں وہ قومی اتحاد کے ٹوٹنے کی صورت میں اگر اپنی جماعتی حیثیت سے آنے والے عام انتخابات میں حصہ لیں تو چند سیٹوں پر بھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ ان کی سیاسی زندگی کی بقا کا انحصار صرف قومی اتحاد سے وابستہ ہے۔ چونکہ انفرادی طور پر الیکشن لڑنے کا زمانہ بیت چکا ہے لہذا کالے دھن والے عناصر کو کسی نہ کسی سیاسی جماعت سے ٹکٹ ضرور خریدنا ہوگا۔ نتیجہ خواہ کچھ نکلے، ٹکٹ فروخت کرنے والوں کی بلا سے، ان کی توہم لفاظی سے چاندی ہے۔

کوئی مانے یا نہ مانے مگر انتشار اور دھڑے بندی کے باوجود مسلم لیگ سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے اور دوسرے نمبر پر جمیعت علماء پاکستان جس کے فیاد کا شرف مولانا نورانی کو حاصل ہے۔ اگر یہ دونوں بڑی جماعتیں ”اسلامی اتحاد“ کے نام پر اکٹھے ہو گئیں تو میدان مار جائیں گی۔ اس لئے کہ تمام اسلام پسند و پاکستان کی بنیادی نظریات کے

حامل عناصر ”اسلامی اتحاد میں شمولیت پر مجبور ہوں گے کیونکہ ”اسلامی اتحاد“ کا پلہ بھاری ہو گا۔ انہی وجوہات کی بنا پر مولانا عبدالستار خان نیازی پاکستان کے طول و عرض میں سرگرم عمل ہیں اور خفتہ بخت سواد اعظم کو بیدار کرنے میں سو فیصدی کامیاب ہو چکے ہیں۔ جہاں تک مسلم کانفرنس کا تعلق ہے وہ آزاد کشمیر کی نمائندہ جماعت اور پاکستان سے الحاق کی داعی ہے۔ اسلام اور پاکستان کے بنیادی نظریات کی علمبردار ہے۔ لہذا اس کو بھی ”اسلامی اتحاد“ میں اپنے ہم خیال عناصر کے ساتھ شامل ہونا پڑے گا۔ باقی قومی اتحاد کے جن عناصر نے فی الحقیقت اسلام و پاکستان کے بنیادی نظریات کو صدق دل سے اپنالیا ہے ان کے لئے بھی یہ آزمائش درپیش ہے اگر وہ اپنے نظریات کو بدل چکے ہیں تو پھر ان کو بھی قومی اتحاد کا فراڈ ختم کر کے ”اسلامی اتحاد“ میں آنا پڑے گا۔ یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر عمل کرنے کے لئے پیر صاحب پگاڑا شریف پر تول رہے ہیں۔ ہمیں یقین کامل ہے اور مولانا عبدالستار خان نیازی ایسا بطل جلیل اس روشن حقیقت پر یقین رکھتا ہے کہ مختلف سیاسی نظریات کا ڈھونگ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ جو لوگ آج بھی بھارت کا کانگریسی نظریہ مخلوط انتخابات اپنائے ہوئے ہیں وہ مسلمان قوم کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ یہ میرا ایمان ہے۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بھارت میں یلائیں دوہنی تو ہیں اک ساور کراک گاندھی ہے
اک کفر کا چلتا جھکڑ ہے اک شرک کی اٹھتی آندھی ہے
ہے منہ میں نام آزادی کا اور دل میں شوق غلامی کا
اکھڑی تھی ہوا انگریزوں کی ان دونوں نے مل کر باندھی ہے
دنیا میں ٹھکانے دو ہی لو ہیں آزاد منش انسان کے
یا محنت جگہ آزادی کی یا تحت مقام آزادی کا
یہی وہ قابل قدر نظریہ آزادی ہے جس پر مولانا عبدالستار خان نیازی یقین رکھتے

ہیں۔ اور یہی نظریہ، میری نصف صدی کی سیاسی زندگی کا نچوڑ ہے۔ خدا کرے کہ مرتے دم تک یہی تصور قائم رہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ مولانا عبدالستار خان نیازی ایسے مرد قلندر اور اہل جلیل نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ اگر ہم نے بچے کچھے پاکستان کو قائم و دائم رکھنا ہے تو پھر ہم کو آنے والے انتخابات میں ایک بار پھر دو قوموں کی تھیوری کی جنگ لڑنا ہوگی۔ ایک بار پھر ہمیں جداگانہ نظریہ پاکستان کو اجاگر کر کے مخلوط انتخابات کے کانگریسی و بھارتی نظریہ کو شکست فاش دینی ہے کیونکہ سوائے اس کے پاکستان کے موجودہ ڈھانچہ بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ اگر دشمنان پاکستان مخلوط انتخابات کا نظریہ نہ اپناتے تو اندرا گاندھی کو یہ کہنے کی کبھی جرأت نہ ہوتی کہ پاکستان کا نظریہ جداگانہ انتخابات میں نے بوڑھی گنگا میں ڈبو دیا ہے۔ اگر یہ طرز عمل اختیار نہ کیا جاتا تو مجیب الرحمن بنگلہ بندھو نہ بنتا۔ اور پاکستان دو لخت نہ ہوتا۔ محض ہوس اقتدار کی آگ بجھانے کے لئے ایک کمزور ترین کرسی پر مشرقی پاکستان قربان کرنے کے لئے ”ادھر ہم ادھر تم“ کا نعرہ بلند کر کے اپنی موت کا سامان کر لیا گیا۔ دنیا نے پچشم خود دیکھ لیا کہ مجیب و بھٹو دونوں کو پاکستان توڑنے کی عبرت ناک سزا مل چکی ہے۔ اس کی نظیہ تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ چونکہ میں نے اور مولانا عبدالستار خان نیازی نے تعمیر پاکستان میں ان گنت قربانیاں دی ہیں لہذا آج ریڈیو اور ٹی وی پر جو لوگ پاکستان بنانے کا سہا اپنے سر باندھتے نہیں شرماتے، ان کے اس طرز عمل سے ہمیں دکھ دیتا ہے کیونکہ حصول پاکستان کی تحریک میں وہ ہمارے شریک سفر نہیں تھے۔

ان خیالات کے ساتھ میں اپنے رفیق عزیز مولانا عبدالستار خان نیازی کے سلام و نیاز پیش کرتا ہوں۔ اگر قبول افتدز ہے عز و شرف

مرد درویش

(صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی)

(صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی وطن عزیز کے نامور ادیب، شعلہ بیان خطیب اور ممتاز عالم دین ہیں۔ علم و داب ان کا اوڑھنا بچھونا ہے متعدد کتابوں کے مصنف اور کئی ایک رسالوں کے ایڈیٹر رہے ہیں۔ آج کل روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور میں کالم لکھتے ہیں۔ حضرت مجاہد ملت سے والہانہ محبت اور راقم الحروف پر بے پناہ شفقت فرماتے ہیں۔ ان کا یہ تاثر اتنی مضمون اس قدر جامع ہے کہ میرے پاس تعریف کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ قارئین کرام پڑھیں اور داد دیتے جائیں (قصوری) آہ! گیلانی صاحب اس کتاب کے چھپنے سے پہلے ہی انتقال فرما گئے (قصوری)۔)

ع۔ وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ جب بھی ”بال جبریل“ پڑھنے کا موقع ملتا ہے اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار نظر سے گزرتے ہیں تو بے ساختہ حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی کا چہرہ نگاہوں میں گھوم جاتا ہے۔

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ یک رنگی و آزادی اے ہمت مردانہ
یا سخر و طغرل کا آئین جہانگیری یا مرد قلندر کے انداز ملوکانہ
یا حیرت فارابی یا تاب و تب رومی یا فکر حکیمانہ یا جذب کلیمانہ
یا عقل کی روباہی یا عشق ید الہی یا حیلہ افرنگی یا حملہ ترکانہ
یا شرع مسلمانی یا دیر کی دربانی یا نعرہ مستانہ کعبہ ہو کہ بتخانہ
میری میں فقیری میں شاہی میں غلامی میں کچھ کام نہیں بنتا، بے جرأت اندانہ
مولانا محترم نے کبھی سخر و طغرل کو اپنا آئیڈیل نہیں بنایا، ان کے مدوحین میں ہمیشہ

مردان قلندر رہے ہیں۔ وہ حیرت فارابی کے کبھی قائل نہیں رہے وہ ہمیشہ سوز و ساز رومی کی طرف مائل رہے ہیں وہ کسی سر بجنب حکیم کی خشک فکری کے دلدادہ دکھائی نہیں دیے وہ ہمہ وقت جذبہ حکیم کے لئے آمادہ نظر آئے۔ انہیں کبھی عقل کی روباہی پر اعتبار نہیں آیا ان کا ہر دور میں عشق ید الہی پر انحصار رہا۔ حیلہء افرنگی ان کی طبیعت کا حصہ نہیں رہا حمد و ترکانہ ان کی سرشت کا خاصہ رہا۔ ان کا مزاج دیر کی درباری سے بیزار رہا البتہ شیعہ مسلمان ان کا اشعار رہا۔ سونین ڈکٹیٹر شپ ہو یا فوجی آمریت ان کا نعرہ مستانہ بلند رہا اور ہر محاذ پر ان کا یہ اعلان سنائی دیتا رہا کہ۔ ع۔

کچھ کام نہیں بنتا ہے جرأت رندانہ

مجھے حضرت مولانا سے قریب قریب بیس سال کی نیاز مندی کا شرف حاصل ہے اور ان سے مل کر ہم بارنیا اور گہراتا ٹریا ہے، خوشگوار تاثر ان کی چوراسی برس کی بھرپور زندگی بے پناہ ولولوں، جاں گداز مرحلوں، خارا شکاف لمحوں، ایمان افروز جذبوں اور یادگار معرکوں سے معمور رہی ہے جس کا احاطہ کئی ضخیم تصنیفات تو کر سکتی ہیں چند تاثراتی مقالات نا کافی ہیں۔

مولانا نیازی وہ مرد مومن ہیں جن کے مقاصد ہمیشہ جلیل اور امیدیں بہت قلیل رہی ہیں۔ اسی خوبی نے عیسیٰ خیل کے مولانا نیازی کو قافلہ حریت و بے نیازی کا سرخیل بنا دیا ہے۔ بہت سی تفصیلات اور تفصیلی واقعات میں جائے بغیر مولانا کی خوبیاں ایسی ہیں جن سے ہر شخص ضرور متاثر ہوتا ہے خواہ وہ لمحاتی شرف نیاز رکھتا ہو یا برسوں کا خلوتی راز، جس شخص کے پہلو میں ایک دردمند دل اور سینے میں جیتا جاگتا ضمیر ہو، مولانا کی ایک خوبی نے ”شان درویشی“ اور دوسرا وصف ہے ”آئین جوانمردی“۔ ان باتوں پر ان کی زندگی میں کسی موڑ پر معذرت نظر آئی ہے اور نہ کسی مرحلے میں معذرت۔ ان کی درویشی پر ہم دورہ دارپوش اعظم رشک کرتا رہا اور جوانمردی سے نمرود وقت ہول مچاتا رہا، انہوں نے حیات مستعار و اس قدر غنیمت نہیں سمجھا کہ عہد مظرف کی ہر بات وارا کرتے چلے جائیں۔

انہوں نے غم دوراں کو کبھی غم جاناں پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ وہ اپنے دیدہ ترکی بے خوابیوں پر خوش اور دل کی پوشیدہ بے تابیوں پر مطمئن رہے ہیں، انہوں نے اپنی خلوت کے گداز پر کبھی بزم ناز کو ترجیح نہیں دی، اور متاع فقیری میں لطف امیری لینے کے عادی رہے ہیں، میں اگر یہ کہوں کہ مولانا کو اپنے سفر حیات میں کئی بار فاقے بھی کرنے پڑے ہیں تو یہ کوئی مبالغہ یا مغالطہ نہیں ہوگا لیکن کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ افلاس کی اس یلغار میں کوئی فاقہ تو بین ہنر کا موجب بنا ہو، ان کی آمدن تو بہر حال کم رہی لیکن کسی مجبوری کے تحت گردن خم نہیں ہوئی۔ عہدہ رہا یا نہ رہا ان کا طرہ اپنا جگہ رہا، زمانے نے سازگاری کی یا نہ ان کی خودداری برقرار رہی۔ مال و زر ان کی آبروئے فقر کا کبھی سودا نہیں کر سکا۔ مولانا حکومت کی راہداریوں میں بھی رہے اور اپوزیشن کی وادیوں میں بھی۔ لیکن ان کا شمار لوٹنے والے جتھے میں نہیں لٹانے والے گروہ میں رہا، وہ لوگ آج بھی موجود ہیں۔ جنہیں زندگی میں ایک بار قائد اعظم سے صرف مصافحہ کرنے کا موقع ملا، وہ اس کی پوری قیمت وصول کرتے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جنہیں قائد اعظم نے صرف خط کا جواب بھیجا وہ اس کا پورا پورا حساب رکھتے ہیں وہ بھی ہیں، جنہیں قائد اعظم نے صرف ہاتھ ہلا کر سلام کا جواب دیا اور انہوں نے اس کا پورا معاوضہ حاصل کیا، لیکن مولانا نیازی کو قائد اعظم کی بھرپور شفقت ملی، حمایت حاصل رہی اور قربت نصیب ہوئی مگر انہوں نے اس شفقت و حمایت اور قربت کو ذریعہ تجارت نہیں بنایا۔ ۱۹۴۶ء میں قائد اعظم نے علاقے کے بڑے بڑوں کو نظر انداز کر کے مولانا کو مسلم لیگ کا ٹکٹ دیا اور وہ کامیاب ہوئے لیکن جب مسلم لیگ کو تحریک پاکستان کے مقاصد سے دور اور قائد اعظم کے مشن اور مزاج سے نفوز ہوتے دیکھا تو انہوں نے منقار زیر پر ہونے کے بجائے سینہ سپر ہونے کو ترجیح دی۔

شدت تشنگی میں بھی غیرت میکشی رہی
اس نے جو پھیر لی نظر، میں نے بھی جام رکھ دیا

وہ ایوان سے چمٹے رہنے والے نہیں اپنے ایمان پر ڈٹے رہنے والے انسان ہیں، وہ حکومت میں ہوں تو درویشی اختیار کرتے ہیں اور اپوزیشن میں ہوں تو جوانمردی شعار کرتے ہیں، مولانا پنجاب اسمبلی، قومی اسمبلی، سینٹ اور وفاقی کابینہ کے رکن رہے ہیں نہ گھر بدلا، نہ لباس بدلا اور نہ مزاج بدلا وہ پہلے وزیر بلدیات رہے اور پھر وزیر مذہبی امور بنے، ان کی وزارت تو بدلی مگر رہائش والی عمارت نہیں بدلی، وہی کرشن نگر اور وہی کاشانہ فقر، وہ قومی اسمبلی کے بعد سینٹ میں گئے ایوان تو بدل گیا مگر مکان وہی رہا۔ لوگ زندگی بھر کا نظریہ اور ڈرائنگ روم کا صوفہ بدلنے میں دیر نہیں لگاتے لیکن مولانا کا نہ سیاسی عقیدہ تبدیل ہوا اور نہ گھر کی بیٹھک کا حلیہ، ہماری آنکھوں نے دیکھا کہ ایک شخص صرف بدیہہ کونسلر بنا اور دنوں میں اس کا بنگلا نما گھر بن گیا اور مولانا وزیر بلدیات رہے مگر ذاتی معاشی مشکلات بدستور رہیں، جب کویت پر عراقی حملے کے نتیجے میں امریکہ نے عراق کی چھتڑ کی اور حکومت وقت نے عوام سے مختلف پالیسی اختیار کی تو مولانا نے سرعام عراق کی حمایت کی اور وزارت سے باہر آگئے ایسا کیوں کیا؟ صرف اس لیے کہ سیاسی نظریات کی قیمت پر وزارت سے چمٹے رہنا ان کی طبیعت اور عادت نہیں رہی۔ وزارت ان سے قناعت کا جوہ نہیں چھین سکی، ایسے حال مست لوگ مال مست افراد سے کہیں زیادہ خوش نصیب ہوتے ہیں جن کی نظر میں قصر مرمر اور حجرہ بے در برابر ہوتے ہیں، نہ وہاں سرشار اور نہ یہاں بے قرار، ایسے لوگ شاہی میں انداز فقیرانہ اور گدائی میں شوکت شاہانہ رکھنے والے ہوتے ہیں۔ چونکہ مولانا، اوائل عمر میں سہی بہر کیف علامہ اقبال کے حلقہ سخن میں زیر تربیت رہے ہیں وہ کداہ کو کبھی رسم کجلاہی سے آگاہ ہیں۔

میرے ممدوح و مخدوم نے اپوزیشن بھی اس شان سے کی کہ ایسی مشعلات ہر کسی کے وجم و گمان میں نہیں ہوتیں، ۱۹۵۳ء میں وہ تختہ دار تک ہو آئے، سندرمم زاجیے چالاک سربراہ کا پردہ عیاری سرعام چاک کیا، ایوب خان اور ملک امیر محمد خان کی ساری آن بان

راکھ کا ڈھیر بنا دی۔ جناب بھٹو کے تیر سینے چرہ ہے اور جنرل ضیاء الحق کی آمریت میں اپنی روایت برقرار رکھی، حزب اقتدار میں شامل مولانا بکے نہیں اور حزب اختلاف میں رہ کر وہ دیکے نہیں، مولانا کا شمار اس حلقہ زہاد میں کبھی نہیں رہا۔ جو خلوت خانوں میں گم رہتا ہے بلکہ ان رندان قدح خوار میں شامل رہے ہیں جن کا نشہ زمانے کی کوئی تلخی اور ترشی نہیں اتار سکی۔ راہ وفا میں سب کچھ نثار کرنے اور قرض نگاہ یا راتارنے والے یہ لوگ اب خال خال ملتے ہیں، اب تو سچی بات ہے کہ مذہبی اور سیاسی حلقوں میں انسانوں کا ایک انبوہ ہے مگر منزل سے نا آشنا اور ایک ہجوم ہے مقصد سے ناواقف و بے آگاہ، ایسے میں کچھ دم غنیمت ہیں، زمانے پر لازم ہے کہ وہ ان کی قدر کرے، یہ وہ لوگ ہیں جو زمین کا نمک، وفا کی آبرو، تاریخ کا حوالہ، پہاڑی کا وعظ اور عشق کی توقیر ہیں۔ اب ایسے لوگ ڈھونڈھنے میں بڑا وقت لگے گا۔ یہ لوگ نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔

جو بہار۔ ملتی تو۔ پوچھتا کہ کہاں وہ کیف نظر گیا
وہ صبا کی شوخیاں کیا ہوئیں وہ چمن کا حسن کدھر گیا؟

۷۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء

نیازی قرن اول کا مسلمان

(سید محمد فاروق القادری)

(سید محمد فاروق القادری سجادہ نشین آستانہ عالیہ شاہ آباد شریف، گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خان ہمارے ملک کے نامور مفکر، مصنف اور صاحب قلم ہیں۔ موصوف پنجاب یونیورسٹی کے ایم اے (گولڈ میڈلسٹ) ہیں تاریخ، تصوف، فقہ پر ان کی گہری نظر ہے۔ ایک روحانی خانوادے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے قرآن و حدیث سے والہانہ لگاؤ انہیں ورثہ میں ملا ہے ان کے والد گرامی حضرت سید محمد مغفور القادری تحریک پاکستان کے نامور رہنما تھے۔ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی مدظلہ پر قادری صاحب کا یہ مختصر سا مضمون بڑے خاصے کی چیز ہے۔ انہوں نے مولانا نیازی کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ اس انداز سے بیان کیا کہ بس انہیں کا حصہ ہے (قصوری)

نیازی صاحب سے میری نیاز مندی کا تعلق تقریباً بیس سال پرانا ہے ایک علمی ادبی گھرانے کا فرد ہونے کی حیثیت سے نیازی صاحب کو میں غائبانہ بہت پہلے جانتا تھا۔ آپ کی راست فکری، مجاہدانہ کردار، اور تحریک پاکستان اور ختم نبوت میں آپ کی پر جوش اور ولولہ انگیز مساعی کے ساتھ ساتھ شریعت و سنت کی تابعداری، قلندرانہ مزاج، عشق رسول ﷺ کی متاع سے بہرہ وری اور ذاتی کردار کی عظمت سے میں متاثر تھا۔ ۱۹۶۷ء میں پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے کے طالب علم کی حیثیت سے داخل ہوا تو نیازی صاحب سے اکثر شرف نیاز رہنے لگا۔

ان دنوں آپ لکشمی بلڈنگ (لکشمی چوک میٹروڈروڈ لاہور) میں قیام پذیر تھے میں نے نیازی صاحب کو جلوت و خلوت میں دیکھا ہے۔ میرا احساس نہیں بلکہ مشاہدہ ہے کہ نیازی صاحب قرن اول کے مسلمانوں کے پچھڑے ہوئے فرد ہیں۔ نیازی صاحب نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی سے ڈرنا سیکھا ہی نہیں آپ کریم النفس، کشادہ دست، عالی نگاہ اور انتہائی وسیع الظرف انسان ہیں۔ بطور انسان نیازی صاحب میں بڑی

خوبیاں ہیں۔ آپ کی آواز میں حق کا طنطنہ ہے بولتے ہیں تو باطل کے ستون لرزنے لگ جاتے ہیں۔ آپ کو انگریزی اردو عربی اور فارسی پر یکساں دسترس حاصل ہے۔ مطالعہ بہت وسیع ہے۔ نازک اور باریک مسائل پر آپ کی نظر بہت گہری ہے۔

میرے ساتھ قبلہ نیازی صاحب کی شفقت اور محبت کا عالم کیا ہے یہ چیز شنیدنی نہیں دیدنی ہے۔ علم و ادب کے ایک معمولی طالب علم کو جو عزت افزائی نیازی صاحب کے ہاں ہوتی ہے اسے دیکھ کر جہاں مجھے شرمندگی ہوتی ہے وہاں نیازی صاحب کے مقام و مرتبے کا بھی احساس ہوتا ہے۔ نیازی صاحب نے اپنا سب کچھ ملک و مذہب پر قربان کر دیا، ذاتی جائیداد، آرام، سکون، جوانی سب کچھ دیدیا جواب میں انہیں جیل کی سلاخوں اور قاتلانہ حملوں کے سوا کیا ملا، نیازی صاحب یہ سب کچھ برداشت کرنے پر آمادہ ہیں مگر سیاہ کو سفید کہنے سے انکاری ہیں۔ ان کا مسلک زمانہ باتو نہ سازد تو بہ زمانہ ستیز ہے۔ اُسے کاش مجاہد اسلام مولانا عبدالستار خان نیازی کسی زندہ قوم میں پیدا ہوتے۔ میں مولانا کی جرأت، استقامت، اولوالعزری اور بلند نگاہی کو سلام کرتا ہوں۔

۱۸ مارچ ۱۹۸۷ء

35 اتحاد بین المسلمین کا داعی

(سید و جاہت رسول قادری کراچی)

حضرت صاحبزادہ سید و جاہت رسول قادری صدر ”ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی“ ملک کے نامور اہل قلم، دانشور اور صاحب علم ہیں، موصوف کی زیر قیادت ادارہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ پر جو تحقیقی، تاریخی اور علمی اور ادبی کام کیا وہ نہ صرف عدیم النظیر ہے بلکہ قابل تقلید ہے۔ سید صاحب کو مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی دامت برکاتہم عالیہ کی ارقدر خدمات کا بھی کھلے دل سے اعتراف ہے جس کا انہوں نے درج ذیل مضمون میں اظہار کیا ہے۔ لیجئے پڑھیے اور ایمان کو تازہ کیجئے۔ (قصوری)

حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی حفظہ اللہ تعالیٰ کی حیات اور کارناموں پر مشتمل آپ جو کتاب ترتیب دے رہے ہیں یہ ایک احسن اقدام ہے۔ حضرت مولانا سے فقیہ کی ملاقت بہت سہ سہی رہی ہے لیکن جو کچھ راقم نے برسوں سے سنا اور بعض مضامین میں پڑھا اس سے ان کی بیش بہا ملی خدمات کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا اپنے دور طالب علمی سے تحریک پاکستان کے سرگرم رکن رہے ہیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح کے ہاں دستہ ملی حیثیت سے جن طالب علم رہنماؤں نے خدمات سرانجام دی ہیں ان میں مولانا کا اسم گرامی بہت نمایاں ہے۔ انہوں نے دوران تحریک پاکستان برصغیر پاک و ہند نے نوجوانوں اور طالب علموں کو مسلم لیگ کی حمایت کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے، انہیں فعال بنانے اور نتیجہ خیز کردار ادا کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

وہ ہمیشہ سے ایک درد مند دل کے مالک ہیں، قیام پاکستان کے بعد وطن کی تعمیر و مسئلہ ہو یا استحکام کا یا مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کا۔ انہوں نے ہر محاذ پر ثابت کردار ادا کیا ہے۔ تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ یا تحریک خالی جمہوریت، مولانا عبدالستار خان نیازی اس کے روح رواں رہے ہیں۔

وہ ہمیشہ سے مسلمانوں کے آپس کے انتشار و افتراق اور فرقہ پرستی سے نفور۔

گریزاں رہے ہیں ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں اتحاد و اتفاق رہے تاکہ ہنود، یہود، اور عیسائی مسلمانوں کی اس کمزوری سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

مسلک حقہ اہلسنت و جماعت کے لئے بھی ان کی بڑی خدمات ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی عبقری شخصیت، عشق مصطفیٰ ﷺ اور اتباع رسول ﷺ کے حوالے سے ان کی آئیڈیل رہی ہے جب سعودی حکومت نے بعض نادان پاکستانی اور ہندوستانی دوستوں کے ورغلانے پر اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ پر پابندی لگائی تو مولانا نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور ”کنز الایمان“ کی خصوصیات پر ایک مقالہ تحریر کر کے ثابت کیا کہ یہ ترجمہ سلف و صالحین کی تفاسیر سے مستفاد ہے جنہیں علماء امت کا اعتماد حاصل ہے۔

انہوں نے مسلمانوں کو مزید انتشار سے بچانے کے لئے حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے فیصلہ ”ہفت مسئلہ“ کی روشنی میں ایک سات نکاتی پروگرام پیش کر کے تمام دیوبندی، وہابی اور سنی علماء کو متحد ہونے کی دعوت دی اور اس کے لیے مختلف گروہ کے علماء سے ملاقاتیں کر کے انہیں اپنے پیش کردہ پروگرام کی روشنی میں اپنے اختلافات ختم کرنے اور ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی جدوجہد کی لیکن افسوس کہ دیوبندی اور وہابی زعماء کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے مولانا کی یہ مخلصانہ کوشش ناکام ہو گئی۔

مولانا ایک مرنج طبعیت کے مالک ہیں وہ ایک خوش اخلاق، بامروت اور وضع دار انسان ہیں۔ علماء کلمۃ الحق میں ایسے بے باک اور نڈر ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے ظالم و جابر سے بھی کمپرومائیز کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی کسی لالچ کے سبب اپنے اصول کو قربان کرتے ہیں۔

ابھی دنیا میں کچھ لوگ باقی ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں صحت و عافیت عطا فرمائے اور ان کے وجود کو ہمارے اتحاد و

اتفاق کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

۸ دسمبر ۱۹۹۹ء

مجاہد ملت دوسری دنیا کا انسان

(سید انور قدوائی، لاہور)

سید انور قدوائی پاکستان کے نامور صحافی ہیں جن کی ثقاہت کا ڈنکا ہر چار سو بج رہا ہے، پہلے عرصہ دراز تک روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور سے وابستہ رہ کر نظریہ پاکستان کی بیا ننگ دہل تبلیغ کی اور اب چند سال سے روزنامہ ”جنگ“ لاہور سے منسلک ہیں۔ اور اپنے مذہبی، سیاسی اور نظریاتی افکار کا بڑی جرأت و بیباکی سے اظہار کرتے ہیں۔ موصوف کے والد گرامی مولانا سید امیر الدین قدوائی رحمۃ اللہ علیہ تحریک آزادی کے نڈر سپاہی تھی اور حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگ دوست۔ جناب سید انور قدوائی نے حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عقیدت و محبت کا جو نذرانہ پیش کیا ہے وہ خاصے کی چیز ہے اور بار بار پڑھنے کے لائق ہے (قصور)

آج ہم جس نفسا نفسی کے دور سے گزر رہے ہیں کہ سارا معاشرہ تباہی کی جانب تیزی سے گر رہا ہے اور ملک میں دولت حاصل کرنے اور ذاتی اغراض کے حصول کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ سب ہیں کہ سایہ دیوار کی جانب بھاگ رہے ہیں۔ ایوان اقتدار کی چوکھٹ پر حاضری لگانے والوں کی بھیڑ ہے۔ سب اپنی وفاداری کی صدا بلند کر رہے ہیں۔ کوئی یہ نہیں سوچتا کہ سب کچھ فانی ہے یہیں وہ جائے گا۔

شاہان روز گار ، یزیدان اقتدار

سب کا غرور قبر کی مٹی نے کھالیا

اس دور میں مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار نیازی کی ذات امید کی کرن ہے جو آج کے اندھیروں میں چمک رہی ہے اور نئی نسل کو حوصلہ ہی نہیں آواز دے رہی ہے کہ ہمارا ملک کوئی عام سا ملک نہیں، خطہ زمین نہیں جہاں ایک قوم، قبیلہ یا گروہ آباد ہے بلکہ اس کا

قیام اعلیٰ مقاصد کا حصول تھا۔ یہ کسی قوم، قبیلہ سے انتساب نہیں ہے بلکہ ہندوستان کے مسلمانوں نے پہلے یہ بات تسلیم کرائی کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور ان کے لئے ایک الگ ملک کا مطالبہ کیا گیا جہاں اسلام کے مقررہ اصولوں (قرآن پاک) اور آزمودہ تدبیروں (سنت نبوی ﷺ) کے مطابق نظام و انتظام حکومت قائم کیا جائے، اسلامی معاشرہ ہو اور فلاحی مملکت بنے جو نہ صرف اسلام کا قلعہ قرار پائے بلکہ ساری دنیا کے لئے نمونہ عمل بھی ہو اور نئی نسل کو ان کے مقاصد کے حصول کے لئے جدوجہد ہی نہیں جہاد کرنا ہوگا۔ اور مولانا نیازی صاحب قبلہ کی ساری زندگی نوجوانوں کے لئے مشعل راہ ہے کہ انہوں نے اپنا سب کچھ اس عظیم مشن کے لئے وقف ہی نہیں کیا بلکہ ساری زندگی ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے قیام اور نفاذ کے لئے بھرپور جہاد کیا۔ اس وقت کی کوئی مصلحت ریاستی جبر اور آمر وقت ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکا۔ اور انہیں اس مشن سے عشق تھا۔ ان کی متاع حیات رہا کہ ساری عمر شادی نہیں کی۔ دنیاوی آسائشوں سے بہت دور رہے جب کہ جوانی ہی نہیں بڑھاپے میں وہ انتہائی وجیہہ، خوبصورت اور پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ ایک دفعہ افریقہ کے دورہ کے دوران وہاں ایک بہت بڑے تاجر کی صاحبزادی ان کے عشق میں مبتلا ہو گئی اور اپنے والدین سے اس کا اظہار کیا کہ وہ ہر قیمت مولانا صاحب قبلہ کی زوجیت میں جانے کی خواہشمند ہے اور اس پر بضد تھی۔ اس خاتون کے والد گرامی نے حضرت صاحب کی خدمت میں ڈرتے ہوئے اپنی بیٹی کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ میری زندگی تو ایک اعلیٰ مشن و مقصد کے لئے وقف ہے اور اب میری عمر بھی شادی کی نہیں رہی۔ پھر اس خاتون کو سمجھایا گیا کہ اس کے جذبات اچھے سہی لیکن اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی میرے بزرگ اور والد گرامی مولانا سید امیر الدین قدوائیؒ کی وفات کے بعد سرپرست ہیں اور بچوں کی طرح مجھ سے شفقت و محبت

بھی فرماتے ہیں۔ میرا ان سے ایک اور رشتہ بھی ہے وہ روحانی تعلق ہے کہ میں فرید العصر حضرت میاں علی محمد خاں علیہ الرحمہ بسی شریف والوں سے بیعت ہوں اور حضرت نیازی صاحب کا بھی ان سے روحانی تعلق رہا ہے بلکہ حضرت میاں صاحب، مولانا نیازی صاحب سے بڑی محبت کیا کرتے تھے۔ ۱۹۵۳ کے مارشل لاء میں جب حضرت مولانا نیازی صاحب، تحریک ختم نبوت کی قیادت فرما رہے تھے، حضرت مولانا ابوالحسنات قادریؒ جو ان دنوں جمعیت علماء پاکستان کے بانی صدر اور سواد اعظم اہلسنت کے قائد تھے اور دوسرے علماء کرام و مشائخ عظام کو حکومت نے پہلے ہی روز گرفتار کر لیا تھا۔ مولانا نیازی اس روز جامع مسجد وزیر خان میں تھے جب لاہور میں جنرل اعظم خاں کا مارشل لاء لگایا گیا۔ اس وقت کے حکمرانوں کو اللہ کے حضور اس کا جواب دینا ہوگا۔ انہوں نے شاہراہ قائد اعظم پر ختم نبوت ﷺ کے متوالوں، جانثاروں اور دیوانوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا۔ ”نعرہ رسالت، یا رسول اللہ“ کی گونج میں ایک دو نہیں سینکڑوں مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ مسجد وزیر خان میں نماز جمعہ کا اجتماع تھا کہ فوج نے مسجد کا گھیراؤ کر لیا اور مسجد کے اندر موجود تمام لوگ قید ہو گئے۔ ان میں حضرت مولانا ابوالحسنات کے صاحبزادے مرحوم مولانا خلیل احمد قادری، علامہ محمود احمد رضوی و دوسرے علماء کرام کے علاوہ حضرت مجاہد ملت بھی تھے اور فوج نے ان کے سر کی قیمت مقرر کر رکھی تھی کہ سارے ملک میں اس عاشق رسول ﷺ کی کردار آواز گونج رہی تھی کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے میدان میں آ جاؤ۔ مجاہد ملت مولانا نیازی اس وقت جوان تھے اور انتہائی جذباتی و پر عزم شخصیت تھے۔ مارشل لاء کیا وہ وقت کے بہ آمر سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ لیکن انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ مسجد سے باہر نکل آئیں۔ وہ فوج نے مسجد کے اندر گھس کر تلاشی لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور اس طرح مسجد کی بے حرمتی کی خدشہ تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا نیازی وہاں سے نکل کر حضرت میاں صاحب قبلہ کے پاس پاکپتن شریف پہنچ گئے۔ ان دونوں جنرل بختیار رانا فوج میں بھیگیڈئیر تھے اور لاہور میں

مارشل لاء کے انچارج تھے۔ کسی خفیہ ایجنسی نے اطلاع دی کہ مجاہد ملت پاکپتن شریف میں ہیں۔ فوج نے حضرت میاں صاحب کی کوٹھی کا محاصرہ کر لیا۔ جنرل بختیار رانا حضرت میاں صاحب کے مرید تھے۔ جب انہیں علم ہوا تو فوری طور پر حکم دیا کہ ”کوٹھی کے اندر داخل ہو نے یا اس کی تلاشی لینے کی جرأت نہ کی جائے“ اور ایسا ہی ہوا۔ مجاہد ملت مولانا نیازی کو جب علم ہوا کہ فوج جگہ جگہ ان کی تلاشی میں ہے تو حضرت صاحب کے مشورے سے ان کے ایک مرید کے ہاں قصور تشریف لے گئے تاکہ وہاں سے کسی نہ کسی طریقے سے پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں پہنچ جائیں مگر گرفتار ہو گئے اور لاہور لے جا کر مارشل لاء کے تحت مقدمہ چلایا گیا۔ فوجی عدالت میں حضرت نے جو بیان دیا وہ تاریخ کا حصہ ہے۔ موت کی سزا سنائی گئی تو رب کائنات کے حضور سجدہ شکر ادا کیا کہ زندگی کا مقصد پورا ہو گیا۔²

اس سے قبل میں یہ واقعہ سناؤں کہ حضرت میاں علی محمد صاحب نے دعا فرمائی اور مجاہد ملت رہا ہو گئے، ایک ”ریاستی جبر“ اور جھوٹ کی بھی وضاحت کر دوں کہ جب مجاہد ملت نے قصور میں گرفتاری دی تو فوجی اور رسول احکام نے اسے غلط انداز میں پیش کیا۔ یہ خبر دی گئی کہ مولانا نیازی کو گرفتار کر لیا گیا ہے وہ داڑھی منڈا کر مسجد وزیر خان سے فرار ہو گئے تھے۔ اخبارات خصوصاً ”پاکستان ٹائمز“ ان دنوں ملک کا ایک مشہور اخبار تھا اور اس وقت کے اشتہر کی لیڈر میاں افتخار الدین اس کے مالک تھے اور لیفٹ نظریات کے صحافیوں کا اخبار تھا اس لیے انہوں نے ایک عالم دین کی توہین کرنے کے لئے یہ تصاویر نمایاں طور پر شائع کیں جب کہ یہ بات سفید جھوٹ اور غلط تھی۔ حضرت مولانا نیازی نے داڑھی نہیں منڈوائی تھی بلکہ یہ جعلی تصویر بنا کر شائع کرائی گئی تاکہ مولانا نیازی کی شخصیت کی توہین کی جاسکے۔

فوجی عدالت نے جب مولانا نیازی کو پھانسی کی سزا دے دی تو مولانا اور ان کے ساتھیوں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے کہ وہ اپنے مقصد و مشن میں کامیاب ہو گئے تھے کیونکہ ہر مومن کی شہادت آرزو ہوتی ہے۔ حضرت میاں علی محمد خان صاحب پاکپتن شریف

میں ہوں تو یہ ان کا معمول تھا کہ حضرت بابا صاحب کے مزار اقدس پر نماز فجر کے بعد حاضری دیا کرتے تھے اور لاہور میں ہوں تو حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے مزار شریف پر حاضری دیتے تھے۔ اور جب وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو کئی کئی گھنٹے دعا فرماتے رہتے۔ ان کے ساتھ کھڑے نو جوان ستون یا دیوار کا سہارا لے لیا کرتے تھے لیکن حضرت میاں صاحب قبلہ ۸۰ سال کی عمر میں بھی دو دو گھنٹے دعا کے لئے ہاتھ کھڑے رہتے کہ وہ کسی اور دنیا میں ہوتے تھے۔ ایک روز نماز فجر ادا کر کے جب مزار داتا صاحب کی جانب روانہ ہوئے تو مولانا نیازی کے جگری دوست اور ساتھی حکیم محمد انور بابر مرحوم نے والد گرامی سید امیر الدین قدوائی سے کہا کہ حضرت میاں صاحب سے کہا جائے کہ مولانا نیازی کی رہائی کا حکم دیں۔ میرے والد صاحب نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ حضرت! اس لڑکے کی سزا بہت ہوگئی۔ اب اسے رہا کر دیں۔ حکیم بابر نے بھی تائید کی۔ حضرت میاں صاحب نے پوچھا کہ کس کی؟ میرے والد صاحب اور حکیم بابر نے ایک ساتھ مولانا نیازی کا نام لیا۔ حضرت میاں صاحب قبلہ نے حسب دستور تبسم فرمایا۔ (جب وہ مسکراتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ پھول برس رہے ہوں جن لوگوں نے حضرت میاں صاحب کی زیارت کی ہے۔ انہیں اس کا پتہ ہے ایسی معصوم اور خوبصورت مسکراہٹ تھی کہ الفاظ میں اسے بیان نہیں کیا جاسکتا) فرمایا کہ ”اللہ بہتر کرے گا“ والد گرامی نے عرض کیا کہ ”جناب والا“ اس کی رہائی کا حکم دیں۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ ”اچھا اچھا۔ اللہ رہا کرے گا“ اور مزار پر چل کر دعا کریں۔“ اور شاید اسی روز مولانا نیازی رہا ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا نیازی کو دنیاوی منصب سے بھی سرفراز کیا۔ وہ جوانی میں پنجاب اسمبلی کے رکن رہے۔ قومی اسمبلی میں بھی گئے۔ وفاقی وزیر بنے اور اب سینٹ کے رکن ہیں لیکن ان کے رہن سہن میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور آج بھی اس عزم و حوصلہ سے پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے قیام کے لئے جہاد کر رہے ہیں۔ ان کا مطالبہ ہے کہ

پاکستان میں سواداعظم اہلسنت کے مطابق ”سنی اسٹیٹ“ قائم کی جائے۔

جب سعودی حکومت نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن پاک کنزالایمان پر پابندی عائد کی تو ”ورلڈ اسلامک مشن“ نے لندن میں شاہ فہد کی آمد پر مظاہرہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ سعودی حکومت کو اس کا علم ہوا تو سعودی شہزادہ پرنس..... بن عبدالعزیز نے ان کے ایک وفد سے مذاکرات کئے۔ حضرت مولانا عبد الستار خان نیازی اس وفد کے قائد تھے اور انہوں نے سعودی شہزادہ اور ان کے وفد کے ارکان کو دلائل سے قائل کیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تعلیمات درست ہیں۔

مولانا بیازی ایک شخصیت نہیں ایک ادارہ، ایک مشن کا نام ہے اور ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے ان کی خدمات تاریخ کا روشن باب ہی نہیں بلکہ ایک مکمل اور جامع تاریخ ہے۔ وہ ان عظیم اور بڑے علماء کرام میں شامل ہیں جنہوں نے سواداعظم اہلسنت کے لئے بڑے کام کئے ہیں اور پیرانہ سانی میں بھی ان کا جہاد جاری ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رہے اور ان کا مقصد و مشن کامیاب ہو۔ ان کی زندگی میں پاکستان ”سنی ریاست“ بن جائے۔ یہی ان کی آرزو، ان کا مشن اور سب کچھ ہے۔ کاش ایسا ہو سکے!!

۳۰ ستمبر ۱۹۹۹ء

مجاہد ملت میری نظر میں

(پروفیسر ڈاکٹر سید حامد علی شاہ اسلام آباد)

پروفیسر ڈاکٹر سید حامد علی شاہ سائنس کے آدمی ہیں۔ طرابلس یونیورسٹی (لیبیا) کراچی یونیورسٹی (پاکستان) میں پروفیسر رہے۔ علاوہ ازیں مختلف سائنسی اداروں سے ان کا تعلق رہا ہے۔ حال ہی میں ان کی ایک شاندار اور تحقیقی کتاب ”فراست فاروق اعظم“ منصفہ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہے جو انہوں نے سائنسی نقطہ نظر سے تحریر کی ہے۔ (قصوری)

یہ بات ۱۹۵۰ء کی پہلی نصف دہائی کی ہے جب میں بلوچستان میں زیارت کے پہاڑوں کا ارضیاتی اور معدنی سروے کر رہا تھا کہ ایک دن میں زیارت میں ڈپٹی مشنر جو کہ اس وقت ایک انگریز مسٹر ڈیوی تھے کے دفتر میں ایک کام کی غرض سے گیا تو ڈپٹی مشنر کے اسٹینوگرافر مسٹر بخاری نے مجھے بتایا کہ ختم نبوت کی تحریک چلانے پر لاہور میں مارشل لا، دہلی کی کورٹ سے مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کو پھانسی کی سزا ہو گئی ہے۔ میں بھی اس خبر کو سن کر اور لوگوں کی طرح سہم گیا۔ بہر حال بعد میں اس سزا پر مالک اسلامیہ اور اسی شخصیات کے زور ڈالنے پر عملدرآمد نہ ہوا۔ مگر اس دوران خبریں آئیں کہ مولانا نیازی پر کسی قسم کی گھبراہٹ، پریشانی یا بزدلی کی آواز نہ تھی۔ بلکہ بڑے ہشاش بشاش طریقے سے وقت گزار رہے تھے اور ثابت قدمی سے اپنے مشن پر قائم تھے۔

اس کے بعد ایوب خان کے دور میں کوہ نمک (Salt Range) میں جیالوجیکل سروے پر تھا اور میانوالی کے قریب موہی خیل کے ریلوے اسٹیشن میں ٹھہر رہا تھا۔ اس زمانے میں مرکزی اسمبلی کے الیکشن ہو رہے تھے جن میں مولانا نیازی بھی حصہ لے رہے تھے۔ دوسری طرف ایوب خان کے حمایت یافتہ نواب کالا باغ کا بیٹا ملک مظفر خان اسمبلی کا ممبر بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ شخص مولانا کے مقابلے میں علم اور سیاست میں پختہ بھی

نہ تھا۔ موسیٰ خیل میں جو چند پڑھے لکھے لوگ رہتے تھے وہ اکثر شام کو میرے پاس آکر بیٹھ جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ایوب خاں کا بنیادی جمہوریت (Basic Democracy) کا نظام عجیب ”بدعنوان نظام“ ہے کہ مولانا عبدالستار نیازی جیسے عالم دین اور مجاہد کا نواب کالا باغ کے ایک معمولی صلاحیت کے حامل بیٹے کے مقابلہ میں الیکشن میں کامیاب ہونا ناممکن ہے۔

یہ سب اس وقت کی باتیں میں نے بیان کی ہیں جب تک مجھے مولانا سے ذاتی طور پر ملنے کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا۔ مولانا سے میری پہلی ملاقات کراچی میں ہوئی جب ۹۵-۱۹۹۰ میں کراچی یونیورسٹی میں جیالوجی کا پروفیسر تھا۔ اور پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری جو کہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۵ منعقدہ ۲۸ ستمبر ۱۹۹۵ بروز جمعرات بمقام ہوٹل ہالی ڈے ان کراؤن پلازہ کراچی، جنرل سیکرٹری تھے، وہ میرے ساتھ تھے۔ یہ مولانا نیازی سے ایک سرسری ملاقات تھی اور اور اس وقت پاکستان کے مذہبی امور کے وزیر تھے۔

مولانا کو ۱۹۹۹ء میں اسلام آباد میں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا جب میں انجینئر بشیر احمد شیخ اور انجینئر محمد سلیم اللہ خاں کے ہمراہ ان سے ایم این اے ہاسٹل میں دو تین مرتبہ ملا جہاں وہ بطور سینئر قیام کیا کرتے تھے۔

مولانا کی شخصیت کا سائنسی جائزہ بتاتا ہے کہ وہ شروع ہی سے مجاہدانہ طبیعت کے مالک رہے ہیں۔ وہ اپنا ایک مسلکی اور سیاسی نقطہ نظر قائم کئے ہوئے ہیں اور اس پر مضبوطی سے کاربند ہیں اور ایسا کرنے میں کسی مادی نقصان حتیٰ کہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور ان کے بقول اقبالؒ۔

برتر از اندیشہ سودو زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی
اور اس کا ثبوت انہوں نے قادیانیوں کے خلاف تحریک میں حصہ لینے پر موت کی

سزا کو خندہ پیشانی سے قبول کر کے دے دیا ہے۔

اب مالکنا ہے کہ مولانا اپنے نظریہ کے سامنے ہر چیز کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ حد ہے کہ انہوں نے وزارت کو بھی ”شریعت بل“ کی خاطر قربان کر دیا تھا۔ انہوں نے پاکستان میں نفاذ شریعت کے لئے اور سود کے خلاف زوردار اور پر خلوص جدوجہد جاری رکھی ہوئی ہے۔ سود کے معاملہ میں وہ کامیاب نظر آتے ہیں کیونکہ ان کی جدوجہد سے یہ معاملہ کورٹ سے ان کے حق میں طے ہو گیا ہے۔ مختصر یہ کہ مولانا ایک مجاہد کی زندگی اختیار کئے ہوئے ہیں پھر اپنے عقائد و نظریات پر سختی سے قائم ہیں اور اپنی ذات میں قلندرانہ طریقے سے مگن ہیں۔ بقول غالب۔

یعنی بہ حسب گردش پیمانہء صفات
عارف ہمیشہ مست ہے ذات چاہیے

۱۲۔ ستمبر ۲۰۰۰ء

علم و عمل کا خزانہ

(سید ریاض حسین نقوی اسلام آباد)

علامہ سید ریاض حسین نقوی کا تعلق اہل تشیع سے ہے۔ آپ ”تحریک اتحاد اسلامی پاکستان“ کے سربراہ ہیں جن کا صدر دفتر اسلام آباد میں ہے۔ حضرت مجاہد ملت و امت برکاتہم عالیہ کے بارے میں آپ کے ”تاثرات“ انتہائی قابل توجہ اور قابل قدر ہیں۔ انہوں نے تعصب سے بے نیاز ہو کر جو خراج تسمین پیش کیا، درج ذیل ہے۔ (قصوری)

آپ نے جس شخصیت کے بارے میں اظہار خیال کرنے کو کہا ہے یقیناً وہ علم و عمل، قول و فعل اور حق و جہاد کا ایک ایسا خزانہ ہیں کہ جن کے قول و فعل سے یقیناً نصف صدی سے زیادہ مسلمانان برصغیر نے بھرپور استفادہ کیا۔ اور یہ شخصیت علم و عمل کا ایسا سرچشمہ ہے کہ جس نے بیسیوں تشنگان علم و عرفان کی نئے صرف رہنمائی فرمائی بلکہ ان کو سالکانِ راہ حق بنا دیا۔ یہ ایسے عظیم قائد ہیں کہ جن کی نگاہ ہمیشہ بلند، گفتگو پرکشش اور جسم سوز و گداز سے مرصع ہے۔ تحریک پاکستان ہو یا تحریک ختم نبوت ان کی قائدانہ صلاحیتوں سے نہ صرف امت مسلمہ سرخرو ہوئی بلکہ عالم اسلام کے دشمنوں کے دانت بھی کھٹے ہوئے۔ اور جن کی زندگی کا اصول ہمیشہ یہی رہا کہ حق کہو اور حق سنو نہیں تو علیحدہ ہو جاؤ۔

مجھے اکثر و بیشتر ان سے نہ صرف قریبی تعلق رکھنے کا موقع ملا بلکہ حج جیسے مبارک سفر میں، میں حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی دام عزہ کی رفاقت میں اس عظیم فریضہ سے مشرف ہوا۔ اور وہاں مسجد حرام ہو یا مسجد نبوی ﷺ، منیٰ کا میدان ہو یا عرفات کا صحرا، سرزمین عرب کی گرمی ہو یا ریگستان کی ٹو، میں نے جب بھی ستار نیازی کو دیکھا، فنا فی اللہ اور عشق سرور کو نبین ﷺ میں مستغرق دیکھا اور روضہ رسول ﷺ پر حاضری کے وقت حضرت مولانا کی حالت دیدنی و زیادہ پرکشش ہوتی اور آپ کا خوبصورت چہرہ مزید حسین دکھائی دیتا

اور عشق سید الانبیاء ﷺ میں گرنے والے آنسو لو، لو، و مرجان کو ماند کرتے۔

آپ کی سربراہی میں فرقہ وارانہ تعصبات کے خاتمے کے لئے ”اتحاد بین المسلمین کمیٹی“ جس کا میں بھی رکن تھا۔ ایک ایسے فارمولے پر متفق ہو گئی جو آج بھی امت مسلمہ کی ہدایت کے لئے چراغِ راہ ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ ہمیشہ فرقہ وارانہ تعصبات، تنگ نظری، خود غرضی سے محفوظ رہے۔ اور ”داعی اتحاد بین المسلمین“ کے طور پر اپنی شناخت کرائی۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم مسلم قائد کو زندگی، خضر عطا فرمائے آپ اور جملہ وابستگانِ عشق رسول ﷺ آپ کی شخصیت سے مستفید ہوتے رہیں۔ ع۔

این دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

۲۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء

دور زوال میں اسلاف کی نشانی

(پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

مفکر اسلام مفسر قرآن علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم عالیہ کے بارے میں اپنے یہ تاثرات میری درخواست پر ۱۹۸۷ء میں کیسٹ پر ریکارڈ کروائے تھے جن کو فاضل دوست محمد الیاس اعظمی قصوری نے لوح قرطاس پر منتقل کیا۔ (قصوری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دامن انسانیت کسی بھی دور میں عبقری اور انقلاب آفرین شخصیات سے خالی نہیں رہا۔ اس کے ہر شعبہ زندگی میں شخصیتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ جن کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ قومی و ملی زندگی میں پیش آنے والے مختلف قسم کے بگاڑ کی اصلاح کا کام لیتا ہے۔

مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خٹن نیازی دامت برکاتہم عالیہ کی شخصیت بھی برصغیر پاک و ہند کی ان نامور شخصیات میں سے ایک ہے جن کی زندگی حیات ملی کا ایک مستقل باب اور جن کی سیرت و کردار قافلہ حریت کے شہسواروں کے لئے مینارہ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت مجاہد ملت اور میرے والد گرامی حضرت قبلہ ڈاکٹر فرید الدین قادری کے آپس میں گہراے مراسم تھے۔ اس قلبی تعلق اور محبت کی بناء پر جب بھی حضرت مجاہد ملت، جھنگ تشریف لاتے تو ہمارے ہاں قیام فرماتے۔ اسی نسبت سے جھنگ کے زمانہء طالب علمی سے ہی مجھے حضرت کے ساتھ شرف ملاقات حاصل ہے۔ پھر جب میں پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے کا طالب علم تھا۔ اس وقت اکثر آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہا۔

مجھے اس بات کے کہنے میں کوئی تاثر نہیں کہ میں نے حضرت مجاہد ملت کو بڑی بڑی

شخصیات، سیاسی لیڈروں، علماء، مفکرین اور بڑی قد آور شخصیات جو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں قومی تعمیر و اصلاح کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں، سے کئی اعتبار سے منفرد اور ممتاز پایا۔ مولانا عبدالستار نیازی مدظلہ کی زندگی ایک کھلی کتاب اور ایک مرد مومن کی زندگی ہے۔ آپ ایک قلندرانہ شان رکھنے والے قائد ہیں۔ آپ نے اپنی حیات مستعار میں ان تمام تحریکات جن کا خمیر دینی تصور سے اٹھا ہو میں مجاہدانہ اور قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔

تحریک پاکستان کے دنوں میں آپ اگرچہ ایک طالب علم تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے قائد اعظم کے شانہ بشانہ جدوجہد کر کے اس عظیم تحریک کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا۔ اس لحاظ سے آپ کا شمار قائدین و محسنین پاکستان میں ہوتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ ایسی شخصیت کا ذکر نصاب تعلیم میں تحریک پاکستان کے قائدین میں ایک مستقل باب کے طور پر آنا چاہیے تاکہ موجودہ نسل اور آئندہ آنے والی نسلیں آپ کے زندہ تابندہ کردار سے آگاہی حاصل کر سکیں جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکستان کی نعمت عطا کی۔

مقصد اور مشن سے آپ کی وفاداری کا عالم یہ ہے کہ آپ نے دور جوانی میں یہ عہد کیا تھا کہ جب تک قیام پاکستان کی تحریک کامیاب نہ ہو جائے اور پھر اس میں مکمل ”نظام خلافت“ نافذ نہ ہو گا میں اس وقت تک تجرد (غیر شادی شدہ) کی زندگی بسر کروں گا چنانچہ آج بھی جب کہ آپ کی عمر ستر برس سے متجاوز ہے آپ عزم راسخ کے ساتھ اپنے عہدہ پر قائم ہیں۔ اس قدر عہد شعاری تقویٰ و پارسائی زہد و ورع اور اتنی پختہ بلند کرداری اللہ رب العزت کے نیک برگزیدہ اور صلحاء اولیاء کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اس لحاظ سے حضرت مجاہد ملت ایک درویش صفت مرد کامل اور ولی اللہ ہیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی آپ نے بھرپور کردار ادا کیا اور اس جرم کی پاداش میں آپ کو پھانسی کی سزا کا حکم بھی سنایا گیا جو بعد میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ

کے خاص لطف و کرم سے منسوخ ہو گیا اور اس سزا کو عمر قید میں بدل دیا گیا۔

الغرض نواب آف کالا باغ کے مظالم ہوں یا ایوبی آمریت ہو آپ نے ہر دور حکومت میں بڑے بڑے آمروں کے ساتھ ٹکری۔ اور ان کی آمریت کے خلاف نعرہ حق بلند کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ آپ کو اپنے مقصد سے منحرف کرنے کے لئے مختلف ادوار میں بڑے بڑے اہم مناصب کی پیش کش بھی کی گئی۔ لیکن آپ نے کمال شان استغنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر پیش کش کو ٹھکرا دیا اور کسی طرف توجہ نہ دی۔ باوجود اس کے آپ کا سیاسی قد کسی سے کم نہ تھا اگر دل میں دنیا کا حرص و لالچ ہوتا تو آپ اپنے لئے بہت کچھ بنا سکتے تھے۔ لیکن آپ نے جس طرز پر درویشانہ اور قلندرانہ زندگی بسر کی ہے وہ آپ کے عزم و ہمت اور زہد و تقویٰ کی منہ بولتی تصویر ہے۔ آپ نے اپنی عمر عزیز کو اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ ان تمام قومی و ملی اور سیاسی مذہبی خدمات کے صلہ میں کسی ذاتی منفعت و مفاد کا حصول آپ کے حاشیہ و خیال میں بھی نہیں گزرا یہاں تک کہ ان دنوں لاہور میں آپ جس مکان میں سکونت پذیر ہیں وہ بھی آپ کا ذاتی نہیں بلکہ کرائے پر لیا ہوا ہے۔ اور آپ کی گزراوقات کا انحصار عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں واقع آبائی آراضی کی آمدنی پر ہے۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی ایک انقلابی اور سیاسی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ دنیاے علم و فضل میں بھی اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں کے جدید تعلیم یافتہ طبقے اور علماء و مفکرین اور دانشوروں کے طبقہ میں بھی آپ کا نام بڑی قدر و منزلت اور عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ ۷۴-۱۹۷۳ میں میرے طالب علمی کے دور میں میری یادداشت کے مطابق کسی بھی علمی مجلس کا رنگ نہ جمتا تھا۔ اور نہ ہی کسی مجلس کی شان دو بالا ہوتی جب تک حضرت مجاہد ملت اپنے طرہ امتیاز کے ساتھ اس میں شریک نہ ہوتے۔ آپ اسلامیہ کالج لاہور میں ”شعبہ علوم اسلامیہ“ کے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ کے عہدے پر بھی کچھ

عرصہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا شغف بھی رکھتے ہیں۔ آپ نے مختلف قومی و ملی مسائل پر بہت سی کارآمد تصانیف رقم فرمائی ہیں۔ کچھ عرصہ قبل آپ نے ”امت مسلمہ“ کے مختلف گروہوں میں اتفاق و اتحاد کے لئے ”اتحاد بین المسلمین“ کے نام سے ایک نہایت جامع، قابل عمل اور بھرپور فارمولا پیش کیا۔ ہے جس میں آپ نے برصغیر کے مختلف مکاتیب فکر کے حامی لوگوں کو دعوت اتحاد دی ہے آپ کی اس علمی کاوش کو قومی سطح پر بڑی پذیرائی حاصل ہوئی اور تمام مکاتیب فکر کے لوگوں نے اس کو بے حد سراہا۔ آپ کے اس فارمولا کے اندر اس قدر جامعیت و ہمہ گیریت ہے کہ کوئی انکار کی جرات نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ آپ نے تحریک پاکستان کے حوالے سے بھی بہت سے علمی مقالات قلمبند کئے ہیں۔

جری اور بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ انتہائی رقیق القلب ہیں۔ نیز دین حق کے لئے اخلاص کے ساتھ کام کرنے والوں کے لئے قدر دانی اور شفقت و محبت کے جذبات رکھنا آپ کی سیرت و کردار کا ایک اور نمایاں ترین وصف ہے۔ آج کے اس پر آشوب دور میں اگر ان اکابر علماء کے اسمائے گرامی شمار کروں کہ جن کے اندر یہ صفت درجہ کمال تک پہنچی ہوئی ہے۔ تو وہ چند ہی ہوں گے۔ ان میں ایک نام حضرت غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ مخلصین دین کے لئے اس قدر شفیق تھے کہ جب بھی کسی سے ملتے تو پھر اسے اپنا ہی بنا لیتے۔ میں اپنے حوالے سے بات کرتا ہوں کہ جب میں بھی حضرت کاظمی صاحب سے ملا وہ اس قدر شفقت سے ملے کہ کبھی میرے چہرے پر بوسہ دیتے اور کبھی گردن دونوں طرف سے چومتے یہاں تک کہ ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے کبھی اس قسم کے پیار اور محبت کے جذبات حضرت پیر کرم شاہ صاحب کی شخصیت میں بھی نظر آتے ہیں کہ وہ بھی مخلصین دین حق کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتے ہیں۔ کسی کی ٹوٹی پھوٹی کوششوں کا اعتراف اور اس کے لئے شفقت و محبت کے

جذبات رکھنا بہت بڑی عظمت ہے۔ حضرت مجاہد ملت کی ذات میں بھی یہ خوبی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے گویا کہ رنگ میں کبھی جمال غالب ہوتا ہے تو کبھی جلال، آپ کی طبیعت میں شیروں جیسا رعب و دبدبہ پایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ میں شان جلالت کو غالب کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دین کی تمکنت کے لئے ان چیزوں کا ہونا لازمی امر ہے۔ آپ اس قدر رقیق القلب ہیں کہ آپ کی رقت و نرمی کو احاطہ میں بیان میں لانا مشکل ہے۔

سوچ اور فکر کے لحاظ سے حضرت کو میں نے ہمیشہ بڑا متوازن سوچ کا حامل پایا ہے۔ کسی بھی معاملہ میں ان کی سوچ کبھی بھی انتہا پسندانہ نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے وہ ہمیشہ علماء اور طلباء کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔ الحمد للہ ایسی شخصیت کا وجود اہل پاکستان کے لئے بالخصوص اور عالم اسلام کے لئے بالعموم اللہ پاک کی رحمت ہے۔

حضرت نیازی صاحب کو نبی پاک ﷺ سے عشق و محبت کا بھی وافر حصہ ملا ہے۔ آپ کے دل میں عشق و محبت رسول ﷺ کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اس باعث حضور رسالت ماب علیہ التحیہ والثناء کی عنایات بھی ان پر کمال درجہ کی ہیں۔ میری معلومات کی حد تک مدینہ منورہ کی حاضری کے دوران حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ پر خصوصی نوازشات و عنایات بھی کیں۔

آخر میں میں ”ادارہ منہاج القرآن“ پاکستان کے ساتھ ان کے قلبی لگاؤ کا بھی ذکر کرتا چلا جاؤں کہ حضرت مجاہد ملت اپنی عادت کریمہ کے مطابق ادارے کے لئے ہمیشہ دعا گورہتے ہیں۔ اور ان کی شفقتوں اور محبتوں اور ان کی نوازشات اور عنایات سے ہم ہمیشہ اپنے آپ کو ترپاتے ہیں اور ان کی دعاؤں کی پیش ہم ہر وقت اپنے اندر محسوس کرتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کے صدقے آپ کی عمر دراز فرمائے اور آپ کا سایہ سادیر امت مسلمہ کے اور مسلمانان پاکستان کے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

تحریک ختم نبوت کے روح رواں

(علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری)

علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری ۱۹۱۸-۱۹۸۹ء پاکستان کے ممتاز عالم دین جامعہ امجدیہ کراچی کے منتظم اعلیٰ اور جمعیت علماء پاکستان کے مقتدر رہنماؤں میں سے تھے۔ موصوف نے اپنے گرامی نامہ محررہ نومبر ۱۹۷۹ء میں حضرت مجاہد ملت کے بارے میں جو گلہائے عقیدت پیش کئے، درج ذیل ہیں (قصوری)

حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب سے میری پہلی ملاقات ۱۹۴۸ء یا ۱۹۴۹ء میں ہوئی تھی جب کہ ان کو مولانا محمد ذاکر صاحب مرحوم نے جامعہ محمدی شریف (ضلع جھنگ) کے سالانہ جلسہ میں دعوت دی تھی۔ اتفاقاً ان کو ایک شہزور گھوڑے پر سوار کر دیا گیا جو ان کو لے کر دوڑ پڑا۔ چونکہ وہ ماہر شہسوار تھے انہوں نے اس گھوڑے پر قابو پا لیا اور دور تک دوڑا کر اور تھکا کر اسے واپس جامعہ لائے۔

دوسری ملاقات اس وقت ہوئی جب کہ مرزائیوں، قادیانیوں کے خلاف لاہور اور پورے پاکستان میں پہلی تحریک چلی، اکابر علماء اور مجلس عمل کے اکثر لوگوں کو سوائے مولانا مودودی اور احتشام الحق تھانوی کے گرفتار کر لیا گیا تھا اور یہ گرفتاری کراچی میں ہوئی تھی۔ لاہور میں اکابر مجلس عمل سے سوائے دو آدمیوں کے کوئی نہ رہ گیا تھا۔ ایک مولانا داؤد غزنوی (الہمدیث) اور دوسرے مولانا مفتی محمد حسن (دیوبندی)۔ مولانا خلیل احمد قادری نے دونوں سے ملاقات کی ان دونوں نے تحریک کی قیادت سے انکار کر دیا، پہلے نے دل کی بیماری کا بہانہ کیا اور دوسرے نے لیس علی الجرح من جرح کا بہانہ بنایا۔ مولانا خلیل صاحب نے بتایا کہ تب حضرت مولانا نیازی نے مرکز تحریک یعنی مسجد وزیر خاں میں تشریف لا کر تحریک کی قیادت سنبھالی اور تا آخر جوانمردی سے ڈٹے رہے حتیٰ کہ ان کو گرفتار کر لیا گیا۔

اخبارات میں ان کی ایک پرانی تصویر اس زمانہ کی شائع کی گئی جب مولانا داڑھی نہیں رکھتے تھے اور یہ ظاہر کیا گیا کہ انہوں نے داڑھی منڈ والی ہے۔ اس کے بعد ان کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ پھر حکومت نے اس سزا کو عمر قید میں بدل دیا۔ اس زمانہ میں میں نے مولانا سے مسجد وزیر خاں میں ملاقات کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔

اس کے بعد بہت سی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ ان کو جمعیت علماء پاکستان کا جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔

چہ رخ چہ قد چہ جبیں لا الہ الا اللہ

(ڈاکٹر شیر محمد زمان اسلام آباد)

جناب ڈاکٹر شیر محمد زمان کا شمار وطن عزیز کے بزرگ اہل علم و قلم، مفکر، مفسر اور دانشور حضرات میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب مختلف تعلیمی اداروں میں کلیدی آسامیوں پر فائز رہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے وائس چانسلر رہے اور اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان اسلام آباد کے چیئرمین بھی۔ جہاں رہے شہل آفتاب و ماہتاب رہے۔

ذیل میں حضرت مجاہد ملت کے حضور ان کا ہدیہ خلوص درج کیا جا رہا ہے جس کے لفظ لفظ سے عقیدت و محبت فراواں نظر آرہی ہے۔ (قصوری)

مولانا محمد عبدالستار، خاں نیازی ایک عہد کی تاریخ ہیں، تابناک اور بے داغ تاریخ۔ جس طرح ان کے رخ زیبا کو دیکھ کر انسان بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ ”چہ رخ، چہ قد، چہ ”جبیں لا الہ الا اللہ“ بالکل اسی طرح ان کی راستی و پختگی فکر، ان کی حق گوئی و بیباکی، ہمت و استقلال اور عشق نبی ﷺ سے سرشاری کو دیکھ کر بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ”بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔ ممکن ہے کوئی اسے مبالغہ آرائی ٹھہرائے مگر جن اہل علم کو مولانا کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہوا ہے وہ میرے ایک ایک جملہ کی تائید کریں گے۔ بلاشبہ ان کی مجاہدانہ و قلندرانہ زندگی کو دیکھ کر عہد اولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ مولانا ظفر علی مرحوم نے قلندرانہ اسلوب میں کہا تھا۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی حرمت پر

خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کی پوری زندگی اس کی عملی تصویر ہے۔ تختہ دار پر بھی لٹکنے کی سزا کو قبول کر لیا، مگر عقیدہ ختم نبوت کی حرمت و عظمت سے سر مو انحراف نہ کیا۔ سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین اور ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حرمت و آبرو کی خاطر جان دینا، موت نہیں حیات سرمدی ہے۔ بقول حکیم الامت۔

ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

۵۔ اگست ۱۹۹۷ء

اسلام و پاکستان کے سچے شیدائی

(مولانا عبدالحکیم شرف قادری)

محترم و مکرم جناب میاں محمد صادق قصوری صاحب زیدہ مجددہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ و بركاتہ! مزاج شریف

آپ کا ارسال کردہ مکتوب گرامی موصول ہوا۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ ایک نئی کتاب ”نذر مجاہد ملت“ ترتیب دے رہے ہیں اس سے پہلے آپ دو جلدوں میں مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی مدظلہ العالی کا تذکرہ مرتب کر چکے ہیں۔ بے بسی اور قدر ناشناسی کے اس دور میں آپ کی مساعی لائق قدر ہیں۔ فقیر تہہ دل سے آپ کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔

آپ نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ میں بھی ”مجاہد ملت“ پر کچھ لکھوں، یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے مجھے اس بزم میں شریک کرنا مناسب جانا ورنہ حقیقت ہے کہ میرے قلم میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ ”مجاہد ملت“ کا صحیح تعارف کرا سکے۔ (شرف قادری)

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی مدظلہ العالی پیدائشی مجاہد اسلام ہیں۔ انہیں اگر سلطان صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری جیسے مجاہدین اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ کا بازوئے شمشیر بن اور گرز باطل شکن کہیں تو بجا ہے، دشمنان اسلام کے مقابل امام ربانی مجدد الف ثانی۔ شہید تحریک آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی، امام احمد رضا بریلوی، اور محدث علی پوری پیر سید جماعت علی شاہ (قدس اسرارہم) کی لکار کہیں تو مبالغہ نہیں وہ اقبال کے شاہین اور اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی کا مصداق اور تحریک پاکستان میں قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے ہراول دستے کے مجاہد چاہی ہیں، وہ اسلام اور پاکستان کے سچے شیدائی اور محافظ ہیں۔ ایک اجلاس میں ایک کانگریسی فکر کے حامل لیڈر نے کہا کہ ”اللہ تعالیٰ“ کا شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے ”مجاہد ملت

نے شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے اسے ڈانٹ پلائی، ”عصائے نیازی“ کو لہراتے ہوئے دیکھ کر اس لیڈر کے ہونٹوں پر مہر سکوت لگ گئی۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے ایسے عمل کی راہ نمائی فرمائیں جو جہاد کے برابر ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم کوئی ایسا عمل نہیں پاتے، پھر فرمایا۔ جب مجاہد جہاد کے لئے نکلے تو کیا تم یہ طاقت رکھتے ہو؟ کہ اپنی مسجد میں داخل ہو جاؤ۔ قیام کرو اور تھکو نہیں، روزے رکھو اور افطار نہ کرو، اس نے عرض کیا: اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ بخاری شریف عربی ص ۳۹۱)

حدیث شریف کا مطلب یہ کہ مجاہد کا دن رات عبادت میں گزرتا ہے، مولانا علامہ محمد عبدالستار خاں نیازی مدظلہ، واقعی مجاہد ملت ہیں۔ ان کی تمام زندگی اسلام اور پاکستان کی حمایت میں بسر ہوئی، نو جوانی کے دور سے آج تک جابر حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ڈنکے کی چوٹ پر کلمہ حق کہنا ان کا شیوہ رہا۔ ”امتناع فرعونیت“ امتناع قارونیت“ اور امتناع یزیدیت ان کا منشور رہا۔ ”کتاب وسنت“ ”اجماع امت“ اور فقہاء اسلام کے ارشادات کی حکمرانی بالفاظ دیگر مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے انہوں نے اپنا تن من دھن قربان کر دیا اور تمام توانائیاں صرف کر دیں، ایک دفعہ ایران گئے تو کسی نے ان کے طرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا ”ایں چیست؟“ (یہ کیا ہے؟) نیازی صاحب نے فرمایا ”ایں پرچم اسلام است“ (یہ اسلام کا جھنڈا ہے)

مجاہد ملت نے جوانی کے دور سے آج تک باجبروت حکمرانوں کے سامنے تلوار بلند کیا، جس کے نتیجے میں کئی دفعہ ان پر قاتلانہ حملے ہوئے، مقدمات قائم کئے گئے۔ پس دیوار زنداں رہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کے پائے استقامت میں اغزش نہ آئی، بلکہ محمدی پجھار کا یہ شیر خن گرج کے ساتھ منظر عام پر آتا رہا، حقیقت یہ ہے کہ ان کی زندگی کا بڑا حصہ کچہریوں کے چکر کاٹنے اور جیلوں میں بسر ہوا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں تمام مکاتیب فکر کے علماء شامل تھے، جب ۲۵ فروری کو قائدین گرفتار کر لئے گئے تو مجاہد ملت نے مسجد وزیر خاں لاہور کو مرکز بنا کر تحریک کو جاری رکھا۔ لاہور میں روزانہ دو جلسے ہوتے، ایک عصر سے پہلے دہلی دروازہ کے باہر اور دوسرا عشاء کے بعد مسجد وزیر خاں میں، مجاہد ملت دونوں جلسوں میں خطاب کرتے اور فدا یان ختم نبوت کو نئی حرارت عطا کرتے، ڈی ایس پی فردوس علی شاہ آپ کو گرفتار کرنے آیا تو رضا کاروں نے اسے دوازے پر روک لیا، تلخی بڑھی اور ایک رضا کار نے ڈی ایس پی کو چھرا مار کر قتل کر دیا۔ بالآخر مجاہد ملت قصور سے گرفتار ہوئے اور آپ پر دو مقدمات قائم ہوئے ایک ڈی ایس پی کو قتل کرنے کا اور دوسرا پاکستان سے بغاوت کا۔

پہلا مقدمہ تو ثابت نہ ہو سکا لیکن دوسرے مقدمے میں آپ کو سزائے موت سنائی گئی۔ سپیشل ملٹری کورٹ نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

”تمہاری گردن پھانسی کے پھندے میں اس وقت تک لٹکائی جائیگی جب تک تمہاری موت واقع نہ ہو جائے۔“
مجاہد ملت نے فرمایا۔

”بس یہی سزا لائے ہو؟ اگر میرے پاس ایک لاکھ جانیں بھی ہوتیں تو میں ان سب کو محمد مصطفیٰ ﷺ پر قربان کر دیتا۔ سزائے موت کا حکم سنتے ہیں یہ آیت کریمہ آپ کے دل میں آئی: خلق الموت والحیوة لیبْلُوکُمْ احسن عملاً (جس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل والا ہے) اس سے آپ نے یہ تاثر لیا کہ زندگی اور موت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے یہ لوگ میری زندگی نہیں لے سکتے اس سے آپ کو بڑا حوصلہ ملا۔ ایک لمحے کے لئے آپ پر خوف مرگ کا حملہ ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے یہ شعر زبان پر آیا۔

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جانے دیگر است

آپ یہی شعر پڑھتے ہوئے پورے اطمینان کے ساتھ کمرے سے باہر آئے تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل مہر محمد حیات نے یہ سمجھا کہ ملٹری کورٹ نے آپ کو بری کر دیا ہے، کہنے لگا نیازی صاحب مبارک ہو! آپ بری ہو گئے ہیں، اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ سزائے موت کا حکم سن کر بھی کوئی شخص اتنا ہشاش بشاش ہو سکتا ہے۔ ایسا حکم سن کر تو بڑے بڑے دلاوروں کا رنگ فق اور خون خشک ہو جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا میں اس سے بھی آگے نکل گیا ہوں۔

اس نے کہا کیا مطلب ہے؟

آپ نے فرمایا:

اب انشاء اللہ تعالیٰ! حضور پاک ﷺ کے غلاموں اور عاشقوں کی فہرست میں میرا نام بھی شامل ہوگا۔ وہ پھر بھی نہ سمجھا تو آپ نے فرمایا:

فزت مبرب الکعبۃ (رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں، مجھے شہادت کی موت نصیب ہوگی)۔

سات دن اور آٹھ راتیں پھانسی کی کوٹھری میں رہے۔ پھر مئی ۱۹۵۵ء میں اللہ تعالیٰ کا فضل حال شامل ہوا تو آپ کو باعزت بری کر دیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے راستے پر چلتے ہوئے حمایت حق اور استقامت کی توفیق عطا فرمائی اور سرخ رو فرمایا۔

مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی خاطر ”جمعیت علماء پاکستان“ میں شامل ہوئے۔ مئی ۱۹۷۳ء میں خانیوال میں جمعیت کا ”کل پاکستان نویشن“ منعقد ہوا۔ تو مولانا شاہ احمد نورانی کو جمعیت کا صدر اور مجاہد ملت کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا، تقریباً بیس سال تک یہ دونوں قدر آور لیڈر ایک ساتھ کام کرتے رہے، (پھر نورانی میاں نے خصوصاً رویہ کی وجہ سے) راستے بدل گئے جس کا پوری قوم کو قلق ہے۔

جہاد ملت، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں میل شریف ضلع بھکر کے حضرت فقیر قادر بخش نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں، آپ کو ضیائے مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ علامہ اقبالؒ کے عاشق زار ہیں اور ان کے سینکڑوں اشعار نوک زبان ہیں، عابد شب زندہ دار ہیں، آپ کے ڈرائیور کا بیان ہے کہ رات ٹھیک اڑھائی بجے بستر چھوڑ دیتے ہیں اور نماز تہجد ادا کر کے اور ادو وظائف میں مشغول رہتے ہیں۔

۲۔ جون ۱۹۶۸ کو مجلس صداقت اسلام لاہور کی طرف سے پہلی بار موثر انداز میں ”یوم رضا“ منایا گیا۔ جس میں مجاہد ملت نے بھی پر زور مقالہ پڑھا، ان کا مقالہ ”مقالات یوم رضا“ کے دوسرے حصے میں چھپ چکا ہے۔ یہ مقالات مولانا قاضی عبدالنبی کو کب رحمۃ اللہ علیہ نے تین حصوں میں مرتب کئے ہیں۔

مارچ ۱۹۸۲ء میں حکومت کویت، عرب امارات اور سعودیہ کی جانب سے امام احمد رضا بریلوی کے ترجمہ ”کنز الایمان“ اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر ”خزائن العرفان“ کی نادر و ضبطی اور تلفی کے احکام جاری کئے گئے۔ تو مجاہد ملت نے عرب امارت، کویت اور سعودیہ، کے سفیروں کو اصلاح احوال کے لئے تفصیلی خط لکھا، ۵ مئی ۱۹۸۵ء کو ورلڈ سلاک مشن، برطانیہ کی طرف سے ”ویمبلے ہال“ لندن میں ”حجاز کانفرنس“ منعقد کی گئی جس میں سعودی حکمرانوں سے اپیل کی گئی کہ اہل سنت و جماعت کے مطالبات تسلیم کئے جائیں۔ مجاہد ملت نے اپنی کتاب ”اتحاد بین المسلمین“ کے دوسرے حصے میں اس کانفرنس کا تفصیلی تذکرہ کرنے کے علاوہ ورلڈ اسلامک مشن یو کے کی کوشش سے شاہ فہد سے ملاقات کا تفصیلات بھی بیان کی ہیں۔ اس کے علاوہ ”کنز الایمان“ پر پابندی کا علمی و تحقیقی تجزیہ کے نام سے ایک پر مغز مقالہ لکھا جو مجلس رضا لاہور کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے تقسیم کیا گیا۔

مجاہد ملت سے راقم کی ملاقات ۱۹۷۴ء میں ہوئی۔ پہلے آپ لکشمی چوک کے ایک فلیٹ میں رہتے تھے، پھر اونکار روڈ اسلام پورہ (کرشن نگر) جمعیت علماء پاکستان کے سابق دفتر میں رہائش اختیار کر لی۔ چونکہ راقم جامع مسجد حامد یہ رضویہ، عمر روڈ میں جمعہ پڑھاتا ہے۔ مجاہد ملت لاہور میں ہوں تو اکثر دفعہ اس مسجد میں جمعہ ادا کرتے ہیں اس طرح ملاقاتوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔

۸۳-۱۹۸۳ء کی بات ہے کہ مجاہد ملت نے فون کیا کہ سمن آباد پروفیسر محمد طاہر القادری کی رہائش گاہ پر ایک ضروری میٹنگ ہے، اس میں آپ بھی شرکت کریں۔ کرم یہ فرمایا کہ لوہاری دروازہ خود تشریف لائے اور مجھے ساتھ لے گئے۔ طویل گفتگو کے بعد احسان الہی ظہیر کی کتاب ”البریلویہ“ کا جواب لکھنے کی ذمہ داری میرے سپرد کی گئی، حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ صدر مرکزی مجلس رضا لاہور سے بات ہوئی تو انہوں نے یہ کہہ کر حوصلہ دیا کہ آپ لکھیں ہم مجلس رضا کی طرف سے اسے شائع کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال تھی راقم نے دو کتابیں لکھیں۔ جن کے صفحات کی مجموعی تعداد چار سو تھی۔ دونوں کتابیں کثیر تعداد میں مجلس رضا، پھر رضا اکیڈمی اور رضا دارالاشاعت نے شائع کیں۔ ان میں ایک ”اندھیرے سے اجالے تک“۔ اور دوسری ”شیخے کے گھر“۔ یہ دونوں کتابیں ہندوستان میں بھی شائع ہوئیں۔

اسی طرح ۹ جون ۱۹۸۷ء کو ماڈل ٹاؤن پیر اعجاز احمد ہاشمی صاحب کی کوٹھی پر اپنے ساتھ لئے گئے جہاں آپ کے علاوہ دو چار دیگر حضرات تشریف فرما تھے، وہاں مجھے بتایا گیا کہ ہماری ورلڈ اسلامک مشن یو کے کی شاخ نے شاہ فہد سے ملاقات کر کے اپنے مطالبات پیش کئے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے علماء سے ملاقات کریں، اس مقصد کے تحت طے کیا گیا ہے کہ پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے پانچ پانچ علماء منتخب کر کے ایک وفد تشکیل دیا جائے جو سعودی علماء سے مذاکرات کرے۔ اس وفد میں تمہارا نام بھی شامل ہے۔

میں نے عرض کیا کہ جن مسائل پر علماء سعودیہ سے گفتگو کرنا مطلوب ہے، ان پر عربی میں مقالات لکھ لئے جائیں جو سعودی علماء کو پیش کر دیئے جائیں، اس کے بعد ضرورت ہو تو زبانی گفتگو کی جائے۔ اس سلسلہ میں راقم نے ”مسئلہ علم غیب اور توسل“ پر مقالہ لکھنے کی ذمہ داری قبول کی۔ اور دو اڑھائی ماہ میں دو مقالے لکھ لئے (۱) مدینہ العلم ﷺ (۲) حول مبحث التوسل، پانچ چھ ماہ بعد مجاہد ملت سے رابطہ ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ سعودی عرب میں حج کے موقع پر تین چار سو ایرانی ہلاک کر دیئے گئے تھے۔ اس لئے مذاکرات کا مسئلہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

الحمد للہ تعالیٰ یہ دونوں مقالے کتابچوں کی صورت میں شائع کر دیئے گئے بعد ازاں ”من عقائد اہل السنۃ“ میں شامل کر دیئے گئے۔

ایک دفعہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی صدر مجلس رضالاہور نے مجھے بیان کیا کہ نیازی صاحب فرما رہے تھے کہ مولانا شرف قادری کا قلم مضبوط ہے تو میں نے کہا کہ ان کا قلم بھی مضبوط ہے اور علم بھی مضبوط ہے۔

۱۳ دسمبر ۱۹۹۶ء کو راقم، ”مجاہد ملت“ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو انہوں نے جناب میاں محمد صادق قصوری زیدہ مجذہ صدر مجاہد ملت فاؤنڈیشن برج کلاں قصور کی لکھی ہوئی کتاب ”مجاہد ملت“ (مولانا عبدالستار خاں نیازی) کی پہلی جلد عنایت کی، راقم نے درخواست کی کہ اس پر دستخط بھی فرمادیں، انہوں نے درج ذیل عبارت لکھی:-

”عزیزم محترم حضرت مولانا عبدالحکیم شرف صاحب کے نظریہء پاکستان اور استحکام پاکستان کے لئے تحقیق انیق اور ایثار کی نذر۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۹۶ء محمد عبدالستار خاں نیازی سینیئر“

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ راقم نے مجاہد ملت کے فرمانے پر البریلویہ کے جواب میں دو کتابیں لکھیں تھیں ان پر مجاہد ملت نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

”بعض نام نہاد اور نافر جام لوگوں نے اختلاف اور انتشار پھیلانے کیلئے کتابیں لکھیں اور

ان کے عزائم مشومہ سے ہماری تحریک (اتحاد) کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہوا ہے۔ مگر ان کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کو بے نقاب کرنے کے لئے ”اندھیرے سے اجالے تک“ اور شیشے کے گھر“ جیسی تالیفات نے متلاشیان حق کے لئے کافی مواد فراہم کر دیا ہے اور قارئین کو بتا دیا ہے کہ کتاب و سنت میں کفار و منافقین کی بابت واضح اشارات کو شمع رسالت کے پروانوں پر چسپاں نہیں کیا جاسکتا۔“

مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی مدظلہ العالی اس وقت اسلام، مسلک اہلسنت اور پاکستان کے عظیم پاسبان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ صحت و تندرستی کے ساتھ تا دیر سلامت رکھے آمین۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان: ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ۔ ۱۶ جولائی ۲۰۰۰ء

تاریخی سرمایہ

(مولانا بشیر احمد انگریز)

مولانا بشیر احمد انگریز (۱۹۱۶ء-۱۹۹۳ء) تحریک پاکستان کے نامور کارکن، ممتاز سیاسی رہنما اور جادو بیان مقرر تھے۔ موصوف نے تحریک پاکستان میں حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم عالیہ کے ساتھ شانہ بشانہ کام کیا۔ دونوں بے تکلف دوست بھی تھے۔ مولانا انگریز نے اپنے گرامی ناموں محرمہ ۱۱ ستمبر ۱۹۸۵ اور ۳۱ مئی ۱۹۹۱ء میں حضرت مجاہد ملت کے یارے میں اپنے جن تاثرات کا اظہار کیا وہ پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ (قصوری)

(۱)

مولانا نیازی جس زمانہ میں ایم اے (عربی) کر رہے تھے میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں بی ٹی میں داخل تھا۔ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا ابتدائی دور تھا جس میں ہم سب شامل تھے۔ نیازی صاحب اس گروہ کے سرخیل اصحاب میں شمار ہوتے تھے۔ مارچ ۱۹۴۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے وسیع لان میں جو اجلاس فیڈریشن کے زیر اہتمام ہوا تھا جسے ”پاکستان کانفرنس“ بھی کہا جاتا ہے بلاشبہ تحریک پاکستان کے لئے اس نے مہمیز کا کام دیا تھا، اس میں خطبہ استقبالیہ نیازی صاحب نے ہی پیش کیا تھا۔ وہ خطبہ دیکھنے اور پڑھنے کی چیز ہے۔ نہ صرف مواد کے لحاظ سے بلکہ زبان اور form کے اعتبار سے بھی یہ خطبہ ایک تاریخی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس زمانہ میں اس خطبہ نے مخالفین پاکستان کے گھروں میں زلزلہ پیدا کر دیا تھا۔

نیازی صاحب آج بڑھاپے میں بھی ماشاء اللہ ایک بارعب شخصیت ہیں مگر اس زمانہ میں تو ان کا سراپا اتنا جاذب نگاہ اور دبدبہ والا تھا کہ دیکھنے والا دیکھتا رہ جاتا تھا۔ اس کانفرنس کے بعد حضرت قائد اعظم قریباً ایک ہفتہ لاہور میں قیام پذیر رہے اور روزانہ کسی نہ

کسی اجلاس میں تشریف لے جاتے تھے۔ وہ اتنے مسرور اور خوش تھے کہ جس دن واپس دہلی تشریف لے جا رہے تھے۔ اور رات کی گاڑی جب ہم انہیں See-Off کرنے کے لئے سٹیشن پر گئے تو بڑے جذباتی انداز میں فرمانے لگے **you have made Boys! a new history in** (بچو! تم نے اس صوبہ میں جو روایتی طور پر حکومت نواز تھا۔ ایک نئی تاریخ پیدا کر دی ہے۔)

القصد نیازی صاحب کا تحریک پاکستان میں حصہ لینا اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے ملک بھر کا دورہ کرنا ایک امر مسلم ہے اور اسی لئے وہ ہمارے مدد و مددگار ہیں۔

۱۱ ستمبر ۱۹۸۵ء

(۲)

ہمارا ملاپ ۲۱-۱۹۴۰ میں ”مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کی تنظیم میں ہوا۔ تحریک پاکستان کے سلسلہ میں اجتماعات ہوتے تھے تو ہم اکٹھے ہو جاتے تھے ہم عمر ہونے کی وجہ سے بے تکلفی بھی تھی لیکن میں اپنی طبیعت کے لحاظ سے ہمیشہ کچھلی صفوں میں بیٹھنے کو ترجیح دیتا تھا۔ کالج کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد میں ایک پرائیویٹ سکول میں ملازم ہو گیا جہاں مجھ پر جلسوں میں شمولیت پر کوئی قدغن نہیں لگ سکتی تھی۔ چنانچہ قیام پاکستان تک کئی اجتماعات میں ہم دونوں شریک ہوئے اور تقریریں کیں۔

نیازی صاحب کی تحریک پاکستان میں خدمات، ان کے خلوص، پاکیزہ جوانی، اور حق گوئی سے کون انکار کر سکتا ہے۔ وہ بہر حال ایک تاریخی سرمایہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں توفیق و سلامت رکھے۔

۳۱ مئی ۱۹۹۱ء

مرد حق مرد غازی

(مولانا شبیر احمد ہاشمی)

مولانا شبیر احمد ہاشمی چٹوکی ضلع قصور کا یہ مضمون ۱۹۷۹ء میں ”میلاد مصطفیٰ کانفرنس“ رائے ونڈ کے موقع پر ”اخبار العرب“ لاہور میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں ہفت روزہ ”الہام“ بہاولپور کے مجاہد ملت ایڈیشن ۲۸ مئی ۱۹۸۷ء میں چھپا۔ افادیت کے پیش نظر درج ذیل ہے۔ (قصوری)

لمباقد گویا۔

چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسمان

دوہرا جسم، مضبوط اعضاء، آواز بانگ درا، فکر پیام مشرق اور

چوں مرگ آید تبسم برب او

کا واضح ثبوت، گویا اقبالی کا مرد مومن، یہ ہیں مرد حق مرد غازی مولانا عبدالستار خاں نیازی آپ ۱۹۱۵ء میں ضلع میانوالی کے نیازی خاندان میں پیدا ہوئے، والد کا نام ذوالفقار علی خاں ہے۔ ابتدائی تعلیم میانوالی میں حاصل کی۔ اس کے بعد لاہور آ گئے اور اسلامیہ کالج لاہور سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد شعبہ اسلامیات کے صدر کے طور پر فرائض سرانجام دئے۔

دور طالب علمی سے ہی سیاست سے آشنائی کی جو تائیں دم جوں کی توں قائم ہے اور اس محاذ میں بھرپور جنگ لڑی جا رہی ہے۔ مولانا نے اپنی سیاست کا محور ”خلافت علی منہاج نبوت“ کو قرار دیا۔ اس مقصد کے لئے اولاً پاکستان ضروری تھا۔ ثانیاً اس میں اس عظیم پروگرام کا اجراء۔

قیام پاکستان کے لئے آپ نے سب کچھ پھونک دیا۔ کفن بردوش ہو کر متحدہ قومیت کے علمبردار کانگریسی ملاؤں اور برہمنی سامراج کے خلاف جہاد کیا۔ اور دو قومی نظریہ

کے لئے دلائل و براہین کے انبار لگائے۔ مضامین رقم کئے، تقریروں کا سلسلہ قائم کیا۔ عملی جدوجہد کو زیور بنایا اور قائد اعظم محمد علی جناح کے چند منظور نظر نو جوانوں میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ اقبال کی صحبت سے براہ راست فیض حاصل کیا۔ حکیم مشرق نے

”درد دل مقام مصطفیٰ“ اور
”ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست“

کا ایسا سبق دیا کہ مولانا نے ہر راجپال کے خلاف غازی علم دین شہید کا کردار ادا کیا۔ حضور سرور کونین معلم کائنات ﷺ کے عشق و محبت کا سرور ایسا سرمدی ہے کہ جسے یہ دولت نصیب ہو جائے وہ پھر مولانا نیازی کی طرح ہی مصلحت بینی کے چکر سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اور بقول مشاعرے۔

فقیہہ مصلحت میں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

نکل جاتی ہو چچی بات جس کے منہ سے مستی میں

کا مظہر بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا عبدالستار خان نیازی نے غلام محمد،

سکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان، امیر محمد خاں، اور ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف تحریکوں اور تنقیدوں کے سخت سے سخت لمحات میں عجب ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ کوئی دھونس، دھمکی اور لالچ اس مرد خدا مست کے طرے کو خم نہ کر سکا۔

مولانا نے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن سے اپنی سیاست کا آغاز کیا۔ صوبائی اسمبلی کے دو مرتبہ ممبر بنے۔ اور مشہور عالم پردہ بل پیش کیا۔ جب مسلم لیگ کی سیاست اغراض کا شکار ہو کر افسروں کے گھروں کی لونڈی بن گئی تو مولانا نے بھی علیحدگی اختیار کر لی اور آزاد حیثیت سے کلمہ، حق بلند کرنے لگے۔ چونکہ اس دوران جمعیت علماء پاکستان کی پالیسی یہ تھی کہ اسمبلی سے باہر رہ کر خالص دینی سیاست کو مثبت انداز سے پیش کیا جائے جب کہ مولانا نیازی سیاست کو اسمبلی اور پھر اسمبلی سے باہر دونوں جگہ چلانے کے قائل تھے۔ اس لئے جمعیت

سے الگ رہ کر اس کے مقاصد کی نگہبانی کی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے تختہ دار تک رسائی حاصل کی اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے آج تک بیسیوں مرتبہ جیل جانا پڑا۔

جمعیت علماء پاکستان میں شامل ہوئے تو اس وقت جمعیت کے صدر شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی مدظلہ (حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی کی وفات حسرت آیات ۲۱ جولائی ۱۹۸۱ء کو ہوئی اور سیال شریف ضلع سرگودھا میں دفن ہوئے۔ قصوری) نے آپ کو قومی اسمبلی کا ٹکٹ دیا۔ چنانچہ جمعیت کی سطح پر نوابوں کی مخالفت میں الیکشن میں حصہ لیا۔ مگر بھرپور غنڈہ گردی کی وجہ سے ۱۹۷۰ء کا الیکشن ہار گئے، بعد میں پنجاب کی سطح پر صاحبزادہ فیض الحسن جو کسی وقت جمعیت کو اپنے ہاتھ کی چھڑی اور جیب کی گھڑی سمجھتے تھے نے اپنی دبی ہوئی قیادت کو اجاگر کرنے کے لئے ون یونٹ کی تنسیخ کے بعد اپنے آپ کو جمعیت کا صوبائی صدر ہونے اعلان کر دیا، تو ان کے مقابلے میں فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی اعجاز ولی خان صاحب نے اپنا گروہ تشکیل دیا۔

اس تصادم کا توڑ خواجہ سیالوی نے یوں کیا کہ دونوں گروپ توڑ کر مولانا نیازی کو پنجاب کے لئے کنونیر نامزد فرمایا۔ آپ نے جمعیت کی تشکیل کیلئے شب و روز ایک کر دیا۔ اور مدرسہ مظہر العلوم ملتان میں بھرپور کنونشن بلایا۔ جس میں مولانا نورانی کو ”قائد اہلسنت“ کا خطاب دیا گیا۔ ابراہیم برق، غلام حیدر بھروانہ، اور نذیر سلطان کی اسمبلی میں شرمناک داستانوں کے باعث رکنیت ختم کی گئی۔ اور وہیں مولانا نیازی کو پنجاب کا صدر منتخب کیا گیا اور مولانا محمد شریف رضوی کو ناظم اعلیٰ بنایا گیا۔ بعد میں خانیوال کنونیشن میں مولانا نورانی مرکزی صدر اور آپ ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ دوسرے اجلاس ملتان میں دوبارہ مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب ہو گئے اس طوفانی دور میں بھٹو کا دور عروج بھی اور دور زوال بھی، متحدہ جمہوری محاذ بھی اور قومی اتحاد بھی، مارشل لاء بھی اور نام نہاد سول کابینہ بھی، مولانا نیازی کا کردار اس

درمیان میں بڑا مثالی، قابل فخر اور جمعیت کا سرمایہ افتخار رہا۔ آپ نے صدر جمعیت مولانا شاہ احمد نورانی کا دست و بازو بن کر اور مولانا نورانی نے نیازی کا مخلص ساتھی بن کر محبت و خلوص اور جذبہ دین کی ایسی مثال پیش کی کہ پوری سیاست اس پر حیران ہے کہ مولانا نیازی سراپا قدوسی و جبروت اور مولانا نیازی مکمل جباری و قہاری، لیکن لوگوں نے دیکھا کہ یہ دو قالب ایک جان ہو کر بنتا ہے مسلمان کا واضح ثبوت بن گئے۔

جمعیت کے دشمن عناصر کے لئے یہ کھلا چیلنج ہے کہ جمعیت کی قیادت کا مقابلہ وہ پیش نہیں کر سکتے یہ بالغ نظر، معاملہ فہم دیدہ ور اور محبت وطن قیادت صرف جمعیت ہی کو حاصل ہے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی اس عالم پیری میں بھی پورے ملک میں طوفانی فرما رہے ہیں۔ تنظیم کو ایک مثال بنا دیا ہے۔ جمعیت کے موقف سے ملک کے باشعور طبقہ کو آگاہ کیا ہے۔ غرضیکہ مولانا نیازی، جمعیت علماء پاکستان کا وہ علمی اثاثہ ہیں جس پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے۔ خدا نے بیک وقت دینی و دنیاوی علوم کا پیکر بنایا ہے۔ مغربی مفکرین کی حضور سرور کائنات ﷺ اور اسلام کے متعلق آرا نوک زبان ہیں۔ اقبال کے اشعار پر بے باندھے کھڑے ہیں۔ آیات و احادیث، اقوال اکابر کی عربی عبارات اس روانی سے چلتی ہیں کہ جو ایک مقتدر فاضل ہی پیش کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ لہجے کی گھن گرج، تنقید کا جرمانہ اور پڑ رعب انداز، استدلال کی قوت ان کی تقریر کا سرمایہ ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری کو ملتان سنی کانفرنس میں پیش فرمایا۔ وہ قوم کا نعرہ بن گیا۔ آج پوری قوم حقیقت کا تحفظ فتاویٰ عالمگیری میں سمجھتی ہے۔ یہ مولانا نیازی ہی کی کرامت ہے۔

پاکباز مجاہد ملت

میاں محمد شفیع (م ش)

میاں محمد شفیع (م ش) ۱۹۱۴ء-۱۹۹۳ء تحریک پاکستان کے نامور مجاہد اور وطن عزیز کے صف اول کے صحافی تھے۔ موصوف قائد اعظم رحمۃ اللہ اور علامہ اقبال کے عاشق زار تھے۔ مجھے ناچیز پر بزرگانہ شفقت فرماتے تھے۔ حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ ۱۹۸۷ء میں میری درخواست پر انہوں نے مجاہد ملت کے بارے میں اپنے گرانقدر تاثرات کا اظہار یوں کیا۔ (قصور)

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی مدظلہ، میرے دوست بلکہ بھائی ہیں لیکن وہ اخلاقی اور روحانی طور پر جس مقام پر فروکش ہیں، اس مقام سے ان کے ساتھ میرا رشتہ ایک پاکیزہ شخصیت سے ایک ادنیٰ نیاز مند کی محققت مندی کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔ میں انہیں پچاس سال سے زائد عرصے سے سرگرم عمل دیکھ رہا ہوں۔ اس دور میں جب کہ وہ اس صدی کے چوتھے عشرہ میں ایک طالب علم تھے۔ ازاں بعد پانچویں عشرے میں جب کہ وہ ”تحریک پاکستان“ اور ”خلافت پاکستان“ کے ہر اول دستے کے ایک مجاہد پاکباز تھے۔ پھر چھٹے عشرے میں جب کہ وہ تحریک ”ختم نبوت“ کے سرخیل تھے۔ پھر ساتویں عشرے میں جب کہ وہ ایوبی، کالا باغی فسطائی ڈکٹیٹر شپ کے خلاف سرگرم عمل رہے اور اس کے بعد آٹھویں عشرے میں جب کہ انہوں نے بھٹو ازم کے خلاف متحدہ محاذ میں شامل ہو کر اپنی سرفروشانہ روایات میں چار چاند لگائے اور اب اس عشرے میں جب کہ انہوں نے اسلام کا نقاب اوڑھے ہوئے جنرل محمد ضیاء الحق کی ڈکٹیٹر شپ کے خلاف اپنے آپ کو سینہ سپر کئے ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں ان تمام ادوار میں سرسکندر حیات سے لے کر جنرل محمد ضیاء الحق تک ہر قسم کے جاگیر دارانہ حکمرانوں اور جرنیلانہ ڈکٹیٹروں کے خلاف خلوص، للہیت، عزم و توکل، صبر و سکون سے مردانہ وار سرگرم

جہاد کیا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہوں کہ شاید غلو نہ ہو کہ حسب مقدار اور حسب توفیق خلوص کے ساتھ رہا ہے۔ میری ان سے ایک اور واسطے سے بھی نسبت ہے اور وہ ہے اعلیٰ حضرت مولوی محمد ابراہیم علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے قلبی عقیدت، ان کی شخصیت سے گہرا قلبی لگاؤ۔

حضرت مولوی محمد ابراہیم علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے ایک تاریخی خاندان کے فرد فرید تھے۔ ان کے والد گرامی مولوی محمد محرم علی چشتی ”قطب دوراں ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑے صحافی سیاستدان تھے۔ ان کا اخبار جو انیسویں صدی کے آخر میں لاہور سے جاری ہوا تھا۔ اور جو بیسویں صدی کے پہلے عشرے تک جاری رہا اور جو ”رفیق ہند“ کے نام سے جانا جاتا تھا، اپنے دور کا ایک بہت قابل احترام ہفتہ وار پرچہ تھا۔ اس پرچے کے مدیر کی حیثیت سے مولوی محمد محرم علی چشتی نے اپنے پر زور قلم سے جرات مندانہ اظہار رائے کی پاداش میں جیل یا تراس بھی کی تھی۔ مولوی محرم علی چشتی لاہور کے شہرہ آفاق چشتی خاندان کے رکن تھے۔ جس کے اراکین اپنے زہد و اتقاء، اپنے علم و فضل اور اپنے اسلامی اثر و رسوخ کی بنا پر مختلف ادوار تاریخ میں عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ مولوی محمد ابراہیم علی چشتی کے نانا حضرت خواجہ مستان شاہ صاحب بھی قطب الاقطاب تھے۔ وہ فارسی میں صاحب الاثر ہونے کے علاوہ شاہان عصر کے مرجع، عقیدت تھے۔ امیر دوست محمد خاں والی افغانستان ان کے دست حق پرست پر سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ میں بیعت تھے۔ مولوی نور احمد چشتی جو شہرہ آفاق کتاب ”تحقیقات چشتی“ کے مصنف تھے۔ مولوی محمد ابراہیم علی کے حقیقی چچا تھے۔ اس عظیم علمی، دینی اور سیاسی خاندان کے چشم و چراغ کی حیثیت میں مولوی محمد ابراہیم چشتی جس شخصیت کے مالک تھے ان کا ذکر ممکن ہی نہیں۔ وہ اخلاقی، روحانی، ذہنی اور علمی طور پر ایک نادرہ روزگار شخصیت تھے۔ ان کی دین سے وابستگی، ان کی علمی وجاہت، ان کی اخلاقی عظمت، ان کی روحانی پاکیزگی اور ان سب سے بڑھ کر ان کی اپنے دوستوں اور نیاز مندوں سے غیر معمولی شفقت۔ ان سب امور کی بناء پر وہ ایک عظیم ادارہ اور انسٹی ٹیوشن کی حیثیت رکھتے تھے۔

مولوی محمد ابراہیم علی چشتی کے آفتاب علم و فضل کی شعائیں مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی پر فراواں نثار تھیں۔ میں بہت پسماندگی کے مقام سے اس آفتاب علم و عمل کا ایک ادنیٰ ترین نیاز مند تھا۔ اس لحاظ سے میں ان چند خوش نصیب لوگوں میں شامل ہوں جو مولوی محمد ابراہیم علی چشتی کے ”پسہ اخبار“ (انارکلی) سٹریٹ میں بالا خانے پر باقاعدگی سے جمع ہوتے تھے۔ مختلف مسائل پر ان کی مشاورت کی مجلسوں میں شریک ہونے کے لازوال شرف سے بہرہ یاب تھے۔

نیازی صاحب کو میں ایک پاکباز، پاک بین اور پاک استاد کی حیثیت سے تو جانتا ہوں لیکن ایک عام پاکستانی شہری اور سیاسی کارکن کی حیثیت سے میں انہیں ایک عظیم معاملہ فہم، دور رس اور عظیم محبت وطن کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہوں۔ میرے خیال کے مطابق وہ اس وقت پاکستان کے سب سے زیادہ تجربہ کار، پختہ کار اور صاحب فہم و فراست سیاستدان ہیں مجھے ہر اس شخص سے جو پاکستان میں جمہوریت ”ج“ کا نام بھی لیتا ہے اور جو ”ڈکٹیٹر شپ“ کے خلاف اپنے ذہن کے کسی کونے میں بھی مخالفت کی کوئی رفق رکھتا ہے، بے حد احترام کا تعلق خاطر پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمارے ملک کے سیاستدانوں نے تو ہمیشہ قلابازیاں کھائی ہیں اور اپنے آپ کو اضحوکاء روزگار بنایا ہے۔ لیکن حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی واحد سیاست دان ہیں جن کے متعلق میں اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے عملی سیاست میں کبھی کوئی غلط اقدام نہیں کیا۔

مولانا نیازی ایک بہت محبوب شخصیت رکھتے ہیں وہ اپنے دوستوں اور اپنے نیاز مندوں کے لئے صرف دعا ہی نہیں کرتے بلکہ ان کی داء درء قلمے قدے سخن ہمہ وقت خدمت پر آمادہ رہتے ہیں۔ وہ ایک انتہائی سیرچشم اور خود آرا انسان ہیں۔ ان کی سب سے بڑی نیاز گاہ بارگاہ رسالت مابینہ سے غیر فانی وابستگی اور عقیدت ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو صحت اور لمبی عمر بھی عطا فرمائیں تاکہ وہ امت محمدیہ، ملت ابراہیمیہ اور پاکستان کی بیش از بیش خدمات انجام دیتے رہیں۔ آمین

زندہ رود

(چوہدری غلام رسول ازہر لاہور)

چوہدری غلام رسول ازہر ۱۹۲۴-۱۹۹۴ء بہت بڑے دانشور، مشہور شاعر اور صف اول کے ادیب تھے۔ موصوف لیکچرار، مجسٹریٹ، سپیشل اینٹی کرپشن جج اور ڈائریکٹر آرٹس کونسل لاہور کی آسامیوں پر فائز رہے۔ مگر عجز و انکسار کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ مجھ حقیر پر بے پناہ شفقت فرماتے تھے اور تادمِ زیست اپنے گرامی ناموں سے نوازتے رہے۔ جن دنوں میں حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم عالیہ کی سوانح و خدمات پر اپنی کتاب ”مجاہد ملت“ جاہد اول لکھ رہا تھا۔ اس دوران انہوں نے اپنے گرامی ناموں محررہ ۲۶۔ اپریل ۱۹۹۰ء، ۵ مارچ ۱۹۹۱ء میں حضرت مجاہد ملت کے حضور جو خراج تحسین پیش کیا وہ درج ذیل ہے۔ (قصوری)

(۱)

مولانا نیازی ہمارے دور کے زندہ رود ہیں۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ اس ”مرد مجاہد“ پر قلم اٹھایا۔ ان کا دم مغتنم ہے۔ آپ خاص طور پر ان سے وہ احوال ضرور لکھوائیں جو تحریک پاکستان کے باب میں ان کے مشاہدے میں ہیں اور حضرت قائد اعظمؒ اور تاسیس پاکستان کے ضمن میں اہم ہیں۔ اس سے آپ کی کتاب کو بطور ایک اہم دستاویزی شہادت کے پیش نظر، نہ صرف اہمیت بلکہ ابدیت حاصل ہوگی۔ میں خوش ہوں کہ آپ بہت مفید کام کر رہے ہیں۔

۲۶۔ اپریل ۱۹۹۰ء

(۲)

کیا مجاہد ملت جناب مولانا عبدالستار خاں نیازی والی تالیف طبع ہو چکی ہے یا ابھی

زیر طبع ہے۔ اگر طبع ہو چکی ہو تو از رہ کرم ایک ”نسخہ کیمیا“ سے فیض یاب فرمائیں کہ وہ مرد
مجاہد حق گوئی و بیباکی کا مظہر ہے۔

۔ آئین جوانمراں حق گوئی و بیباکی
اور شان قلندری رکھتا ہے:

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

۵۔ مارچ ۱۹۹۱ء

سلامت طبع بزرگ

(میاں محمد افضل لاہور)

میاں محمد افضل محبت وطن، ہمدرد ملت اور نظریہء پاکستان کے عظیم مبلغ ہیں۔ موصوف پاکستان کے ان گنے چنے دانشوروں میں سے ہیں جو وطن عزیز کی دگرگوں حالت پر خون کے آنسو روتے ہیں۔ ان کی تازہ کتاب ”سقوط بغداد“ سے سقوط ڈھاکہ تک“ ہمارے دعوے کی منہ بولتی تصویر ہے۔ موصوف ایک اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز ہیں۔ مگر ان میں افسری کی جھلک تک نہیں ہے۔ سادہ مزاج، درویش صفت اور رزق حلال کھانے والے انسان ہیں۔ حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم عالیہ کے بارے میں ان کے ”تاثرات“ پیش خدمت ہیں۔ (قصوری)

(۱)

”میں مولانا عبدالستار خان نیازی جیسے اصحاب شہیر کے مقام کے کہیں آس پاس بھی نہیں پھٹک سکتا۔ وہاں بلندی ادھر تمام پستی ہی پستی۔ مولانا کی تحریک پاکستان میں کنٹری بیوشن ہے جس کا کماحقہ، اعتراف ان ہونا باقی ہے۔ مولانا کی سب سے بڑی خوبی میرے نزدیک سلامتی طبع ہے، ورنہ دو چار بار جلسوں سے خطاب کرنے کے بعد بڑے بڑے لوگ بہک جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔“

۲۳ ستمبر ۱۹۹۹ء

(۲)

میں اپنے آپ کو اس لائق نہیں سمجھتا ہوں کہ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کے متعلق کچھ لکھوں۔ اتنا جانتا ہوں کہ ان کا شباب مثل آئینہ صاف و شفاف تھا، بے داغ تھا اور پیری مثل شیر ”نورانی“۔ سیاست عبادت سمجھ کر کرتے ہیں، نہ لوگوں پر الزام عائد

کرتے ہیں اور نہ ان پر کوئی الزام لگایا گیا۔ وزارت کی لیکن وزیرانہ نہیں بلکہ درویشانہ۔ ہمارے ہاں بڑے بڑے لوگ حتیٰ کہ بعض اصحاب جبہ و دستار تک، سیاسی حمام میں داخل ہو نے پر ننگے ہو گئے لیکن مولانا موصوف کو سیاست کے میدان میں آدھی صدی سے زیادہ گزر گئی۔ ابھی تک تہمت سے محفوظ و مامون ہیں۔ یہ بڑی بات ہے۔ عالم پائے کے ہیں لیکن سیاست نے ان کے عالمانہ پہلو کو نظروں سے ذرا ابو جھل کر دیا ہے۔ تاہم وہ ان چند علماء میں شامل ہیں کہ فہم دین نے جن کی زندگی کو اجلایا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس ہمارے سیاسی علماء کی اکثریت اقتدار و اختیار سے منسوب اخلاقی سرطان میں مبتلا ہو کر عالمانہ کردار کے لئے دشنام بن چکی ہے۔“

۹۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء

مولانا عبدالستار نیازی، واقعات کا سلسلہ

(حکیم محمد انور بابر)

حکیم محمد انور بابر (۱۹۲۲-۱۹۷۷ء) تحریک پاکستان کے کارکن، مسلم لیگ کے سپاہی اور حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم عالیہ کے جگری دوست تھے۔ پوری زندگی حضرت مجاہد ملت کے ساتھ وفاداری میں بسر کی۔ ۱۹۷۲ء میں حق گوئی و بینا کی وجہ سے جب حضرت مجاہد ملت، بھٹو حکومت کی قید و بند میں تھے۔ تو حکیم صاحب نے یہ مضمون لکھ کر ملت اسلامیہ پاکستان کو بتایا کہ حضرت مجاہد ملت کی کیا خدمات ہیں اور ان کی شخصیت کس پایہ کی ہے۔ مفت روزہ ”زندگی“ لاہور بابت ۲۰ نومبر ۱۹۷۲ء سے شکر یہ کے ساتھ یہ مضمون نقل کیا جاتا ہے۔ (قصور)

مولانا عبدالستار خاں نیازی نے ۱۹۳۹ء میں خلافت پاکستان اسکیم کے نام سے ایک مفصل کتابچہ لکھا اور اسے سر عبد اللہ ہارون کی سربراہی میں قائم شدہ مسلم لیگ کی ”سفارشات کمیٹی“ میں پیش کیا۔ یہ سب سے پہلی اسکیم تھی جس میں مشرقی و مغربی پاکستان کے درمیان ”کاری ڈور“ کے لئے علاقے کا مطالبہ شامل تھا۔ مولانا نے خوب زور دیا تھا کہ اگر ”کاری ڈور“ کے حصول کی کوئی صورت نہ نکالی گئی تو ایک وقت آئے گا کہ بھارت مشرقی اور مغربی پاکستان کے حصوں کو الگ الگ کر دے گا۔ قائد اعظم نے ”قرارداد لاہور“ کے موقع پر ۱۹۴۰ء میں پہلی بار ”کاری ڈور“ کا ذکر بھی فرمایا۔

نیازی صاحب ”مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کے بانی صدر تھے۔ اس کا قیام علامہ اقبال کے ارشاد پر عمل میں آیا تھا۔ اس فیڈریشن نے تحریک پاکستان میں جو کردار ادا کیا وہ کسی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اسلامیہ کالج لاہور میں ”مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کے زیر اہتمام قائد اعظم کی زیر صدارت جلسہ عام منعقد ہوا تھا جس میں پاکستان کے لئے رائے

عامہ ہموار اور منظم کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ قائد اعظم نے مولانا نیازی کو اس کمیٹی کا صدر نامزد کیا اور انہوں نے قریہ قریہ گاؤں گاؤں جا کر مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں۔

قائد، نوجوان نیازی کو کس قدر عزیز رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ۱۹۴۲ میں مسٹر خالد لطیف گابا کے دیوالیہ ہو جانے سے لاہور کے شہری حلقے میں اتنا اب ہونا قرار پایا۔ قائد اعظم نے عبدالستار خان نیازی کو جو اس وقت ایم اے کے طالب علم تھے۔ امیدوار نامزد کیا۔ اور ملک برکت علی مرحوم کو ٹیلی فون پر ہدایت کی کہ نیازی صاحب کے لئے زر ضمانت فراہم کی جائے اور کاغذات نامزدگی داخل کرائے جائیں۔ صوبائی مسلم لیگ نے میاں امیر الدین کو ٹکٹ دیا تھا۔ لیکن قائد اعظم نے نیشنل ڈیفنس کونسل کی رکنیت کے سلسلے میں سر سکندر حیات سے اختلاف کی بنا پر نیازی صاحب کو مقابلہ پر آ جانے کا حکم دیا۔ نیازی صاحب کو بیس ہزار روپے کی پیش کش کی گئی کہ وہ مقابلے سے دستبردار ہو جائیں لیکن ان کا جواب تھا کہ بکے اور جھکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے میدان میں اترے اور وہ حکم میں گئے تو دستبردار ہو جاؤں گا۔ ورنہ ہرگز ہرگز نہیں۔ بعد میں جب سر سکندر حیات نے اپنے روپے میں تبدیلی پیدا کر لی تو قائد اعظم نے مولانا نیازی کو کاغذات واپس لینے کا حکم دے دیا۔ اور وہ فی الفور دستبردار ہو گئے۔

۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر میانوالی کی صوبائی نشست پر انتخاب لڑا اور نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے کے بعد خلافت پاکستان گروپ قائم کر کے اسمبلی کے اندر اور باہر سرگرم رہے۔ اور پیر صاحب مانکی شریف کے ساتھ مل کر نفاذ شریعت کے مطالبے کے سلسلے میں پورے پاکستان کے طوفانی دورے کئے۔ پنجاب میں نواب ممدوٹ کی شکست کے بعد ”گورنر راج“ نافذ کیا گیا۔ تو مسلم لیگ کی تنظیم تقریباً مفلوج ہو کر رہ گئی۔ اسی موقع پر مولانا نیازی کو مسلم لیگ سے نکالنے کی سازشیں ہوئیں۔ چنانچہ انہوں نے لاہور میں سہروردی اور پیر صاحب مانکی شریف کے ساتھ مل کر ”آل پاکستان

مسلم لیگ ورکرز کنونشن“ (۱۹۵۰ء) منعقد کرایا۔ جس میں ”آل پاکستان عوامی مسلم لیگ“ کا قیام عمل میں آیا۔ حسین شہید سہروردی اسکے صدر اور خود نیازی صاحب سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ جب سہروردی نے نواب ممدوٹ کی جناح مسلم لیگ کے ساتھ ادغام کا اعلان کیا تو پھر نیازی کا راستہ سہروردی سے الگ ہو گیا۔ اس کے بعد خان لیاقت علی خان نے انہیں دو لاکھ روپے نقد ایک جیپ میانوالی سے اسمبلی کا ٹکٹ (بلکہ بلا مقابلہ کامیابی) کی پیش کش کرتے ہوئے اپنے ساتھ ملانا چاہا۔ مگر نیازی صاحب نے یہ کہہ کر پیش کش رد کر دی۔ ”اگر سہروردی غلط ہو گیا ہے تو آپ کہاں صحیح ہو گئے؟“ چنانچہ ۱۹۵۱ میں میانوالی سے آزاد امیدوار کی حیثیت سے انتخاب لڑا اور کامیاب رہے۔

۱۹۵۳ء کے اوائل میں حضرت مجد دالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شرکت کے لئے زائرین کی ایک جماعت بھارت گئی۔ مولانا نیازی بھی اس میں شامل تھے۔ ہر سال اس موقع پر بھارتی حکام پاکستانی زائرین کے لئے دعوتوں اور تقریبات کا اہتمام کرتے تھے۔ نیازی صاحب نے ساتھی زائرین کو بتادیا کہ وہ ہندوؤں کی دعوت میں شریک نہ ہوں گے۔ ایک روز ایک ایسی ہی تقریب میں ایک ہندو لیڈر نے تقریر جھاڑی کہ تقسیم کے موقع پر ہونے والے فسادات میں دونوں طرف سے زیادتیاں ہوئیں۔ نیازی صاحب اس وقت مسجد میں تلاوت قرآن مجید میں مصروف تھے۔ انہیں اطلاع ملی تو سیدھے جلسہ گاہ میں پہنچے فضا میں خیر سگالی کے قہقہے بلند ہو رہے تھے۔ ان کے جاتے ہی سناٹا طاری ہو گیا۔ آپ نے تلاوت قرآن پاک کے بعد یہ شعر پڑھا۔

کیا نہیں ہے غزنوی کا رگہ حیات میں

بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہل حرم کے سومات

اور پھر ہندوؤں کو کھری کھری سنائیں۔ آپ نے گرج دار آواز میں کہا۔

”ہندوستان پر محمود غزنوی نے بار بار حملے اسی لئے کئے کہ ہر حملے کے بعد

ہندو ریاستیں اس کی اطاعت قبول کر لیتیں مگر اس کے جانے کے بعد فوراً پھر سر اٹھا لیتیں اور معاہدات سے منکر ہو جاتیں۔ اس لئے معاہدات کی تکمیل کے لئے غزنوی کو ہندوستان پر بار بار ضرب لگانے کی ضرورت پیش آتی رہی۔ ہندو قوم کی ذہنیت یہ ہے کہ ہمیشہ طاقت ور کو اپنا دیوتا بناتی ہے اور کمزوروں کا ناک میں دم کر دیتی ہے۔ یہ غلط ہے کہ مسلمانوں نے ہندو عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر ظلم کیا۔ البتہ ہندوؤں کے ہاتھوں ساری سیاہ کاریاں سرزد ہوئیں ہم اس کا قصاص ضرور لیں گے۔ پاکستان کی بزدل لیڈر شپ نے قوم کو جہاد کے لئے تیار نہیں کیا۔ ورنہ اس وقت تک مسلمان حساب بیاک کر چکے ہوتے۔“

بھارتی حکومت نے اس واقعہ کا سختی سے نوٹس لیا اور فوری طور پر بھارت میں نیازی صاحب کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔

۱۹۵۳ء میں ”تحریک تحفظ ختم نبوت“ میں بڑا اہم کردار ادا کیا مجلس عمل کے اراکین کراچی میں گرفتار ہوئے تو لاہور میں تحریک ڈبڈبانے لگی۔ نیازی صاحب اس وقت ڈٹ کر سامنے آئے اور مسجد وزیر خاں میں زبردست تقریر کی اس سے پانسہ پلٹ گیا اور دوسرے روز شہریوں کا ہجوم ”تحریک ختم نبوت“ میں شامل ہو کر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرنے کی خاطر گورنر ہاؤس اور وزیر اعلیٰ ممتاز دولتانہ کی کوٹھی پر اڑا آیا۔ فردوس شاہ نامی ایک ڈی ایس پی پولیس کی بھاری نفری کے ساتھ قابو پانے کے لئے آیا۔ کسی نے ہجوم کو بتا دیا کہ اس ظالم نے قرآن مجید کو ٹھوکریں ماری ہیں۔ اس پر ہجوم پھرے ہوئے نوجوان خنجر لے کر ڈی ایس پی پر حملہ آور ہوئے اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

کہتے ہیں کہ فردوس شاہ کے قتل کی خبر دولتانہ صاحب کو پہنچی تو انہوں نے اپنے سیکرٹری ذاکر قریشی کو اس قتل کیس میں مولانا نیازی کو بھی دھر لینے کا حکم دیا۔ اس دوران پانچ مارچ کو مارشل لاء کے نفاذ کا اعلان کر دیا گیا۔ پولیس نیازی صاحب کی تلاش میں تھی۔ انہوں نے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرنا چاہا۔ مگر احباب نے انہیں یہ کہہ کر روک لیا کہ

جب تک ۹ مارچ کو پنجاب اسمبلی میں تقریر نہیں کر لیتے گرفتاری مفید نہیں۔ بعد میں اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔ نیازی صاحب پہلے تو لاہور میں ہی کسی جگہ ٹھہرے تھے پھر احباب نے فیصلہ کیا کہ انہیں یہاں سے منتقل کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ کو قصور لے جایا گیا۔ اس وقت لاہور شہر کے چاروں طرف فوج کا گھیرا تھا۔ فوج اور پولیس ہر آنے جانے والے کی تصویر لیتی۔ مگر مولانا نیازی کسی نہ کسی طرح اس گھیرے میں سے بخیر و عافیت گزر جانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ یہ پولیس کے لئے زبردست بدنامی کا باعث تھا۔ پولیس نے خفت مٹانے کے لئے میرے مکان سے نیازی صاحب کی زمانہء طالب علمی کی ایک تصویر برآمد کی۔ (نیازی صاحب ۱۹۴۲ء تک داڑھی منڈواتے تھے) اور یہ کہہ کر اخبارات میں شائع کر وادی کہ نیازی داڑھی منڈوا کر نکل بھاگا ہے۔ بد قسمتی سے اب بھی کئی لوگ پولیس کی اس مکروہ حرکت کو صداقت کا نام دیتے ہیں۔ قصور میں نیازی صاحب گرفتار ہوئے تو بغاوت اور فردوس کے قتل کے الزامات میں مقدمے چلے۔ بدولت کے مقدمے میں مارشل لاء نے آپ کو بری کر دیا مگر فردوس شاہ کے قتل کے جرم میں آپ کو سزائے موت سنائی گئی۔ جو بعد میں عمر قید میں تبدیل ہوئی اور دو سال ایک ماہ بعد کالعدم ہوئی۔

۵۸ کے انتخابات قریب آئے تو لاہور میں مجھے کہلوا یا گیا کہ نیازی صاحب پانچ لاکھ روپیہ لے لیں اور میانوالی کی بجائے لاہور سے انتخاب لڑیں۔ کہ وہاں سے سکندر مرزا امیدوار ہوں گے مگر میں نے صاف انکار کر دیا کہ اپنے دوست کے بے داغ ضمیر کا سودا نہیں کر سکتا۔ ادھر میانوالی میں ملک امیر محمد خان نے نیازی صاحب سے یہی بات کہی اور پندرہ لاکھ روپے کی پیش کش کی۔ ملک صاحب نے بھی نیازی صاحب کو بتایا کہ میانوالی سے سکندر مرزا کو انتخاب لڑانا ہے کیونکہ انہیں صدر بننا ہے۔ نیازی صاحب نے جواب دیا کہ وہ ہر حالت میں انتخاب لڑیں گے اور میانوالی ہی سے لڑیں گے۔ اس پر نواب کا لا باغ نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

”اچھا پھر لڑلو، پاکستان میں انتخابات نہیں ہوں گے اور مارشل لاء لگے گا۔

اس وقت تک مارشل لاء کسی کو خیال تک نہ تھا۔“

۱۹۵۸ء کے مارشل لاء کے کچھ دیر بعد ایوب خاں کے دست راست جنرل واجد علی

برکی نے نیازی صاحب کو بلوایا اور ان سے پوچھا:

”ہماری حکومت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔؟“

مولانا نیازی جھٹ سے بولے:

”یہی سوال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منصور سے کیا تھا تو انہوں نے جواب دیا تھا

کہ تمہیں لوگوں کی تائید حاصل نہیں۔ تم غاصب ہو۔ حکومت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔

آپ کو بھی میرا یہی جواب ہے آپ غاصب ہیں۔ آپ نے بلاوجہ مارشل لاء لگا رکھا ہے۔“

برکی صاحب کھسیانے ہوئے اور اپنے سیکرٹری ابن حسن سے کہا:-

”یہ پٹھان مارشل لاء سے نہیں ڈرتا اور حکومت پر ہمارے سامنے تنقید کرتا ہے۔“

لیکن نیازی صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے، برکی صاحب کھسیا کر رہ گئے۔

مارچ ۱۹۵۹ء میں کراچی میں ”آل ورلڈ سیرت کانفرنس“ ہوئی تو ایوب خان نے

اس کی صدارت کی۔ نیازی صاحب نے وہاں ”مقام رسول ﷺ عقل کی روشنی میں“ کے

زیر عنوان ایک پر مغز مقالہ پڑھا اور ساتھ ہی تقریر بھی کی۔ اور برملا کہا کہ:-

”ایوب خان کی حکومت کو چیلنج کیا جائے تو اس کے لئے ریگولیشن موجود ہے مگر

رسول اکرم ﷺ کی نبوت کو چیلنج کرنے والوں پر کوئی قدغن نہیں۔“

اس پر کانفرنس ہال نعروں سے لرزا اٹھا۔ ایوب خاں گھبرا کر عقبی دروازے سے تشریف

لے گئے اور احکام کو ہدایت کی کہ یہ شخص بہت بیباک ہے۔ اس پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔

ستمبر میں آپ نے ”سیرت پاک“ پر بہت سی تقاریر کیں اور لاہور چھاؤنی میں ایک

بہت بڑا جلوس نکالا۔ مارشل لاء کے تحت گرفتار ہوئے بیس مقدمات گھڑے گئے۔ مگر ان کا

بال بھی بریکانہ نہ ہو سکا۔

۱۹۶۲ء میں آزاد امیدوار کی حیثیت سے میانوالی سے قومی اسمبلی کے لئے انتخاب لڑا۔ نواب کالا باغ (ملک امیر محمد خاں) کا لڑکا (ملک مظفر خاں) مد مقابل تھا۔ انتخابات کے دوران ان پر تین بار قاتلانہ حملہ کرایا گیا۔ ادھر مخبروں نے اغتباہ کر دیا کہ نواب صاحب کی کامیابی ناممکن ہے۔ پھر کیا تھا، تجوریوں کے منہ بھی کھلے اور زندان کے دروازے بھی، دھاندلی اور جھرو کی اس سے بدترین مثال ملنا مشکل ہے، نیازی صاحب کو عوام کی بھاری اکثریت نے ووٹ دیئے مگر انہیں ہرا دیا گیا۔ بعد میں نیازی صاحب نے عذر داری داخل کی۔ نواب کالا باغ نے صلح کی بات چیت کی مگر ناکامی ہوئی۔ چنانچہ گواہوں پر عرصہ، حیات تنگ کر دیا۔

گواہوں نے میا کی کی مثال قائم کر دی گئی۔ کاروائی ”سول اینڈ ملٹری گزٹ“ میں چھپی تو طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ نواب کالا باغ بھنا اٹھا اور ”سول اینڈ ملٹری گزٹ“ کو ڈس لیا۔ انصاف اور حق کا بولا بالا ہوتے دیکھا تو مرکزی حکومت سے قانون بنوا کر معیاد میں کمی کروائی اور یوں عذر داری غیر موثر ہو گئی۔ اس پر نیازی صاحب نے ۱۹۶۲ء کے آئین کی دفعہ ۱۲۱ کے تحت اپنی اور میانوالی کے لوگوں کی طرف سے صدر ایوب کو ایک یادداشت پیش کی۔ یادداشت کا عنوان کچھ یوں تھا:-

PETITION AGAINST THE CRIMINAL
GOVERNOR OF WEST PAKISTAN, MALIK AMIR
MUHAMMAD KHAN (HISTORY SHEETER
COLUMN.B.)

اس پر گورنر ہاوس میں زلزلہ آ گیا۔ نیازی صاحب اور ان کے جان نثار ساتھیوں پر زمین وطن تنگ ہو کر رہ گئی۔ میٹکوڈ لاہور میں غنڈوں نے ان پر حملہ لیا۔ اور عیسائی خیل جاتے

ہوئے کالا باغ کے مقام پر ان کی جان لینے کی کوشش کی گئی۔ ان کے کئی دوست جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ کالا باغ کا دور ختم ہوا تو نئے گورنر جنرل موسیٰ نے کالا باغ کے ہاتھوں ہونے والے تمام نقصانات کی تلافی کی پیش کش کی۔ نیازی صاحب نے گرجدار آواز میں کہا:-
سب سے بڑا ظالم تو حکومت میں موجود ہے، ایوب خان جس نے ایک غنڈے کو گورنر بنا دیا تھا۔“

موسیٰ اپنا منہ سائلے کر رہ گئے اور نیازی صاحب آمریت پر ضربیں لگاتے رہے۔ ایوب خاں کے زوال کے بعد یحییٰ نے کئی بار نیازی صاحب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی لیکن انہوں نے واشگاف الفاظ میں غاصب اور آمر سے ملنے سے انکار کر دیا۔ اور ایک بار بھی ملاقات نہ کی۔ پیپلز پارٹی نے برادر محترم میر رسول بخش تالپور اور برادر م میر علی احمد تالپور کے ذریعے نیازی صاحب کو رام کرنے کی کوشش کی مگر ارادے کے پکے عبدالستار خان نیازی نے اپنے نظریات اور خیالات کا دامن نہ چھوڑا۔

نیازی صاحب گزشتہ چھ ماہ سے جمعیت علماء پاکستان کی تنظیم کے سلسلے میں مغربی پاکستان میں تقریباً ڈیڑھ سو جلسے کر چکے ہیں اس وقت ان پر ۸۰ سے زائد مقدمات قائم ہو چکے ہیں۔ خیال ہے بہت جلد باقی ماندہ ۷۰ جلسوں کا حساب بھی بیباق کر دیا جائے گا۔

مولانا عبدالستار نیازی

مولانا عبدالقدیر نعمانی گجراتی

مولانا عبدالقدیر نعمانی گجراتی (۱۹۱۱-۱۹۸۶ء) تحریک پاکستان کے نامور سپاہی اور پاکستان کے معروف صحافی تھے۔ موصوف نے حضرت مجاہد ملت کی طرح شادی نہیں کی بلکہ تمام عمر مذہب و ملت اور ملک و قوم کی خدمت میں بسر کر دی۔ میری درخواست پر انہوں نے ۱۹۸۷ء میں حضرت مجاہد ملت کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کچھ اس پیرایے میں کیا کہ تاریخ کو سمیٹ کر رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت کرے۔ (قصور)

مولانا عبدالستار خاں نیازی کے ساتھ میرے اسم ۱۹۳۹ء سے ہیں۔ اس سے پہلے میرا مولانا محمد ابراہیم علی چشتی مرحوم کے ساتھ تعارف ہو چکا تھا۔ چشتی صاحب مرحوم کا تعلق لاہور کے ایک پرانے دینی گھرانے کے ساتھ تھا۔ میں چشتی صاحب کو ۱۹۳۷ء میں اس وقت ملا جب انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ کے ایک اجلاس مسجد شاہ چراغ لاہور میں آئے ہوئے تھے۔ ۱۹۳۸ء میں بغرض تعلیم لاہور چلا آیا اور ایف سی کالج لاہور میں داخلہ لے لیا۔ اسی کالج سے میں نے ۱۹۴۶ء میں نفسیات کا ایم اے کیا۔ چونکہ ایف سی کالج میں، میں نے دیگر مضامین کے ساتھ عربی رکھی تھی اس لئے اگر ایک طرف سے میں نے جہاں جدید علوم میں دسترس حاصل کی وہاں میں نے دوسری طرف اسلامی علوم کو بھی نظر انداز نہ کیا۔ میرے اس تعلیمی پس منظر کا نتیجہ یہ تھا کہ اس صدی کے چوتھے عشرہ میں میری چشتی صاحب مرحوم اور ان کے احباب کے ساتھ گہرے تعلقات ہوتے گئے۔ چشتی صاحب مرحوم کے رفقاء میں میرے علاوہ میاں محمد شفیع جن کا قلمی نام مش ہے، حکیم محمد انور بابر، مرحوم مولانا عبدالستار خاں نیازی بھی شامل تھے۔ نیازی صاحب کو اپنی اسلامی افتاد طبع، مجاہدانہ صلاحیتوں کے باعث اپنے رفقاء میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ اس وقت میرا موضوع چونکہ مولانا عبدال

التارخاں نیازی کی شخصیت تک محدود ہے اس لئے چشتی صاحب کے گرد جو لوگ جمع تھے ان کی سرگرمیوں کو نظر انداز کرنا ضروری ہے۔

سیاسی زندگی کا اولین دور

مولانا عبدالستار خاں نیازی کی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۳۷ء ہی سے ہو گیا تھا۔ اس وقت سارے اسلامی ہندوستان میں برصغیر کی آزادی کی صورت میں مسلمانوں کے قومی جذبے کا تحفظ، مسدود ہونے والے مسائل کا موضوع بن چکا تھا۔ اور مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں اس پر شدید اختلاف تھا۔ اپنے اولین دور میں یہ تحریک کلب تک ہی محدود تھی۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ اس کے بعد مسلمانوں میں جو ہمہ گیر بیداری رونما ہوئی، اس کا ہر اول دستہ یہی لوگ تھے۔ اس ابتدائی دور میں اس تحریک میں جن افراد نے کام کیا، ان میں جناب ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، مولانا محمد ابراہیم علی چشتی، مولانا عبدالستار خاں نیازی، جناب حمید نظامی اور عبدالحمید مرزا کے اسماء قابل ذکر ہیں اس وقت جو لوگ مسلم کلب کی تحریک کے ٹھیکیدار بن کر منظر عام پر آئے ہوئے ہیں اس وقت ان کا کوئی وجود نہ تھا۔

تحریک پاکستان کے لئے یہ زمانہ بڑا کمپری کا زمانہ تھا۔ پنجاب پر یونیٹ پارٹی کی حکومت تھی اور یہ جماعت نہیں چاہتی تھی کہ مسلم لیگ میں اتنی قوت آئے کہ اس سیاست کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے جس کو یونینسٹ پارٹی چلا رہی تھی، یونینسٹ پارٹی کے پس پردہ انگریز اور اکالیوں کی طاقت تھی۔ اس لئے اس نے مسلم قومیت کی سیاست کو دوبارہ رکھا تھا۔ ۱۹۳۷ء کے صوبائی انتخابات کے بعد پنجاب میں یونینسٹ پارٹی برسر اقتدار آگئی اور پنجاب میں سوائے ”مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ سے وابستہ چند سرپھرے نوجوانوں کے اور کوئی طبقہ نہ تھا جو پاکستان کے خلاف اس منافقانہ گٹھ جوڑ کو چیلنج کرتا۔ خود قائد اعظم محمد علی جناح بھی جو بڑے دور اندیش، محتاط اور باعزم انسان تھے۔ دیکھو اور انتظار کرو کی سیاست پر گامزن تھے۔ اس لئے وہ بھی آل انڈیا سیاست کے تقاضوں کے تحت پنجاب میں کسی ایک طرف

پالیسی کے اختیار کرنے کے موڈ میں نہ تھے۔ عبوری دور کی اس سیاست کا نتیجہ یہ نکلا کہ پنجاب میں مسلم کلب کی تحریک کے کئی پرانے کارکن جن میں حمید نظامی مرحوم کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ دل برداشتہ ہو کر اپنے اپنے محدود مشاغل میں لگ گئے۔ لیکن اس میں مولانا عبدالستار خاں نیازی کی ذات ایک ایسی شخصیت تھی جس نے یونینسٹ پارٹی کے خلاف اپنی جدوجہد کھلم کھلا جاری رکھی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ میں قائد اعظم اور سر سکندر حیات مرحوم کے مابین جو مفاہمت ہوئی ہے وہ دیر پا نہیں ہے اور محض وقتی (TACTICAL) حریر ہے۔ اس لئے اس کا خاتمہ ناگزیر ہے۔ اور بالآخر ہوا بھی یہی کہ تھوڑے عرصہ کے بعد مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی میں باقاعدہ کشمکش شروع ہوئی۔

سیاسی عقائد سے وابستگی

اس دور کے عبدالستار خاں نیازی کی شخصیت کا جو پہلو ابھرتا ہے وہ آگے چل کر ان کی زندگی کا ایک مستقل عنصر ثابت ہوا۔ اور وہ ان کا اپنے عقیدے پر غیر متزلزل ایمان ہے۔ قیام پاکستان کے بعد ان کی زندگی میں کئی دور آئے جب کہ وہ حالات کے ساتھ مفاہمت کر کے اپنے لئے آرام و آرائش کے سارے اسباب حاصل کر سکتے تھے۔ جن پاکستان کے اکثر سیاسی کارکنوں نے اپنا مقصد حیات بنا لیا، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ پاکستان کو قائم ہوئے اس وقت تیس سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، اس عرصہ میں پاکستان میں کئی شخصیتیں ابھریں، کئی نظریے پیدا ہوئے لیکن اس عرصہ میں نہ ہی کوئی شخصیت پاکستان کی تاریخ پر کوئی مستقل نقش ثبت کر سکی ہے اور نہ ہی پاکستان میں کسی نظریے کو مستحکم حاصل ہوا ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، اس کے پس پردہ ضرور کوئی بدیہی حقیقت ہے۔ لیکن مولانا عبدالستار خاں نیازی آج بھی اپنے نظریے اور عقیدہ پر اسی طرح قائم ہیں جس طرح وہ ۱۹۳۷ء یا ۱۹۵۶ء میں قائم تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سیاسی نظریے اور مسلک کے ساتھ ان کی مکمل وابستگی ہے اور یہی شے ان کی قوت اور زندگی کا باعث ہے۔

میں اس وقت پاکستان کے لئے کوئی مسلک تجویز نہیں کر رہا لیکن اس امر پر ضرور زور دوں گا کہ جن سیاسی جماعتوں اور سیاسی اشخاص کے مسلک عارضی مصلحتوں یا وقتی مفاد کے تحت قائم ہوتے ہیں ان کو کسی ملک میں استقرار حاصل ہونا محال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ تیس سال کے عرصہ میں پاکستان میں جو اشخاص اور جماعتیں عارضی اور فوری نوعیت کے مسلک لے کر ابھریں وہ نقش پا کی طرح مٹ گئیں لیکن عبدالستار خاں نیازی ابھی تک اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

مثالی کارکن

اب مرحلہ پر میں یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے اپنے مسلک کو حاصل کر لیا ہے لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ انہوں نے اپنے مسلک کو برقرار رکھنے میں بڑی پامردی اور ہمت مردانہ کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور اپنے ملک کے سیاسی کارکنوں کے لئے ایک عمدہ مثال قائم کی ہے۔ ان کی زندگی کا یہ پہلو مجھے ہمیشہ متاثر کرتا ہے۔ ۱۹۴۰ء میں بھی میں ان کی زندگی کے اس پہلو کا مداح تھا اور اب بھی ان کی زندگی کے اس پہلو کو سراہتا ہوں۔

شجاعت و جرات کا پہاڑ

حکیم آفتاب احمد قرشی

زبدۃ الحکماء حکیم آفتاب احمد قرشی (۱۹۲۵-۱۹۸۱ء) تحریک پاکستان کے کارکن، نامور طبیب اور معروف اہل قلم تھے۔ اسلامیہ کالج لاہور میں دوران تعلیم حضرت مجاہد ملت سے شرف تلمذ بھی رہا۔ موصوف نے میری درخواست پر مندرجہ ذیل مضمون ۱۹۸۷ء میں تحریر فرمایا تھا۔ (قصوری)

”میں مولانا جمال میاں (فرنگی محلی) کے ہمراہ کربلا معلیٰ میں مقیم تھا۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی کی سزائے موت کی خبر سنی تو مجھ پر قیامت گزر گئی۔ کیا پاکستان کے جانثاروں کو پاکستان میں دارو رسن کی آزمائش سے گزرنا ہوگا۔ میں نے کربلا معلیٰ کی مقدس فضا کو آہ، فغاں سے معمور کر دیا۔ گاہے اشک میرے جذبات کی ترجمانی کرتے، شب و روز نیازی کی سلامتی اور امان کے لئے دعا کرتا۔“

یہ الفاظ مجھے راجہ امیر احمد خان آف محمود آباد نے کہے۔ راجہ صاحب، لاہور تشریف لائے تھے۔ وہ مولانا نیازی کو ملنے کے خواہش مند تھے۔ اور ان کے دولت کدہ پر خود تشریف لے جانا چاہتے تھے۔ مجھے انہوں نے فرمائش کی کہ میں مولانا نیازی سے ملاؤں۔ نیازی صاحب ان دنوں مقبولیت اور شہرت کی راج پر تھے۔ لاہور کے جس بازار سے گزرتے سینکڑوں مسلمان ان کا پر جوش خیر مقدم کرتے۔ میں نے جب نیازی صاحب سے راجہ صاحب کا تذکرہ کیا تو مولانا نیازی نے بڑے غمزہ و انکسار سے کہا کہ راجہ محمود آبادیہ سے قلم نہیں تشریف لانے کی زحمت نہ دوں گا۔ نیازی صاحب اور میں راجہ محمود آبادیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نیازی صاحب سے مل کر راجہ صاحب بے حد مسرور شاداں ہوئے۔ بڑے پر جوش اور محبت بھرے انداز میں نیازی صاحب کی جرات و ہمت کی داد دی۔

نیازی صاحب اپنے خلوص و ایثار، جرأت و دردمندی کی بناء پر تحریک پاکستان کے

مخلص کارکنوں اور رہنماؤں میں بے حد مقبول تھے۔ ۱۹۴۶ کے انتخابات کا دور آیا تو پنجاب مسلم لیگ کی قیادت نے مولانا عبدالستار خاں نیازی کو صوبائی اسمبلی کا ٹکٹ نہ دیا اس پر طلباء نے بڑا احتجاج کیا۔ محبت گرامی سید قاسم رضوی مرحوم اور راقم الحروف مرکزی پارلیمانی بورڈ کے ارکان سے ملے اور ان پر زور دیا کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی طلباء کے محبوب لیڈر ہیں۔ قائد اعظمؒ کے فدائی ہیں۔ طالب علمی کے دور سے تحریک پاکستان سے وابستہ ہیں، انہیں ضرور ٹکٹ دیا جائے۔ مرکزی پارلیمانی بورڈ نے نیازی صاحب کو میانوالی کے حلقہ سے صوبائی ٹکٹ دیا۔ اسلامیہ کالج کے طالب علموں نے نیازی صاحب کے حلقہ کے شبانہ روز دورے کئے۔ وہ ایک بڑے جاگیردار کو شکست دے کر کامیاب ہوئے۔ انتخابات میں کامیابی کے بعد جب مولانا نیازی لاہور پہنچے تو طلباء نے لاہور ریلوے اسٹیشن پر ان کا پر جوش استقبال کیا اور شاندار جلوس نکالا۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی کا تعلق عسلی خیل ضلع میانوالی سے ہے۔ وہ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد لاہور آئے، انہوں نے کالج کی تعلیم کے علاوہ ”اشاعت اسلام کالج لاہور“ میں داخلہ لیا۔ ”اشاعت اسلام کالج“ انجمن حمایت اسلام لاہور نے حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز پر قائم کیا تھا۔ اس ادارے کا مقصد ایسے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو پیدا کرنا تھا جو جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی علوم سے بھی پوری طرح بہرہ ور ہوں۔ یہ دائرہ عمل چند سال چلا مگر اس ادارے نے مولانا عبدالستار خان نیازی جیسے گوہر نایاب پیدا کئے۔ مولانا نیازی نے اسلامیہ کالج لاہور میں بھی داخلہ لیا۔ یہ دور اسلامیہ کالج کی عظمت کا دور تھا۔ اقبال کے پیغام نے نوجوانوں کے دلوں کو گرما دیا تھا۔ اور اب یہ نوجوان اسلام کی سر بلندی کے لئے سرگرم عمل تھے۔

۱۹۳۷ء میں ”پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کا قیام عمل میں آیا، مولانا نیازی

نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ اس جماعت کو یہ فخر حاصل ہوا کہ ہندوستان میں آزاد اسلامی

ریاست کے قیام کی تجویز بحیثیت ایک جماعت اس نے سب سے پہلے پیش کی۔ مولانا نیازی ۱۹۳۸ء میں پنجاب ”مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کے صدر مقرر ہوئے اور انہوں نے خلافت پاکستان اسکیم پیش کی۔ مولانا کی سرگرمیاں جاری رہیں۔ وہ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو خطوط لکھتے رہے اور قائد اعظم ان کی مخلصانہ مساعی پر اظہار خوشنودی کرتے رہے۔ مولانا نیازی اور ان کی رفقاء کی سرگرمیوں نے قرارداد پاکستان کے لئے فضا ساز گاری۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو یہ قرارداد منظور ہوئی۔ مولانا نیازی اب تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے۔ ان کی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع تھا۔ انہوں نے ایم اے کرنے کے باوجود قومی خدمت کرنے کا عزم کیا اور اب ان کے شب و روز تحریک پاکستان کے لئے وقف تھے۔ انہوں نے مختلف اضلاع کا دورہ کیا اور مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں۔

۱۹۴۱ء میں ایک دور ایسا آیا جب حکومت ہند نے سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب کو نیشنل ڈیفینس کونسل کا رکن نامزد کیا۔ یہ قائد اعظم اور مسلم لیگ کے فیصلے کی خلاف ورزی تھی۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی اور ان کے ساتھیوں نے سر سکندر حیات خاں کے خلاف لاہور میں مظاہرے کئے ان مظاہروں سے پنجاب کی فضا بدلی۔ سر سکندر حیات خاں مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کے لئے پہنچے اور قائد اعظم کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ اور ”نیشنل ڈیفینس کونسل“ سے مستعفی ہو گئے۔

مولانا نیازی کی سرگرمیاں جاری رہیں۔ ۱۹۴۲ء میں خضر حیات ٹوانہ نے ملت اسلامیہ سے بغاوت کی اور اس کی پاداش میں اسے مسلم لیگ سے نکال دیا گیا۔ خضر حیات نے زمیندار لیگ کے پرچم تلے صوبہ بھر کا دورہ کیا۔ خضر حیات مسلمانوں میں فتنہ و فساد پھیلانا چاہتا تھا اور اب شہری دیہاتی کا سوال پیدا کر رہا تھا۔ خضر حیات نے یہاں تک کہہ دیا کہ مسٹر جناح بمبئی کا خوبے ہیں انہیں پنجاب کے مسلمانوں میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔ مولانا نیازی نے خضر حیات کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ خضر حیات جس شہر میں جاتے وہاں

نیازی بھی وہاں پہنچ جاتے، جلسہ کرتے، عوام کو خضر حیات کی غدراری سے آگاہ کرتے اور اپنی آتش نوائی سے لوگوں کے دلوں کو گرمادیتے۔ مولانا نیازی کی بدولت خضر حیات کا یہ دورہ ناکام رہا۔ مولانا نیازی نے اس دوران مختلف مقامات پر اجتماعات سے خطاب کیا۔ ۱۹۳۵ء میں امرتسر میں ”مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کا اجلاس تھا۔ راجہ محمود آباد صدر جلسہ تھے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی نے تقریر کی۔ اس زمانہ میں قائد اعظم اور گاندھی کے مذاکرات جاری تھے۔ مولانا نیازی نے گاندھی کی شخصیت کو بے نقاب کیا اور بڑی ہی ولولہ انگیز تقریر کی۔ انہوں نے جلسہ لوٹ لیا۔ صبح پورے شہر میں مولانا نیازی کی تقریر کی دھوم تھی۔ دوسرے روز سارا امرتسر جلسہ سننے کے لئے اٹھ آیا۔

۱۹۳۴-۳۵ میں مولانا عبدالستار خان نیازی اسلامیہ کالج لاہور میں اسلامیات کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ انہوں نے جس ذوق و شوق سے دینی تعلیم دی اس کی یادان کے شاگردوں میں اب بھی تازہ ہے۔ ان کا شمار بہترین اساتذہ میں ہوتا تھا۔ لیکن سیاسی سرگرمیوں کی بناء پر کالج سے مستعفی ہو گئے۔

مولانا عبدالستار خان نیازی کا دائرہ علم و فضل بڑا وسیع ہے۔ اردو، انگریزی، عربی اور فارسی زبانوں پر قدرت رکھتے ہیں۔ شب و روز مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ کتاب و علم کے انسان ہیں۔ جب کبھی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہیں تو اس پر بڑا سیر حاصل تبصرہ ہوتا ہے۔ مولانا نیازی ملک کے مشہور خطیب ہیں۔ جب وہ تقریر کرتے ہیں تو الفاظ کی ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر جوش و خروش کا سیل رواں ہوتا ہے۔ ان کی آتش بیانی نے کئی تحریکات کو جنم دیا ہے۔ سیرت النبی ﷺ ان کا محبوب موضوع ہے۔ حق گوئی ان کی تقریر کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ جو بات بھی ان کے دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر لے آتے ہیں۔ اس بناء پر ان کی تقاریر بے حد پسند کی جاتی ہے۔ مولانا نیازی نے زندگی میں بڑے بڑے معرکے سر کئے۔ وہ دارورسن کی آزمائش سے بھی گزرے۔ ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ سول نافرمانی کی

تحریک کا آغاز ہوا۔ تو مولانا نیازی کی پیش پیش تھے۔ گرفتار ہوئے اور تحریک کے اختتام پر رہا ہوئے۔ مولانا نیازی کی تحریک کا ایک اہم کارنامہ ”ختم نبوت“ کی قیادت ہے۔

۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک کا آغاز ہوا۔ قائدین کے گرفتار ہونے کے بعد یہ تحریک کسی رہنما سے محروم تھی کہ مولانا نیازی میدان عمل میں کود پڑے۔ انہوں نے مسجد وزیر خاں کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ اس مسجد میں بیٹھ کر وہ لاہور بلکہ پورے پنجاب کے لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے تھے۔ میں لاہور سے باہر تھا۔ نیازی صاحب کے کئی پیغام مجھے موصول ہوئے کہ میں ان سے ملوں۔ میں جمعرات کو لاہور واپس پہنچا۔ جمعہ کو نماز کے وقت مسجد وزیر خاں کا عزم کیا تو راستہ ہی میں چٹائیوں نے روک لیا کہ مارشل لاء کا نفاذ ہو گیا ہے۔ نیازی صاحب مسجد وزیر خاں میں بڑی جرات و ہمت سے رہنمائی کرتے رہے اور احباب کے مشورے پر فیصلہ ہوا کہ وہ لاہور سے نکلیں اور تحریک دوسرے اضلاع میں بھی پھیلائی جائے۔ مسجد سے ملحقہ ایک مکان میں انہوں نے رات بسر کی اور دوسرے روز وہ لاہور سے نکلے۔ جو اصحاب ان کے شریک سفر تھے وہ مولانا نیازی کی جرات و ہمت اور بہادری پر ششدر تھے۔ لاہور سے نکلنے کے بعد انہیں گرفتار کر لیا گیا اور ان کے بارے میں بڑی غلط قسم کی افواہیں پھیلائیں گئیں۔ ان کے سامان کی تلاشی کے دوران کی جوانی کا ایک فوٹو برآمد ہوا تو پولیس نے یہ فوٹو چھاپ دیا اور کہا کہ مولانا نیازی نے داڑھی منڈوا دی تھی۔ یہ الزام قطعی غلط اور بے بنیاد تھا۔ یہ ان کی جوانی کا فوٹو تھا۔ اس فوٹو میں وہ دبے پتلے انسان نظر آتے ہیں۔ اور جس زمانہ میں مولانا مسجد وزیر خاں میں تھے ان کا جسم فربہ بھی تھا۔ گرفتار کرنے کے بعد مولانا نیازی پر مقدمہ چلایا گیا۔ عدالت میں ان کی پامردی اور جرات کو دیکھ کر تمام حضرات انگشت بدندان تھے۔ جس روز عدالت نے انہیں پھانسی کی سزا سنائی۔ مولانا نیازی نے بڑی مسرت سے کہا کہ ”میں اپنی ہر ادنیٰ چیز بچاؤں گا۔“ انہوں نے خوشی سے نعرے بلند کئے اور والہانہ انداز میں جھومنے لگے اور بار بار یہی فقرہ ان کی زبان پر تھا کہ ”

میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔“ جیل کے حکام کمرہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے سمجھا کہ عدالت نے مولانا کو رہا کر دیا ہے۔ اس لئے وہ فرحت و مسرت سے جھوم رہے ہیں۔

مولانا نیازی کو پھانسی پانے والوں کی کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔ کال کوٹھری میں کوئی الگ غسل خانہ نہ تھا۔ ہر لمحہ پھانسی پر لٹکائے جانے کا امکان مگر مولانا نیازی ہشاش بشاش تھے۔ ان سے کہا گیا کہ وہ رحم کی اپیل کریں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ جیل کے حکام مولانا کی اس جرأت و ہمت پر ششدرہ تھے۔ پھانسی کی سزا ایک ایسی ہولناک چیز ہے کہ بڑے بڑوں کے دل لرز جاتے ہیں اور وہ موت کی سزا پانے سے قبل ہی نیم جان ہو جاتے ہیں۔ سالہا سال کے بعد کوئی مجرم آتا ہے جو جرأت و ہمت سے جان دیتا ہے۔

جیل حکام کا کہنا ہے کہ انہوں نے مولانا نیازی جیسا بہادر انسان نہیں دیکھا۔ مولانا نیازی کئی ہفتے پھانسی کی کوٹھری میں رہے۔ حکومت نے خود ہی سزا میں تخفیف کر دی اور کچھ عرصہ بعد رہا کر دیئے گئے۔ مگر جلد ہی ایک تقریر کی پاداش میں انہیں دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔ قید و بند تو مولانا نیازی کی زندگی کا ایک حصہ ہے انہیں اکثر سنت یوسفی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا ہوئی۔ وہ دارورسن کی آزمائش سے گزر رہے ہیں۔ حق گوئی و بیباکی ان کا شعار ہے۔ ان کے جذبات میں شدت ہے اور بعض اوقات وہ حدود سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں مگر ان کے اخلاص کی بنا پر احباب صرف نظر کرتے ہیں۔

مجھے مولانا نیازی سنے سال ہا سال سے شرف نیاز حاصل ہے میں نے انہیں بہت قریب سے دیکھا ہے۔ ان کی زندگی کے ہر گوشے سے واقف ہوں۔ مولانا نیازی بہت نیک انسان ہیں۔ نیک مسلمان ہیں۔ پابند صوم و صلوٰۃ ہیں۔ اخلاص و ایثار سے ان کی شخصیت عبارت ہے۔ شجاعت و جرأت کا پہاڑ ہیں۔ انہوں نے شادی نہیں کی اور وہ درویش کی سی زندگی گزارتے ہیں۔ وہ سالہا سال اسمبلی کے ممبر رہے۔ بہت بڑے قومی رہنما ہیں مگر لکشمی بلڈنگ میکلوز روڈ لاہور میں ایک کمرہ میں مقیم ہیں۔ چند الماریاں اور ایک

بکس ان کی کائنات ہیں۔ انہوں نے بڑے بڑے مناصب کو پاء یہ استحکار سے ٹھکرایا ہے۔ وہ دوستوں، کہ دوست ہیں۔ ان میں بڑی ہی انکساری اور مروت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں گونا گوں صفات سے نوازا ہے۔ وہ حلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم اور معرکہ حق و باطل میں فولاد ہیں۔ مولانا نیازی ہمارے ملک کے ممتاز اور مقبول قومی رہنما ہیں جو کہ بڑی پاکباز زندگی گزارتے ہیں۔ آج کل مولانا نیازی جمعیت علماء پاکستان کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ انہوں نے مختلف ممالک کا سفر بھی کیا ہے۔ ان کے کارنامے ملت کی متاعِ عزیز ہیں۔

وہ مرد درویش جس نے ڈھونڈی نہ سلطان کی درگاہ

(چوہدری حبیب احمد)

مبلغ نظریہ، پاکستان چوہدری حبیب احمد (۱۹۱۹ء-۱۹۸۰ء) تحریک پاکستان کے کارکن ممتاز ادیب، معروف صحافی اور علم دوست شخصیت کے مالک تھے۔ موصوف کی کتابیں ”تحریک پاکستان“ اور نیشلسٹ ”نظریہ پاکستان“ اور ”جماعت اسلامی کا رخ کردار“ وغیرہ شہرت عامہ حاصل کر چکی ہیں۔ ۱۹۸۷ء میں ہفت روزہ ”الہام“ بہاولپور نے حضرت مجاہد ملت کے حضور خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے میری تحریک پر ”مجاہد ملت ایڈیشن“ نکالا تو مضامین کی فراہمی کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دی گئی، چنانچہ میری درخواست پر چوہدری حبیب احمد مرحوم نے ایک جامع مضمون مرحمت فرمایا جو نہایت معلومات افزا اور خاصے کی چیز ہے۔ (تھموری)

صداقت پسند عرفان جو خان عبدالستار خاں ایم اے سے پہلا تعارف غالباً ۱۹۳۹-۴۰ء میں استاذ مکرم جناب پروفیسر مرزا عبدالحمید ایم اے (مرحوم) کی معیت میں ہوا۔ میں پہلی ملاقات ہی میں اسلام کے جانثار، جاں سپار اور ملت کے لئے درد مند و غم گسار سے متاثر ہوا۔ ملت کی رفعت و عظمت کے لئے بیتابیوں سے لبریز دل رکھنے والے ان بزرگوں کی اکثر ملاقاتیں ہوتیں۔ تبلیغی پروگرام ترتیب پاتے اور خواب غفلت میں خوابیدہ نوجوان مسلم کو بیدار و ہوشیار کرنے کے لئے مساجد، محلوں اور دینی اجلاسوں میں اپنے سوز و گداز اور درد مند یوں کو قلبِ ملت میں انڈیلنے کے لئے حیات انگیز، احساس انگیز تقاریر و خطابات کے اہتمام کرتے۔ یہ پیکر ان غیرت و حمیت ملی اور بلندی امت کے جذبوں، تعمیر و استحکام ملت کے ولولوں اور عظمت مسلم کے بے باک ارادوں سے سرشار اور ان کے سینے نور قرآنی سے روشن اور یہ شراب یثربی کے نشہ سے مخمور، رندی و مستی کا نشان نظر آتے تھے۔

ان کے فرمودات میں جو انسان ملت کے لئے احساسِ زیاں کی جھلک تھی۔ ان کے پیغامات میں نصیحتیں بھی تھی اور دین و تمدن کی تعلیم بھی اور ان کی تقاریر و خطابات میں عقل و عشق و جنون کی ابدی کش مکش کا بیان بھی تھا۔ ان کی گفتگو میں اور ان سے ملاقاتیں بھی درسِ حیات کا درجہ رکھتی تھیں۔ یہ ایک تاریخی صداقت اور سچی شہادت ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے مستقبل کو درخشاں و تابناک بنانے کے لئے دیوانوں کی طرح کام کیا۔

محترم مرزا صاحب دی پنجاب ”مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کے صدر تھے۔ قائد اعظم اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کی وسیع و عریض گراؤنڈ میں فیڈریشن کے مثالی اجلاس میں رونق افروز تھے۔ پروفیسر صاحب کے صدارتی خطبہ کے بعد نیازی صاحب استقبالیہ کے لئے سٹیج پر جلوہ نما ہوئے۔ بھرپور شباب سرخ و سفید چہرہ، سفید لٹھے کی شلوار، سیاہ چکن، دبدبہ وطنہ اور تمکنت سے مالا مال آواز تلوار مارکہ باریک مونچھیں، بال انگریزی، یہ پیکر جمال و جلال، حسن و رعنائی کا مجسمہ جب اپنے خلوص ایثار جان رنکی اور جاں سپردگی کے بے تاب جذبوں کو نمایاں کر رہا تھا اور جوانوں کو زندگی کی نپیداکرنے کی تلقین و ہدایت کے ساتھ ساتھ اپنا عشق اور اپنی نظر بخش رہا تھا۔ اور بزرگوں کے دلوں کو احساسِ ملی سے گراما اور ان کی ذمہ داریوں سے ان کو باخبر کر رہا تھا۔ مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ قائد اعظم کی نکالیں بار بار اس شکوہ چہرے اور پیکرِ عزم و استقلال کی طرف اٹھتی رہیں اور میں قریب بیٹھا ان کو نوٹ کرتا رہا۔ بالآخر جوشِ ایمان و مسرت سے قائد اعظم کے شگفتہ اور متین و مدبر رخِ زیبا پر اظہارِ خوشی و مسرت کی حسین لکیریں ابھریں۔ انہوں نے متمسم انداز اور پروقار لہجہ میں ارشاد فرمایا:

”حمید! جس قوم کے پاس عبدالستار نیازی جیسے پیکرِ ان یقین و صداقت اور صاحبانِ عزم و ہمت ہوں۔ اس کے پاکستان کو کون روک سکتا ہے۔“

یہ ایک عظیم المرتبت شخصیت کی طرف سے عظیم اعتراف و خراج تھا جو بابائے ملت

حضرت قائد اعظمؒ نے انہیں عطا کیا۔

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ۱۹۴۲ء میں ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب) والوں نے پروفیسر صاحب کو سیرت النبی ﷺ کے اجلاس میں خطاب کے لئے مدعو کیا۔ آپ اجلاس سے فراغت کے بعد میرے ساتھ قصبہ بجواڑہ شریف (باجوڈ شہر والوں کے اصرار پر کہ آپ شب باشی یہاں فرمائیں) تشریف لے آئے کرنا نا خدا کا یہ ہوا کہ اگلے سال شہر والوں نے خاں عبدالستار خاں نیازی کو جنہوں نے اب باریک سی داڑھی رکھ لی تھی اور مولانا بننے کا آغاز کر دیا تھا، درخواست کی۔ آپ نے بھی سیرت محمدی پر ایک بصیرت انگیز، عشق ریز اور احساس افروز خطاب فرمایا۔ بندہ نے ان سے بھی بجواڑہ شریف غریب خانہ پر تشریف لے جانے کی التجا کی۔ خاں صاحب بھی مجھے یہ اعزاز و شرف بخشنے کے لئے آمادہ تیار ہو گئے۔ شہر کے رئیس اعظم شیخ رفیع صاحب نے ریسانہ غرور و تمکنت سے شہر والوں سے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکے گا۔ یہ کون ہے جو ہر سال ہمارے مہمان خصوصی کو اپنے ہاں لے جاتا ہے؟ بات مولانا نیازی صاحب تک پہنچی۔ میری اور شہر والوں کی طرف سے اصرار و تکرار اور تقاضا بڑھا، فیصلہ قبلہ نیازی صاحب کے ہاتھوں میں تھا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے گرجدار آواز میں فرمایا کہ دیکھو! اگر ترازو کے ایک پلڑے میں سارا ہوشیار پور رکھ دیا جائے اور ایک میں حبیب تو میں اسے وزنی قرار دوں گا۔ یہ تحریک قیام پاکستان کے ہراول دستہ کا ہمارا پر جوش رفیق منزل ہے۔ شہر والے مہربلب اور جناب نیازی صاحب میرے ساتھ بجواڑہ شریف تشریف لے آئے۔

باتوں باتوں میں آپ کو اشتیاق ہوا کہ کوٹ عبدالخالق اور پٹھانوں کی بستی جہاں خیلاں کے پٹھان بھائیوں سے ملوں۔ اور ان تک قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام پہنچاؤں۔ چنانچہ دوسرے روز آپ میرے ساتھ جہاں خیلاں گئے۔ وہاں لئیق احمد خان جو (پاکستان کے شعبہ انٹیلی جنس میں اعلیٰ افسر ہیں) کے والد مرحوم خان رشید احمد خان صاحب جو ضلع ہو

شیار پور کی ارفع ترین شخصیت تھے قبلہ نیازی صاحب نے ان سے ملاقات کی اور انہیں قائد اعظم کا پیغام پہنچایا۔ اور قلت وقت کے سبب کوٹ عبدالخالق نہ جاسکے۔ خان رشید احمد خان ضلعی زمیندارہ لیگ کے صدر بھی تھے۔ لیکن ذہناً و دفاعاً اور عملاً پاکستانی تھے۔ خان نیازی صاحب جس قلندرانہ مومنانہ اور مجاہدانہ انداز سے گفتگو فرما رہے تھے۔ تو اس وقت حضرت علامہ کا یہ فرمان میرے ذہن میں رقص کر رہا تھا کہ۔

دلبری بے قاہری جادو گری است
دلبری باقاہری پیغمبری است

قیام پاکستان کے بعد مہاجرت کا کچھ عرصہ میانوالی گزرا۔ مولانا کو نہایت قریب سے دیکھا۔ انہیں نہایت خلیق، درد مند، ہمدرد، غمگسار اور کھرا مسلمان پایا۔ نیز ان کو مسلمانوں کی عہد گزشتہ کی لٹی ہوئی شوکت و عظمت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے دین و ملت کی سربلندی اور سرفرازی کے لئے نہایت مضطرب و بے قرار پایا ہے۔ ان پر حضرت حکیم الامت علامہ اقبال کا یہ شعر پوری طرح اس لحاظ سے صادق آتا ہے۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز

یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

کہ انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو وقف اسلام و ملت کر رکھا ہے۔ دولت و ثروت اور عہدہ سب کچھ حاصل کر لینے کی ہمت و صلاحیت کے باوجود یہ درویش خدامست ایک ہی لے میں ایک ہی دھن میں اور ایک ہی انداز میں سرفرازی ملک و ملت کے لئے کوشاں ہے۔ جناب مولانا سے زندگی بھراتنی نشستیں اور ملاقاتیں ہوئی ہیں کہ اگر انہیں میں تفصیلاً رقم کروں تو ایک ضخیم کتاب درکار ہے۔ صادق قصوری صاحب کے تعمیل ارشاد کے لئے مختصر اضبط تحریر میں لایا جا رہا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد جناب مولانا عبدالستار خاں نیازی میرے بیٹے عتیق میاں

اور بیٹی اسماء اختر کی شادی میں شرکت کے لئے لائل پور (حال فیصل آباد) تشریف لائے اس بزرگانہ شفقت سے میری دلجوئی فرمائی۔

خود آئینہ کی طرف صاف و شفاف دل، روشن دماغ، بلند حیل اور عالی ظرف ہونے کی وجہ سے دوسروں پر بھروسہ ان کا شیوہ زندگی ہے۔ سفر حیات میں انہوں نے آزمائش و امتحان کے کئی ایک مراحل طے کئے۔ یہ دیوانہ محمد ﷺ، عظمت رسول ﷺ کے لئے تختہ دار تک پہنچا۔ عشق محمد ﷺ سے سرشار نیازی عزم و استقلال اور اپنی بلندی سیرت و کردار کے طفیل منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے اور اپنی راہ میں رکاوٹ بننے والی کسی ظالم و جابر شخصیت کو خاطر میں نہیں لاتا۔ کسی بڑے سے بڑے صاحب جبروت کی خفگی ان کے قدموں کو نہ ڈگما سکی ہے اور نہ ڈگما سکے گی۔ میں حلقہ یاراں میں انہیں ”اعلامی ٹینک“ کہا کرتا تھا۔ جس کذب و باطل اور مکر و ریا کے قلعہ کو مسمار کرانا مطلوب ہو وہاں ان کی یلغار اور جس منکرانہ قوت کو اسلام کے مقابلے میں شکست مقصود ہو وہاں ان کی ایک مجاہدانہ لاکار ہی کافی ہوتی ہے باطل آراء، قوتوں اور مفاد پرستانہ ذہنیاتوں نے سیاست میں انہیں ہمیشہ دھوکہ و فریب دیا۔ یہ کئی ایک سیاسی میدانوں میں معرکہ آزمایا ہے ہیں۔ اور مثل کلیم رہے۔ انہیں درخت طور سے صدائے لاتخف برابر آتی رہی۔ یہ خدا کی نصرت و تائید سے کبھی مایوس نہیں ہوئے۔ علامہ اقبالؒ نے تو کہا تھا کہ۔

مثل کلیم ہو اگر . معرکہ آزما کوئی

اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لاتخف

انہوں نے عملاً کیا اور کر کے دکھایا ہے ہیں۔ مخالفین کے ساتھ ان کے کئی ایک ٹکراؤ اور الجھاؤ رہے۔ انہوں نے کسی کو اینگلو محمدن نواب، تو کسی کو ”نکلسن کے اردلی کا پوتا“ کہا۔ ایک مخالف کو کبھی ”دو شیزہ مولوی“ اور کبھی ”سرکاری مولوی“ کہا۔ آپ نے مقصد براری کے لئے اسلام اسلام کی رٹ لگانے والوں سے بہت زخم کھائے ہیں۔ ایسے لوگوں

نے ہمیشہ انہیں حیران و مایوس کیا۔ جب ایسے اسلام فروشوں کی بددیانتی اور بدنیتی ان پر پوری طرح آشکار ہو گئی تو انہوں نے ان بتوں سے دامن بچا کر ”غبارِ رہ حجاز“ ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اب آپ حضرت شاہ احمد نورانی کی رفاقت میں جمعیت علماء پاکستان کو منظم و موثر بنانے کی جدوجہد و سعی میں مصروف ہیں۔ آپ بالاتفاق رائے دوبارہ جمعیت کے جنرل سیکرٹری منتخب کئے گئے ہیں۔ نورانی میاں ان کی بزرگی و عظمت کا پورا پورا لحاظ و احترام فرماتے ہیں۔ مولانا نیازی ان کی معیت میں قیام پاکستان کی مخالف جماعتوں کے خلاف صف آراء ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے کھلے اور واضح الفاظ میں بار بار کہا ہے اور اعلان فرمایا ہے کہ ہم قیام پاکستان کی مخالف کسی بھی جماعت سے الیکشنی اتحاد نہیں کریں گے۔

جناب نیازی دینی اور سیاسی محاذ پر اور راقم محاذِ قلم پر غرضیکہ دونوں مصروف ہی نہیں بلکہ مصروف ترین ہیں۔ اب ملاقات کے مواقع کم ہی نصیب ہوتے ہیں۔ مولانا کی پاکیزگی اخلاق اور ان کے اوصاف حمیدہ کا قائل ہوں۔ خدا کرے کہ اسلام کے مقدس نام پر اس اسلامی مملکت کے قیام کی مخالفت کرنے والوں کی بے نقابی میں جمعیت علماء پاکستان، نیازی و نورانی کی قیادت و سیادت میں کامیاب و کامران ہو۔ اور نقاب پوش مصلحین جن کا اصلی روپ واضح کرنے کے لئے میں نے بھی مقدور بھر کام کیا ہے۔ یہ دونوں بزرگ نوجوانوں میں یہ تدبر و شعور اور علم و آگہی پیدا کر دیں کہ وہ صالحین کرام کے ^{مصلحین} حقیقی اسلام کو پہچان کر، ان بہروپیوں کے چہروں سے اسلامی وارنش کو کھرچ کر ان کے اصلی خدو خال ملت کے سامنے لے آئیں اور انہی کے آئینہ تحریر میں ان کی فریب آمیز اور نفرت انگیز تحریرات انہیں دکھاتے پھریں اور صداقتِ حسن کے راز جن کو ان نقاب پوشوں نے جرنلسک حربوں اور پروپیگنڈہ کے زور پر جو انان ملت کی نظروں سے چھپا دیا ہے۔ وہ غلط اور ابھرا کر نسلِ نو کے سامنے آجائیں اور نیازی و نورانی کی مساعی مشکور کامیاب ہوں اور زمانہ بے تابانہ و مضطربانہ پکاراٹھے کہتے

حسن کے راز نہاں شرح و بیاں تک پہنچے
آنکھ سے دل میں گئے دل سے زباں تک پہنچے

دل نے آنکھوں سے کبھی آنکھ نے دل سے کہہ دی

بات چل نکلی ہے اب دیکھیں کہاں تک پہنچے

اور پاکستان کے جماعتی و طرفدار علماء کرام و پیرانِ عظام کا کردار ابھر اور نکھر کر
جوانانِ ملت کے ذہنوں میں پیوست اور دلنشین ہو اور قیام پاکستان کے مخالفین ”نیشنلسٹ
علماء“ اور نقاب پوش مصلحین کا ”اصلی روپ“ بھی ان کی چشمِ عقل و عالم اور جذبہ عشق و عمل
کے سامنے آجائے اور یہ کرگسوں میں پلا ہوا شاہین ان کے مکرو فریب اور ریا کے تانے
بانے سے بنے ہوئے جال کو مومن کی نگاہ سے دیکھ سکے۔

نیازی صاحب کی موثر خطابت، علم و آگہی اور شوکت و جمال و جلال کے علاوہ ان
کے پر وقار لہجہ، دلنشین انداز بیان سے یہ بعید نہیں کہ وہ باطل کے خس و خاشاک کو بہا کر
بدنامی و گمنامی کے گہرے سمندروں میں پھینک دے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری نسل
میں وہی نگہ بصیرت پیدا ہو جائے جو انہیں حق و باطل میں فرق و امتیاز کی تمیز کی صلاحیت،
اہلیت اور قابلیت بخش دے۔ یہ مردِ خذلہ مست اس دوز کا ایم اے ہے جب خال خال
مسلمان ہی اس مرتبہ و بلندی تک پہنچتے تھے۔ سر سکندر نے دولت و عہدہ کے عوض ان کی حق
گوئی اور بیباکی کو خریدنا چاہا، نیازی صاحب کی غیرت اسلام نے فرنگی اینجنٹ کے ہاتھ میں
بکنا گوارا نہ کیا۔ قائد اعظم کے بعد کئی ایک سربراہوں اور صاحبانِ اقتدار و اختیار نے ان
کے جوش بیان کو سرد کرنا چاہا لیکن وہ خاسرونا کام و نامراد ہوئے۔ نیازی نبوی اسلام کا داعی
ہے اور دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کرنے والے کے لئے مضطرب و بے قرار میدانِ عمل
میں ہے۔ مولانا نیازی راہِ یثرب کے بھٹکے ہوئے راہی کو نشانات راہ دکھا رہا ہے۔ وہ اسے
مقامِ مصطفیٰ ﷺ، احترامِ مصطفیٰ ﷺ اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ سے آشنا کر رہا ہے۔ عظمتِ
مصطفیٰ ﷺ کے لئے اس نے اپنا دن کا چین اور رات کا سکون قربان کر دیا ہے۔ یہ تبلیغی
یلغاروں، مجاہدانہ للکاروں اور سیاسی مہموں سے یہ وضاحت کر رہا ہے کہ قافلہ انسانیت اسی
روز خیر و عافیت سے منزل مقصود تک پہنچے گا جب وہ سالارِ کاروانِ آدمیت حضور اقدس و اعظم
ﷺ کی راہبری و رہنمائی کو دل و جان سے قبول کرے گا۔ مولانا کے خطابات، تقاریر اور
فرمودات کا محور یہی ایک حقیقت ہے۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ انسان اگر اپنی منزل مراد کو پانے کا

خواہش مند ہے تو وہ ریگ زمانہ پر حضور اقدس ﷺ اور ان کے رفقاء کے جگمگاتے نقوش پا کو اپنے سفر حیات کے لئے نشانات راہ قرار دے۔ یہ اس لئے کہ رب العالمین نے رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی کو کاروان انسانیت کے لئے نمونہ حیات بنایا ہے۔ یہ میزان ہے جس میں انسانوں کے عمل و کردار کا وزن کیا جائے گا اور وعدہ کیا ہے کہ

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں

اقبال

خان عبدالستار خاں نیازی ایم اے تحریک قیام پاکستان میں شباب ملت کے قافلہ سالار رہے ہیں۔ سندھ کے ریگزاروں سے لے کر سرحد و پنجاب کے ہر علاقہ میں ان کے قدموں کے نشان آج تک دیکھے جاسکتے ہیں۔ قائد اعظمؒ کے ان جانبازوں، جاں نثاروں اور جاں سپاروں کے نقوش قدم تاریخ پاکستان کی شاہراہوں میں آج بھی روشن و تابناک ذروں کی طرح چمکتے دھمکتے نظر آتے ہیں۔ مسخ حقیقت کے اس دور میں جن مخالفین قیام پاکستان نے ان کے شاندار قابل ستائش اور لائق تحسین و آفرین کردار کو بھی گھٹانے کی ناپاک جسارت کی اور لکھا کہ جناب نیازی ایک زمانہ میں ”احراری“ بھی رہے ہیں۔

شرم ان کو مگر آتی نہیں

مولانا نیازی کبھی بھی احرار میں نہیں رہے۔ اور آپ کا درخشندہ و تابندہ کارنامہ تحریک پاکستان کے لئے کوشش اور انتھک جدوجہد ہے۔ کہ ہر انسان دنیا میں اپنی صلاحیت و قابلیت کے مطابق ہی کوئی کام سرانجام دے سکتا ہے۔ مولانا کو جس قدر صلاحیت دین، دانش اور فہم و تدبیر قدرت نے عطا فرمایا ہے آپ نے اسے ملک و ملت کی بہی خواہی میں صرف کرنے کے لئے کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ اور وہ آج تک تکمیل تحریک پاکستان کے لئے کوشاں اور سرگرم عمل ہیں۔ ان جیسا خلوص و ایثار کا جذبہ لوگوں میں کم ہی نظر آتا ہے۔ ان سے اختلاف کی گنجائش ہر مقام اور ہر مرحلہ پر موجود ہے۔ لیکن ان کی حسن نیت، لذت امروز اور ذوق فردا سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی زندگی کا مشن خدمت اسلام ہے اور وہ دین محمد ﷺ کے لئے جینا مرنا اپنی حیثیت مستعار کا مشن قرار دیتے ہیں۔ وہ نوجوانی سے

جوانی اور جوانی سے بزرگی تک ایک ہی راہ پر گامزن ہیں۔ یہ صاحب منزل راہی اپنی قسمت اور اپنے مقدر پر نازاں اور فرحاں ہے کہ اسے خدائے محمد ﷺ نے نبوی اسلام کی خدمت کے لئے چن لیا ہے۔ اس دیوانہ محمد ﷺ کی شہروں، صحراؤں اور ویرانوں میں ایک ہی ہوک اور ایک ہی پیغام ہے اگر عافیت و راحت مطلوب ہے تو دامن محمد ﷺ میں پناہ لے لو۔ ان کی بتلائی ہوئی راہ صراطِ مستقیم پر چل نکلوان کے لائے ہوئے قانون (Code of life) کو زندگی کا دستور بنالو۔ غالب کی زبان میں ہے کہ

تیر قضا، ہر آئینہ در ترکشِ حق است
اما کشاد آں زکمان محمد ﷺ است

خدا کا دیا ہوشک و شبہ سے بالاتر قانون انسان ہی کے ہاتھوں تکمیل پذیر ہوگا۔ خدا خود عرش سے فرش پر نہیں آئے گا۔ خالق کون و مکاں، مالک ارض و سماں اسی مقصد کے لئے محمد عربی ﷺ کو رہبر انسانیت اور قافلہ سالارِ آدمیت بنا کر آخری رسول ﷺ کی حیثیت سے آخری پیغام دے کر بھیجا۔

نوعِ انساں را پیامِ آخرین
حاملِ او رحمتہ اللعالمین

اقبال

مولانا نیازی اسی پیغام محمدی ﷺ کے نقیب اور اعلیٰ پائے کے خطیب ہیں۔ خدا مزید توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ اس سرو قد رعنا پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے۔ اس فرصت میں اسی پر اکتفا کرنا ضروری ہے۔

جگر دار اور نڈر رہنما

ملک محمد اکبر ساقی (۱۹۴۴-۱۹۹۲ء) جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری رہے ہیں۔ جادو بیان مقرر، معروف سیاستدان اور صاحب قلم تھے۔ موصوف نے حضرت مجاہد ملت کی پنجاب اسمبلی کی تقاریر سے پانچ تقریروں کا انتخاب کر کے کتابی شکل دی جو جنوری ۱۹۷۷ء میں ”مولانا عبدالستار خاں نیازی کی پنجاب اسمبلی میں ۵ تاریخی تقریریں“ کے عنوان سے لاہور سے صبح ہوئی۔ کتاب کے ابتدائیہ میں ساقی صاحب نے حضرت مجاہد ملت کے حضور جو خراج عقیدت پیش کیا اس کی ایک جھلک درج ذیل ہے۔ (قصوری)

جن لوگوں کو اسلام کی حقانیت اور اس کے ایک کامل و اکمل دین ہونے کا یقین ہوتا ہے، وہ حالات کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کرتے، وہ صرف مسجد و منبر ہی سے حق کی آواز بلند نہیں کرتے۔ عہد حاضر میں ایسے حق شناس و حق پرست گروہ کے سرخیل ضیغم اسلام باطل حریت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی ہیں جنہوں نے دین اسلام کی سر بلندی اور سرفرازی کے لئے احقاق حق اور ابطال باطل کو اپنی زندگی کا طرزہ امتیاز بنا لیا ہے۔ انہوں نے قید و بند کی صعوبتوں کو خوش آمدید کہا، پھانسی کی ٹھری کا خیر مقدم کیا، گولیوں کی بو چھاڑ کو پرکھا۔ برابر وقعت نہ دی اور حق کہنے سے باز نہیں آئے۔ مساجد میں بھی ان کے نعرہ ہائے رستاخیز سنائی دیتے ہیں اور اسمبلی چیمبرز میں بھی انہوں نے اپنے موقف پر کسی مصلحت کا پردہ کبھی نہیں ڈالا۔ وہ جیل میں ہوں تو بھی خدا کے واحد کے پرستار ہیں اور جلسہ گاہ میں ہوں تو بھی سرکارِ دو عالم ﷺ کے نام لیوا اور عاشق صادق ہیں۔

مجاہد ملت کی ذات پر قوم نے ہمیشہ اعتماد کیا ہے۔ مسلمانوں کے لئے ایک اسلامی مملکت کے حصول کی خاطر انہوں نے جدوجہد کی جو قربانیاں دیں، جس طرح گوشے گوشے، قریے قریے میں پاکستان کے نعرے کو مقبول بنایا، اس کے پیش نظر ان کی مجاہدانہ

صلاحیتوں اور نیمثال خدمات کے اعتراف کے طور پر مسلمانوں کے قائد اعظم محمد علی جناح ان کو اپنا معتمد سمجھتے تھے اور عامۃ المسلمین اپنا جگر دار اور نڈر رہنما۔ قوم و وطن پر جب بھی کوئی مصیبت آئی ہے، عوام الناس نے آپ پر اعتماد کیا ہے۔ اپنے بے داغ کردار کے باعث آپ اس وقت بھی حسب سابق مسلمانان پاکستان کے دلوں کی دھڑکن ہیں اور حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل شعر کی عملی تفسیر۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے حکم ہے اذان لا الہ الا اللہ

ایک خط

میاں طفیل محمد سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان

محترمی جناب محمد صادق قصوری صاحب

السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ نے مجاہد ملت مولانا عبدالستار نیازی صاحب کی علمی دینی، سیاسی اور قومی خدمات پر مشتمل کتاب مرتب کرنے کا جو کام شروع کیا ہے، اس پر میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مولانا موصوف کی یہ خدمات کم و بیش ساٹھ سالوں پر محیط ہیں۔ تحریک پاکستان کے ابتدائی دور سے حالیہ تحریک نفاذ شریعت تک انہوں نے ہر مرحلہ میں نہایت اخلاص، رہنمائی، جرأت اور مردانگی سے کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔

میں ابھی حال ہی میں دل کے بائی پاس آپریشن کے مرحلہ سے گزرا ہوں اور یہ سطریں بھی بستر پر ہی تحریر کر رہا ہوں۔ کوئی دماغی اور لکھنے پڑھنے کا کام کرنے سے قاصر ہوں۔ اس لئے اس بارے میں معذرت خواہ ہوں۔ امید ہے کہ میری معذرت آپ قبول فرمائیں گے۔

خاکسار

طفیل محمد

۲۱۔ ستمبر ۱۹۹۹ء

اسلام کا مخلص مجاہد

قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی ان علماء میں سے ہیں جنہوں نے بیک وقت کالج اور مدرسہ کے فیض حاصل کیا اور قدیم و جدید دونوں علوم سے وافر حصہ پایا۔ وہ دونوں میدانوں کے مزاج اور خوبیوں سے مزین ہیں۔ علم و فضل اور زبان و بیان میں مہارت تامہ کے ساتھ حالات حاضرہ اور اسلام اور امت مسلمہ کے مسائل، حالات اور ضرورتوں سے کما حقہ آگاہ ہیں۔ اپنے دور کی باطل تحریکوں کے مقابلہ کے لئے وہ تقریر و تحریر کی صلاحیتوں سے پوری طرح مسلح ہیں۔ انہوں نے نظریہ پاکستان اور علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح کی فکر کو پروان چڑھانے کے لئے زمانہ طالب علمی میں بھرپور جدوجہد کی اور قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں تحریک ختم نبوت، اسلامی دستور اور اسلامی نظام کے قیام کے لئے برپا تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں قائدانہ اور سرفروشانہ کردار ادا کرنے کی پاداش میں انہیں گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا اور پھر پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ لیکن انہوں نے امام احمد بن حنبل اور مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہما) جمعین کی استقامت کی یاد تازہ کر دی۔ ان کو پھانسی کے تختہ پر لٹکانے اور جھکانے کا ارادہ رکھنے والے خائب و خاسر ہو کر اقتدار سے محروم اور رسوائے زمانہ ہوئے اور عبرت کا نشان بن گئے۔

مولانا عبدالستار خان نیازی نے ہر دور میں باطل کے خلاف کلمہ حق کیا۔ ۱۹۷۰ء تک وہ ”تحریک خلافت پاکستان“ کے علمبردار تھے۔ اس کے بعد انہوں نے جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے لادینیت کے خلاف جدوجہد کی۔

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کی شہادت کے بعد آئی جے آئی (اسلامی جمہوری اتحاد) وجود میں آیا۔ میاں نواز شریف کو آئی جے آئی نے سیاسی طور پر اٹھایا۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں میاں نواز شریف پنجاب میں کامیاب ہو کر وزیر اعلیٰ بنے اور بے نظیر بھٹو مرکز میں وزیر اعظم

بن گئیں۔ اس وقت سے مولانا عبدالستار خان نیازی نے بھی میاں نواز شریف کا ساتھ دینا شروع کیا۔ اس کے بعد جماعت اسلامی، دیگر دینی جماعتوں اور مولانا عبدالستار خان نیازی کی جمعیت علماء پاکستان کے تعاون سے میاں صاحب وزیراعظم بن گئے لیکن دینی جماعتوں کو ساتھ لے کر چلنے کی بجائے انہوں نے ان سے گلو خلاصی کی راہ اختیار کی۔ چنانچہ جماعت اسلامی اور دیگر جماعتیں ان سے الگ ہو گئیں لیکن مولانا عبدالستار خان نیازی اور جمعیت اہل حدیث ان کے ساتھ رہے۔ میاں صاحب نے مولانا عبدالستار خان نیازی کے احسان کا بدلہ جمعیت علماء پاکستان کے دو ٹکڑے کر کے چکایا اور ان کو ایک طرف کر دیا۔ بالآخر وہ بھی میاں صاحب سے مایوس ہو گئے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی نے میاں نواز شریف سے تعلقات کے دوران میں جماعت اسلامی کے ساتھ تعلق کو نہ ٹوٹنے دیا۔ ہمارے پروگراموں اور مطالبات میں ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ یہ ان کے اخلاص کی نشانی ہے۔ اس عرصہ میں انہوں نے جمعیت علماء پاکستان اور تحریک تحفظ ناموس رسالت کے ذریعہ جدوجہد کی جو الحمد للہ جاری ہے۔ نفاذ شریعت، سنی نظام اور فحاشی و عریانی کے خاتمہ کے لئے انہوں نے قابل قدر جدوجہد کی۔ پاکستان، دفاع، مسئلہ کشمیر اور امت مسلمہ کے دوسرے مسائل پر مولانا اور جماعت کے موقف میں موافق نہیں ہے۔ مولانا کے بارے میں یہ بات مسلم ہے کہ وہ اسلام کے مخلص مجاہد ہیں۔ ساتھ دینی مفاد کی خاطر نہیں بلکہ دین کی سربلندی کے لئے چلتے ہیں منصورہ میں جب بھی ان کو بلایا تو انہوں نے نفاذ شریعت اور انقلاب اسلامی کے لئے جماعت اسلامی کا بھرپور ساتھ دیا۔ آج بھی وہ اسلامی تحریک اور ملک کی تمام دینی جماعتوں میں محترم ہیں اور یادگار سلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات قبول فرمائے اور پاکستان کی دینی جماعتوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ انگریزی مسلط کردہ قیادت کے مقابلہ میں ایسی قیادت پیش کریں جو دینی اور ملی حمیت سے سرشار اور امریکہ سے مرعوب نہ ہو۔

۱۸۔ جنوری ۲۰۰۰ء

قابل صدا احترام بزرگ

سید نظیر زیدی لاہور

خدا کا شکر ہے میں ان لوگوں میں سے ہوں جو علمائے کرام اور قومی خدمات انجام دینے والے بزرگوں کا دل سے احترام کرتے ہیں۔ اور میرے نزدیک محترم مہر مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب ہر دو حیثیتوں میں قابل صدا احترام ہیں۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی دینی اور ملی خدمات انجام دیتے ہوئے گزاری۔ میں دعا کرتا ہوں اللہ پاک ان کی عمر میں برکت دے اور ملک و ملت اور دین اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دینے کی توفیق بخشے۔

میرا عقیدہ ہے اللہ کریم جب کسی سے راضی ہوتا ہے تو اس کے دل میں حب اسلام اور حب رسول ﷺ کی شمع روشن کر دیتا ہے اور پھر یہ بات یقین سے کہہ رہا ہوں کہ حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کے دل میں اللہ نے یہ شمع اس وقت روشن کر دی تھی جب وہ طالب علم تھے انہوں نے زندگی کا پورا سفر اس شمع کی روشنی میں طے کیا اور اسی کی روشنی تقسیم کرتے رہے۔

میرا عقیدہ یہ بھی ہے کہ نہ صرف ہم پاکستانیوں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے حالات حضرات علمائے حق کی مساعی سے سدھریں گے۔ اchiائے ملت اور اchiائے دین کا آغاز مساجد کے محرابوں ہی سے ہوگا۔ اقتصادی ترقی میں ملک و ملت کی بقادیکھنا کافروں کی تقلید ہے۔ ہمارا اصل مسئلہ اسلامی اخلاق سے روگردانی ہے۔ جب ہم صحیح معنوں میں مسلمان نہ رہے تو اللہ نے ہمیں سزا دینے کے لئے ہم پر شیطان مسلط کر دیئے۔ اگر ہم اپنی اس فاش غلطی سے آگاہ ہو کر اپنی اصلاح کی طرف رجوع کر لیں تو اسی لمحے سے ہمارے عروج کا آغاز ہو جائے گا۔ یہ بات مسلمات سے ہے کہ کفر اسلام پر غالب آ ہی نہیں سکتا۔ ”حق آیا باطل مٹ گیا۔ اور باطل تو مٹنے ہی کے لئے ہے۔“ یہ قرآن کا فیصلہ ہے۔ اگر ہم

کافروں سے مغلوب ہوئے تو اس وجہ سے کہ حقیقی معنوں میں مسلمان نہ رہے۔ ہمارے نام مسلمانوں جیسے ضرور ہیں۔ لیکن اعمال کافروں جیسے ہو گئے ہیں اور اس ارتداد کی وجہ سے ہم سے بڑے کافر ہماری گردنوں پر سوار ہو گئے، تاہم ابھی یہ موقع باقی ہے کہ اپنی کوتاہیوں کا اقرار کریں، تائب ہوں اور زندگی گزارنے کا وہی طریقہ اختیار کر لیں جو رحمت دو عالم محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے تجویز فرمایا ہے۔

ہم نے ماضی میں جو سنگین گناہ کئے ہیں ان میں سب سے زیادہ سنگین گناہ فرقوں میں بٹ جانا ہے۔ لازم ہے سب سے زیادہ توجہ ”اتحاد بین المسلمین“ پر دیں۔ کیا ستم ہے کہ اللہ کریم نے واضح الفاظ میں ٹکڑوں میں بٹ جانے سے روکا ہے اور ہم دین کا نام لے لے کر پاگل کتوں کی طرح ایک دوسرے کی بوٹیاں نوچ رہے ہیں۔ وقت آ گیا ہے کہ حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی جیسی اونچی حیثیت کے علماء اور سیاسی رہنما مسلمانوں کو اس فی سبیل اللہ فساد سے روکیں۔ اتحاد کے رشتے تلاش کریں اور مسلمانوں کو پہلے کی طرح بھائی بھائی بنادیں۔ ہمیں اولین فرصت میں سلسلہ مواخاۃ قائم کرنا چاہیے۔

آخر میں میں حضرت مولانا نیازی کی درازی عمر کی دعا ایک بار اور کرتا ہوں۔ اللہ انہیں عمر خضر عطا فرمائے اور اس ملت کی نتیجہ خیز خدمات کی بیش از بیش توفیق بخشے۔ آمین۔

۳۰۔ ستمبر ۱۹۹۹ء

جامع الصفات شخصیت

(ڈاکٹر اسرار احمد لاہور)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ہمارے ملک کے نامور عالم دین، مفکر اور دانشور ہیں۔ موصوف نے دور طالب علمی میں ”مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کے پلیٹ فارم سے تحریک پاکستان کے لئے خدمات سرانجام دیں۔ قیام پاکستان کے بعد ”جماعت اسلامی“ سے وابستہ ہو گئے مگر شدید اختلافات کے بعد الگ ہو گئے۔ اور ”تنظیم اسلامی“ کے نام سے علیحدہ ہ پلیٹ فارم سے اپنی مساعی کا آغاز کیا۔

موصوف کا تعلق دیوبندی مکتبہ فکر سے ہے اور مذہب و سیاست کو اسی نقطہ نظر سے ہی دیکھتے ہیں۔ حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم عالیہ کے بارے میں موصوف کے گہرا فہم ”تاثرات“ درج ذیل ہیں جو خاصے کی چیز ہیں (قصوری)

مولانا نیازی جامع الصفات شخصیت کے مالک ہیں۔ تحریک پاکستان میں وہ ایک مجاہد حریت کی حیثیت سے نمایاں ہوئے اور پھر پوری زندگی اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ ملکی سیاست اور مسلم لیگ سے آپ کا تعلق بھی نفاذ اسلام کے مطالبے کے حوالے سے رہا ہے اور آپ نے کلمہ ”حق کہنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ جس بات کو حق سمجھا۔ ڈنکے کی چوٹ اس کا اعلان کیا۔ آپ کی ذات ”اتحاد بین المسلمین“ کی ایک نمایاں علامت قرار دی جاسکتی ہے۔

۹۔ جون ۲۰۰۰ء

پاکستان کے غازی عبدالستار نیازی

پروفیسر سیف اللہ خالد۔ لاہور

پروفیسر سیف اللہ خالد وطن عزیز کے نامور ادیب، شاعر، دانشور اور ماہر تعلیم ہیں۔ اسلامیہ کالج سول لائینز لاہور میں برسوں سے تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بہت سی کتابوں کے مصنف اور کالج کے مجلہ "فاران" کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں۔ ان کی علمی شہرت مسلمہ ہے۔ حضرت مجاہد ملت کے بارے میں ان کا یہ مضمون معلومات افزا اور تاریخی حقائق سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ اللہ کریم انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ (قصوری)

تاریخ پاکستان میں میانوالی کے دو سرفرد، گورے چٹے جیلے نیازی اساطیر کی کرداروں کی شہرت رکھتے ہیں۔ ایک عبدالستار خاں نیازی اور دوسرا سکندر خاں نیازی۔ دونوں اسلامیہ کالج لاہور کے طالب علم رہے۔ دونوں کی نگاہوں کا مرکز قائد اعظم محمد علی جناح کی ذات، تندرہ صفات تھی۔ دونوں تحریک پاکستان کے جانباز سپاہی رہے۔ سکندر نیازی نے قائد اعظم کے جسم و جان کی حفاظت کے لئے ایک ایک سانس وقف کر دیا تو عبدالستار خاں نیازی نے بابائے قوم کے افکار و نظریات کی پاسبانی و اشاعت میں ایک ایک ساعت صرف کر دی۔ سکندر نیازی کے متعلق حکیم آفتاب احمد قرشی لکھتے ہیں۔

”۱۹۴۶ء کا آغاز تھا۔ قائد اعظم لاہور میں ممدوٹ والا میں مقیم تھے۔ بعض حاسدان تیرہ باطن نے قائد اعظم پر حملہ کرنے کے لئے ممدوٹ والا کا رخ لیا۔ مسلم لیگی رہنماؤں نے مشورے سے یہ فیصلہ ہوا کہ قائد اعظم کی حفاظت کی جائے۔ ایک خصوصی محافظ دستہ ترتیب دیا گیا جو اسلامیہ کالج کے صحت مند اور پر جوش طلبہ پر مشتمل تھا۔ اس دستے کے سالار سکندر نیازی تھے۔ کتنی ہی راتیں تھیں جو انہوں نے قائد اعظم کی حفاظت میں آنکھوں میں کاٹ دیں۔ اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں جلسہ ہوا جس میں قائد اعظم نے خطاب کیا تو ریواز ہوٹل

کی چھت پر سکندر خاں نیازی بندوق کے ساتھ پہرہ دے رہے تھے۔ قائد اعظم کو سکندر خاں نیازی اور اس کے ساتھی پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب شملہ میں کانفرنس ہوئی اور قائد اعظم کی حفاظت کے لئے رضا کار متعین کرنے کی تجویز پیش کی گئی تو انہوں نے سکندر خاں اور ان کے رفقاء کو اپنی حفاظت کے لئے منتخب کیا۔ سکندر خاں اسلامیہ کالج لاہور میں ۱۹۴۳ء میں داخل ہوئے جو ان دنوں ملی تحریکات کا گہوارہ تھا۔ کئی معرکے ان کی جرات و ہمت سے سر ہوئے۔ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں وہ پہلے ڈیرہ غازی خاں اور پھر میانوالی گئے جہاں ایک مرد درویش (اولڈ اسلامین) مولانا عبدالستار خاں نیازی جاگیرداروں کے خلاف نبرد آزما تھا۔ مولانا نیازی کی حمایت میں سکندر خاں ڈٹ گئے۔ ان کے قبیلے کے سردار یونی نسٹ امیدوار کے ہمنوا تھے مگر سکندر خاں نے شب و روز کی جدوجہد سے فضا مگو بدلا۔ اس طرح مولانا عبدالستار نیازی کامیاب ہوئے۔“ (۱)

درویشی، حق گوئی اور ظلم سے بچنے آزمائی عبدالستار نیازی کی شخصیت کی تین نمایاں جہتیں ہیں، ہر مرد مومن اسی مثلث میں جیتا، جدوجہد کرتا اور جان دیتا ہے۔ اس منطقے کا باشندہ جرأت عزیمت، ذوق و شوق اور علم و حلم کے اوصاف سے مزین ہو کر کارگاہ حیات میں سرگرم عمل رہتا ہے۔ وہ اگرچہ ایک مخصوص عہد میں ظہور کرتا ہے۔ مگر اس کی آواز کئی زمانوں میں گونجتی ہے۔ عبدالستار نیازی ایک ایسا ہی بندہ مولا صفات ہے۔

تاریخ کے جھروکے سے جھانکا جائے تو آنکھوں کے سامنے ایک حیرت کدے کی نمود ہوتی ہے جہاں ان گنت انسانوں کے برق پاش وجود اپنی شعلہ فشاں صداؤں، رجائیت بھری نظروں اور خوبصورت خوابوں کی خوشنما تعبیروں کے ساتھ روحوں میں انگڑائیاں لیتے انقلاب کا پتا دے رہے تھے۔ اولاد آدم، مطلق العنان طبقوں اور ان کے حاشیہ نشینوں سے اپنے سلب کردہ حقوق چھیننے کے لئے مضطرب تھی۔ عظیم تر لوگوں کی تمنائیں دھنک کی صورت رنگ بکھیر رہی تھیں۔ ان ”بڑوں“ کے درمیان، انجان دیاروں

سے آکر اپنی شناخت کرانا فقط جیننس کا منصب ہو سکتا تھا۔ عبدالستار نیازی نے ایسا کر دکھایا۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے بات کے مصداق وہ زمانہ طالب علمی (۱۹۳۳ء سے ۱۹۴۰ء) ہی میں اپنا تشخص اجاگر کر چکے تھے۔

(۱) ”۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۷ء کے تعلیمی سال کے بہترین مقررہوں میں محمد اکبر ملک، انوار الحق، حمید نظامی اور عبدالستار نیازی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان بھر میں اسلامیہ کالج لاہور کا نام روشن کیا۔“ (۲)

(۲) ”مولانا عبدالستار خان نیازی نے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ وہ صرف انگریزی کے پریڈ میں آیا کرتے تھے۔ بعد میں انہوں نے عربی۔ بان میں ایم اے کا امتحان پاس کر لیا تھا۔ کالج کے زمانے میں ہی انہوں نے اپنی لیڈری کا سکہ بٹھا دیا تھا۔“ (۳)

یہ لیڈری محض اپنی ذات و صفات کے استحسان کے لئے نہیں، بلکہ ان باطل سرپرست عناصر کی شکست و ریخت کی خاطر تھی جنہوں نے انگریز کی کاسہ لسی اور ہندو کی اشیرباد کی آرزو میں مسلم کش پالیسی اپنا رکھی تھی۔ ایسے میں نرم روی کی بجائے آتشیں رویہ ضروری تھا کہ یہ مومن کا خداداد وصف ہے جس سے کام لے کر کبر و نخوت کے برج کراے جاتے ہیں۔ حقانی قوتوں کے مقابل آنے والوں کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں اور ان کے لئے کوئی نرم گوشہ نہیں کذب و صداقت کی کشاکش میں اس بصیرت کے لئے پیغمبر آخر الزمان ﷺ کا یہ قول فیصل زندگی کی کسوٹی ہے۔ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ: رضائے الہی اور منشائے ایزدی کے خلاف کوئی قول، فعل دیکھو تو اسے قوت بازو اور طاقت لسانی سے بدل ڈالو بصورت دیگر دل سے تو ناپسند ضرور ہے۔ یہ جہادی سپرٹ اہل اللہ کے مزاج کا خاصہ ہوتی ہے جس کے متعلق اقبال کہتے ہیں۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جو انوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

یہ لوگ اٹم وعصیاں کے سلسلے میں کوئی مفاہمت گوارہ نہیں کرتے۔ ان کی لغت میں دشمنانِ دین و ملت کے حق میں وہی زبان روا ہے جو مجاہد ملت نے مسلم لیگ کی کالی بھیڑوں کے سردار، وزیرِ اعظم پنجاب سر سکندر حیات کے لئے استعمال کی:-

(۱) ”مسمی سکندر حیات ولد محمد حیات ذات کھڑو جنگلکسن کے اردلی کا بیٹا ہے، اس کو میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ غیر پاکستان جو سر سکندر حیات بزعم خویش اپنی خود غرضیوں، مکاریوں، عیاریوں اور ستم رانیوں کی خاطر بنائے گا یقیناً وہ لغوستان ہوگا لیکن جو پاکستان کتاب و سنت کی بالادستی اور شریعت کی سیادت و قیادت قائم کرنے کے لئے وجود میں آئے گا وہ بن کر رہے گا۔ کتے بھونکتے رہتے ہیں اور کارواں چلا جاتا ہے۔“ (۵)

Expel Sikandar Finish the traitor . Kill the weather cock. Do away the Judas .Bury the mir Jaffar of the Punjab

سکندر کو نکال دو! غدار کو نیست و نابود کرو! اس مرغ باد نما کو ختم کرو! اس یہود اسکر یوٹیوں کو نکال پھینکو! پنجاب کے اس میر جعفر کو بزور نکال کر دفن کر دو (۴)

حق گوئی کی بات چل نکلی ہے تو مولانا عبدالستار نیازی اس قافلے کے سالار نظر آتے ہیں جنہوں نے قائدِ اعظم جیسے سخت گیر رہنما سے اختلاف کیا۔ اس لحاظ سے انہیں رئیسِ الاحرار مولانا حسرت موہانی کا ہمدوش کہنا لازم ہے جنہوں نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس الہ آباد (منعقدہ مارچ ۱۹۴۲) میں تنہا اس تجویز کی مخالفت کی جس کا تعلق قائدِ اعظم کی ذاتِ گرامی سے تھا۔ اس زمانے میں سر اسٹیفورڈ کرپس ہندوستانی لیڈروں سے گفت و شنید کے لئے آئے ہوئے تھے، حسرت کو خدشہ تھا کہ قائدِ اعظم اختیارات سے کام لے کر کہیں کرپس مشن کے اس بنیادی نکتے پر متفق نہ ہو جائیں کہ جنگِ عظیم دوم کے بعد برصغیر کو نوآبادیاتی درجہ (DAMINION STATUS) دے دیا جائے اور اس کی ایک منتخب

دستور ساز اسمبلی ملک کے لئے آئین وضع کرے۔ چنانچہ حسرت نے قائد اعظم کی موجودگی میں کہا:

(۱) ”ورکنگ کمیٹی یا قائد اعظم کو بھی اس کا اختیار نہیں ہے کہ ڈومین اسٹیشن کی بنیاد پر کرپس سے کوئی بات چیت کریں۔“

(۲) میں پاکستان کا مؤید ہوں لیکن پاکستان ڈومین کا قائل نہیں بلکہ پاکستان جمہوریت کا علمبردار ہوں اور یہی نکتہ میرے اور قائد اعظم کے درمیان خلیج پیدا کر رہا ہے۔“ (۶)

اکتوبر ۱۹۴۱ء میں مولانا نیازی اور مولوی ابراہیم علی چشتی نے دہلی میں قائد اعظم سے ان کی ملاقات گاہ پر ملاقات کی۔ مولانا نیازی نے اسلام کے نظریہ خلافت کو پاکستان کا سیاسی نظام قرار دینے پر زور دیا۔

(۱) ”وہ مولانا نیازی کی جوانی کا زمانہ تھا۔ بات کا کوئی ایسا پہلو نکل آیا جس پر قائد اعظم گرم ہو گئے مولانا نیازی نے کہہ دیا۔“
”سر آپ اپنا فرض ادا نہیں کر رہے ہیں“

قائد اعظم نے سے یہ بات کہنا آسان نہ تھا۔ انہوں نے اپنی گرج دار آواز میں فرمایا ”ایسا مت کہو کہ میں اپنا فرض ادا نہیں کر رہا ہوں۔ تمہاری عمر کیا ہے؟“
مولانا نیازی نے کہا ”پچیس سال!“

قائد اعظم نے فرمایا تمہاری عمر ابھی میری مشکلات کا اندازہ لگانے کے لئے بہت چھوٹی ہے مولانا نیازی نے کہا۔ ”سر میں خوش قسمت ہوں کہ عمر کے اس حصے ہی میں، میں صحیح نتیجے پر پہنچ چکا ہوں۔ (۷)

(۲) ”دو گھنٹے تک قائد اعظم سے ملاقات رہی، جب واپس آنے لگے تو وہ مولانا نیازی اور مولوی محمد ابراہیم علی چشتی کو کوٹھی کے دروازے تک چھوڑنے آئے۔ مولوی صاحب

قائد اعظم کے ساتھ تھے جب کہ مولانا نیازی ذرا پیچھے تھے۔ مولوی چشتی صاحب نے قائد اعظم سے کہا ”سر آپ مسلمانوں کے رہنما ہیں، آپ داڑھی کیوں نہیں رکھ لیتے؟“ اس پر قائد اعظم نے قبضہ لگایا اور فرمایا ”مولوی صاحب اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، مصطفیٰ کمال پاشا (اتاترک) کے چہرے پر داڑھی نہیں تھی، اس کے باوجود وہ ہم سے بہتر مسلمان تھے۔“

قائد اعظم کی بات سن مولانا نیازی آگے آگئے اور کہا ”اس سے فرق تو پڑتا ہے“ (۸) اعلیٰ کلمہ الحق کی مماثلت کے باوجود حسرت اور نیازی میں ایک فرق بھی تھا۔ حسرت موہانی اشتراکیت کا پرچار کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

لازم ہے یہاں غلبہ آئین سویت

وہ ایک برس میں ہو کہ دس بیس برس میں

مگر مولانا عبدالستار نیازی کا اصرار تھا۔ لازم ہے یہاں غلبہ آئین محمد ﷺ!

مولانا عبدالستار خاں نیازی ایک اعتبار سے چوہدری رحمت علی کے نظریہ پاکستان کے مؤید، مفسر محسوس ہوتے ہیں۔ جس طرح چوہدری مرحوم نے دو میدانوں میں داد قلم و کلام دی، عبدالستار نیازی انہی کے نقش قدم پر چلے اور دو طرح کی جنگاہ (مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن اور خلافت پاکستان) میں داد شجاعت دی۔ چوہدری صاحب نے ایک جانب اس ذہنی رویے کے خلاف بغاوت کی جسے مسلمان اپنے اقلیتی درجے (Manority

Status) پر مطمئن ہو کر اپنائے ہوئے تھے، دوسری طرف موصوف نے برٹش بنی گٹھ جوڑ کا طلسم پاش پاش کرنے کے لئے پاکستان نیشنل موومنٹ کے پلیٹ فارم سے جدوجہد کی۔

انہوں نے بھارت سے الگ مسلم مملکت کے خط و خال تراشے اور اسے ”پاکستان“ کا نام

دیا۔ He was the first to make a clear-cut demand for a

separate and independante muslim state in South Asia

and to make out a perssuasive case for it ,he invented a beautiful name for the country of his dreams.

چوہدری رحمت علی نے مسلمانوں کی غلیحہ، خود مختار حکومت کا سوال ۱۹۱۵ء میں اٹھایا تھا اور اس کے جواب کے لئے عمر بھر کوشاں رہے۔ اس حوالے سے انہیں ہندو مسلم اکابرین سے برسوں چوٹھی لڑنا پڑی۔

۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو علامہ اقبال نے اپنے خطبہ آلہ آباد میں کہا:

”میری خواہش ہے کہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ایک ہی ریاست میں ملا دیا جائے خواہ یہ ریاست سلطنت برطانیہ کے اندر حکومت خود اختیاری حاصل کرے، خواہ اس کے باہر“ (۱۰)۔

۶ مارچ ۱۹۳۲ء کو اقبال نے علامہ راغب احسن کے نام خط میں اپنے مجوزہ ریاستی نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا۔

”جہاں تک میری تجویز کا تعلق ہے، وہ یہ ہے کہ انڈین وفاق کے اندر ایک مسلم صوبہ تخلیق کیا جائے“۔ (۱۱)

تو یہ چوہدری رحمت علی تھے جنہوں نے ان بیانات کے منفی نتائج و عواقب سے پردہ اٹھایا اور مسلم زعماء کے برعکس انڈین وفاق کے مضمرات سے آگاہ کیا۔

”علامہ اقبال سے اختلاف کرتے ہوئے وہ الگ تھلک مسلم علاقوں کے اسلامی تشخص پر مبنی ریاستوں کے وفاق کے حامی تھے۔ وہ انڈین وفاق اور ہندی قومیت سے جدا رکھنے کے قائل تھے۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء تک لندن میں تین گول میز کانفرنسیں منعقد ہوئی ہیں تاکہ ہندوستان کے معروف مسلمان اور ہندو قائدین اور سیاست دان انڈیا کے بارے میں کوئی مشترکہ فارمولا تیار کر سکیں۔ زیادہ تر مسلمان مندوبین کو برٹش ایمپائر کے زیر اثر ہندوستان کے ساتھ وفاق کرنے پر سخت اختلاف نہیں تھا۔ اس کے برعکس چوہدری رحمت علی

نے ایک اہم انقلابی اعلان ”اب یا کبھی نہیں“ (Now Or never) جاری کر دیا۔ انہوں نے اس کی کاپیاں تمام شرکاء کو دیں۔ وہ بعد میں انگریز سیاست دانوں اور پارلیمنٹ کے ارکان کو بھی مکمل طور پر آزاد مسلمان ملک کے قیام کے حق میں دلائل دیتے رہے۔ ۱۹۳۳ء میں انہوں نے ”پاکستان“ کا لفظ استعمال کیا۔ وہ ہندوستانی وفاق کے برعکس پاک پلان، پاک آئیڈیالوجی اور پاک نیشن پر زور دیتے رہے۔ (۱۲)

اپنے موقف کو مستحکم کرنے اور ہندو ازم کا تار و پود بکھیرنے کی خاطر چوہدری رحمت علی نے ”انڈیا“ کو ”Dinia“ (دینیہ) سے تبدیل کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے ۵ ستمبر ۱۹۴۶ء کو ”دینیہ“ ساتواں براعظم کے نام سے ایک کتابچہ سپرد قلم کرتے ہوئے لکھا۔

The word "dinia" is composed of the letters of the word "india" itself and that, in the arrangement of letters, there is only one change . this is the transposition of the letter "d" in India to the first place . In saving contrast with "India", Dinia means , literally as well as politically the joint domain of all "Dins"(religions) and fraternite that flourish therein and ther by puts and end once and for all to the mischief that was being done by the name "India"

یہ ایک انتہائی مدلل اور دانش ورانہ نظریہ تھا، جسے عملی شکل دینے سے ”رام راج“ کا سپنا آن واحد واحد میں بکھر جاتا۔ یہ ایک حرف ڈی (D) کی تبدیلی نہیں تھی بلکہ ہزاروں سال کے اس احساس تفاخر کی موت تھی جس کی اساس پر ہندو، انڈیا کے اجارہ دار بن کر باقی اقوام کے مذہبی، نسلی، معاشی اور سیاسی حقوق سلب کر رہے تھے۔ چوہدری صاحب کا کہنا بجا

تھا کہ انڈیا فقط ایک مذہب (ہندومت) کے پجاریوں کا استعمالی خط نہیں بلکہ بہت سے ادیان (مذہب) کے حامل آدم زادوں کا مسکن ہے۔ یہ مسلمانوں، عیسائیوں، سکھوں، پارسیوں، اچھوتوں اور بدھ مت کے پیروکاروں کا وطن بھی ہے۔ یوں ایک ملک نہیں براعظم ہے۔ لہذا تمام قومیں اپنے اپنے ممالک کی تشکیل کر سکتی ہیں۔ اسی نظریے کی روشنی میں پاکستان کا قیام لازم آتا ہے۔

چودھری رحمت علی نے جو خواب دیکھے۔ عبدالستار خاں نیازی نے ان کی تعبیریں دنیا کے سامنے پیش کیں اور اس شد و مد کے ساتھ کہ حریف لرزہ بر اندام ہو گئے۔ چودھری مرحوم نے منطق و کلام کا سہارا لیا اور نیازی نے حرف حرف میں جذبول کے شعلے بھر دیے۔ چودھری صاحب پاکستان تشریف لائے مگر حالات سے بیزار ہو کر برطانیہ واپس چلے گئے لیکن مجاہد ملت، ہر خوف و خطر سے بے نیاز، محاذ پر ڈٹے رہے اور اس ادا سے کہ ان کی یہ للکار جہت جہت گونج رہی تھی۔

اور میں آج بھی اس دور ستم پیشہ میں
کجکلاہوں کی رعونیت سے الجھ سکتا ہوں
ڈال سکتا ہوں مہر کے سینے پہ خراش
برق و باراں کی شونہت سے الجھ سکتا ہوں

مولانا عبدالستار خاں نیازی اس عمق کی قبیلے کے ممتاز فرد ہیں جس نے ”دینیہ“ کو مکمل معنویت بخش کر، دین اسلام کے اسم اعظم سے منسوب، پاکستان کے قیام اور اس میں خلافت کے نظام کا آواز بلند کیا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے دو محاذوں پر ”مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن اور“ خلافت پاکستان“ پر کام کیا۔ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی تشکیل ۱۹۳۷ء میں ہوئی جب

”پنجاب کی بیمار سیاسی صورت حال میں یونینسٹ مارٹی کے ہتھکنڈوں، کانگریس

کے تعصب اور صوبائی مسلم لیگ کی نااہلی نے پنجاب کے مسلمان نوجوانوں اور خصوصاً طلبہ کو ایک فیصلہ کن موڑ پر لا کھڑا کیا تھا۔ یہ طلبہ علامہ اقبال کے تاریخی خطبہ الہ آباد اور چوہدری رحمت علی کی تحریک سے بہت متاثر تھے۔ اس فیڈریشن کے قیام کا بیڑا اٹھانے والے تاریخ ساز طلبہ میں حمید نظامی (مرحوم)، میاں محمد شفیع، عبدالسلام خورشید، سید مخدوم عباسی، عماد الدین احمد اور مولانا عبدالستار نیازی شامل تھے۔“ (۱۴)

فیڈریشن کے قیام و انصرام میں مولانا نیازی کی خدمات داستان حریت کا ناقابل فراموش باب ہیں۔ انہوں نے اس جمعیت میں اسلامی انقلابیت کی روح بھردی۔ ۱۹۳۹ء میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن پنجاب کے تیسرے صدر کی حیثیت سے، اس کا نیا دستور مرتب کیا جس کا اصل الاصول قرآن ذی شان کی اس آیت حکیمہ کو قرار دیا گیا۔

کنتم خیر امة اخرجت للباسن تا مرون بالمعروف وتنہون علی المنکر وتومنون باللہ (آل عمران ۱۱۵)

”اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

”مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پہلے منشور میں اس کا نصب العین یہ تھا کہ ہندوستان کے مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل ایک الگ خطہ ہو جس میں مسلمانوں کی حکومت ہو۔ مولانا نیازی نے اس میں امپروومنٹ یہ کی کہ خلافت پاکستان کا مطالبہ پیش کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا منشور بھی پیش کیا یعنی پاکستان بن جائے تو اس کے اندر نظام حکومت ”خلافت“ ہونا چاہیے۔ (۱۵)

”خلافت پاکستان“ کا ظہور ۱۹۳۹ء میں ہوا۔ بیسویں صدی کا یہ عشرہ مختلف تحریکوں کی نشوونما اور راست اقدامات کے دروازے کھول رہا تھا۔ ایک طرف کانگریس اور مسلم لیگ برطانوی استعمار سے نجات پانے کے لئے اجتماعی و انفرادی جدوجہد میں مصروف تھیں

تو دوسری جانب پنجاب کے غیور نوجوان برصغیر کی تاریخ کے بنانے اور جغرافیہ بدلنے میں منہمک تھے۔

”وہ سیاسی سوجھ بوجھ میں سیاستدانوں سے بہت آگے نکل چکے تھے۔ اور مستقبل کے پاکستان کی بنیادیں رکھ رہے تھے۔ انہیں مستقبل کا پاکستان چوہدری رحمت علی کے پیغام میں صاف نظر آ رہا تھا۔ پنجاب کے ان طالب علموں نے مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کے لئے خلافت پاکستان سکیم شروع کی اس تحریک کے خالق عبدالستار خان نیازی اور میاں محمد شفیع تھے۔ سکیم کے خالقوں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ شمالی ہندوستان کے علاقوں میں موجود مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ مسلم مملکت کا قیام ان کا پیدائشی حق ہے۔ اس مملکت کا حکمران ایک مذہبی رہنما ہونا چاہیے۔ جو زمین پر خدا کے نائب کے طور پر اپنی ذمہ داریاں نبھانے اور قرآنی تعلیمات کے مطابق حکومت کرے۔“ (۱۶)

۱۹۳۹ء میں مولانا نیازی نے مجوزہ مسلم مملکت نظام حکومت کا خاکہ تیار کیا۔ اس کا ماخذ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا دستور تھا جس پر انہوں نے نظر ثانی کی تھی۔ انہوں نے اس کا ایک نسخہ قائد اعظم کی خدمت میں ارسال کیا:

”اکتوبر ۱۹۳۹ء میں آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کونسل اور ورکنگ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ عربک کالج دہلی میں بحیثیت صدر پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن مولانا نیازی نے خلافت پاکستان سکیم کے اہم نکات کی وضاحت کی اور پہلی بار قائد اعظم سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ قائد نے ارشاد کیا کہ تمہاری سکیم ہمارے زیر غور ہے پھر فرمایا Your scheme is very hot (تمہاری سکیم بہت گرم ہے) اس پر نیازی صاحب نے برجستہ جواب دیا My scheme is hot because it has come out from a boiling heart (میری سکیم اس لئے گرم ہے کہ یہ ایک طوفان خیز قلب سے نکلی ہے) (۱۷)

غالب نے خلوص و وفا کو، مردان حریت کا نصب العین قرار دیتے ہوئے، ”اصل ایمان“ کے درجے تک پہنچا دیا ہے۔

وفاداری، بشرط استواری اصل ایمان ہے۔

یہ ہر دور کا بزمیہ بھی ہے۔ اندرز میہ بھی، اس کی کوکھ سے کامرانیوں کی کونپلیں پھوٹی اور تناور درختوں کی صورت اختیار کرتی ہیں۔ عظیم لوگ اسی سبیل الرشاد سے گزر کر صراط مستقیم پر گامزن ہوتے ہیں ان کا ہر قدم نئے انقلاب کا پیش خیمہ ہوتا ہے اور وہ گام گام پر اولیت کا پرچم نصب کرتے چلے جاتے ہیں۔ مولانا عبدالستار نیازی کے سر پر بھی کئی اولیات کا تاج سجا ہے:-

(۱) ”مولانا عبدالستار خاں نیازی اور مولوی محمد ابراہیم علی چشتی نے خلافت پاکستان اسکیم تجویز کی جس کا باقاعدہ پمفلٹ چھپا۔ اس میں سارا شمالی ہند، پاکستان میں شامل کرنا مقصود تھا۔ اور یہ ایک طرح کا پورچ منثور تھا جس میں مجوزہ خالص اسلامی مملکت کے خدو خال بیان کئے گئے تھے۔ اور بعض ایسے اموز بھی شامل تھے جو آج بھی ریڈیکل انقلابی لگتے ہیں۔ (۱۸)

(۲) ”مارچ ۱۹۴۰ میں، اقبال پارک لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا چھبیسواں سالانہ اجلاس منعقد ہوا، جہاں ۲۳ مارچ کو قرارداد لاہور منظور کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی مولانا نیازی کی سرکردگی میں ”دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام ”خلافت پاکستان کانفرنس“ اسلامیہ کانج کے حبیبیہ ہال میں منعقد ہوئی۔ قائد اعظم پہلے سے طے شدہ مصروفیات کی وجہ سے کانفرنس میں نہ آ سکے۔ سابق وزیراعظم صوبہ سرحد سردار اورنگ زیب خاں، چوہدری خلیق الزماں اور راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد نے اس کانفرنس میں شرکت کی۔ مولانا نیازی نے اس کانفرنس میں ”خلافت پاکستان“ کا تصور اجاگر کیا اور پاکستان کا نقشہ بھی شائع کیا گیا یہ نقشہ اس کانفرنس کے انعقاد سے تین برس پیشتر مولوی محمد ابراہیم علی

چشتی نے انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ میں بھی شائع کیا تھا۔ لاہور ریزولیشن اس نقشے کی اشاعت کے تین سال بعد پیش کیا گیا۔“ (۱۹)

(۳) مولانا نیازی کی عقابی نگاہ اور انقلابی پروگرام کا اندازہ کیجئے کہ جب اکابر مسلم لیگ، پاکستان کا نام لئے بغیر لاہور ریزولیشن پیش کر رہے تھے تو وہ ”خلافت پاکستان“ کانفرنس منعقد کر رہے تھے۔ یہ سعادت بھی مولانا ہی کو نصیب ہوئی کہ ڈیڑھ لاکھ نفوس کی موجودگی میں لاہور ریزولیشن پیش ہونے پر انہوں نے پوری قوت کے ساتھ ”پاکستان زندہ باد“ کا نعرہ لگایا۔ اگرچہ اس جلسے سے خطاب کرنے والے تمام مقررین کامدعا قیام پاکستان ہی تھا مگر کسی نے بھی پاکستان کا نام نہیں لیا۔“ (۲۰)

(۴) ”پاکستان بننے کے بعد انگریز کے کاسہ لیسوں، سرمایہ داروں اور کمیونسٹوں نے ”نظریہ پاکستان“ کو الجھانے اور ملک میں فکری انتشار و بے دینی پھیلانے کی سازشیں شروع کر دیں۔ پنجاب کے وہ جاگیردار اور رئیس جو قیام پاکستان سے قبل اسلام اسلام کے نعرے لگاتے تھے، اب اسلام سے راہ فرار اختیار کرنے لگے تو مولانا نیازی نے اپنے مخلص ساتھیوں اور کارکنوں کے تعاون سے مسلم لیگ کے اندر ۱۹۴۸ء میں ایک اپوزیشن ”خلافت پاکستان“ گروپ کی تشکیل کی۔ یہ نوبیا پاکستان کی پہلی اپوزیشن تھی جس کے قیام کا سہرا مولانا نیازی کے سر بندھا۔“ (۲۱)

۱۵ جولائی ۱۹۷۹ء کو برہنگم (برطانیہ) میں ایک عدیم النظیر انعام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس منعقد ہوئی تو چشم فلک نے پہلی بار دیار فرنگ میں مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع دیکھا۔ شمع رسالت کے پروانے تمام یورپ سے کشاں کشاں برہنگم پہنچے۔ اس بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے بتایا کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کیا ہے اور اس کا تحفظ ہمارے لئے کیوں ضروری ہے۔“ (۲۲)

(۶) ۲۲ نومبر ۱۹۹۵ء کو حزب اختلاف کے سینئر واک آؤٹ کر کے سینٹ کی لابی

میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سینئر اقبال حیدر (پی پی پی) بھی وہاں آ گئے۔ باتوں باتوں میں اقبال حیدر نے حضرت مجاہد ملت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ”یہ واحد مذہبی لیڈر ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان کی حمایت کی تھی“۔ (۲۳)

اسلام اور پاکستان سے مولانا نیازی کو والہانہ عقیدت کی داستان سنہرے حروف میں رقم ہو چکی ہے۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو جب شمالی ہندوستان کے مسلمان اپنی جدوجہد کے ایک نئے دور میں داخل ہو چکے تھے، ۲۸ فروری تا یکم مارچ ۱۹۴۱ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں قائد اعظم کے زیر صدارت ”پاکستان کانفرنس“ منعقد ہوئی، کم و بیش ایک لاکھ کے اجتماع میں، مولانا نیازی، پاکستان کی عقیدت و حمایت میں رطب اللساں ہوئے، نامور صحافی چوہدری حبیب احمد نے اس کانفرنس کا منظر نامہ یوں لکھا۔

”حسن و رعنائی کا مجسمہ جب اپنے خلوص و ایثار، جاں فگی اور جاں سپردگی کے بیتاب جذبوں کو نمایاں کر رہا تھا اور جوانوں کو زندگی کی خو پیدا کرنے کی تلقین و ہدایت کے ساتھ ساتھ اپنا عشق اور اپنی نظر بخش رہا تھا۔ اور بزرگوں کے دلوں کو احساس ملی سے گرما اور ان کی ذمہ داریوں سے ان کو باخبر کر رہا تھا تو قائد اعظم کی نگاہیں بار بار اس پر شکوہ چہرے اور پیکر عزم و استقلال کی طرف اٹھتی رہیں۔ بالآخر جوش ایمان و مسرت سے قائد اعظم کے شگفتہ و متین اور مدبر رخ زیب پر اظہار خوشی و مسرت کی حسین لکیریں ابھریں اور انہوں نے متبسم انداز اور پروقار لہجے میں ارشاد فرمایا ”جس قوم کے پاس عبدالستار خاں نیازی جیسے پیکر ان یقین و صداقت ہوں اس کے پاکستان کو کون روک سکتا ہے۔“ (۲۴)

”قرآن اور پاکستان“ مولانا عبدالستار خاں نیازی کے فکر و عمل کا محور ہیں۔ انہی سے ان کی یگانہ، روزگار جسمانی، وجدانی اور روحانی کائنات، رنگ، روشنی اور خوشبو کشید کرتی ہے انہیں سے موصوف کے حواس مجلّا اور آرزوئیں مصفا ہیں اور انہیں سے ان کے ظاہر کو جلال اور باطن کو جمال ارزانی ہوا ہے۔ ان کا اسلوب زیست اشداء علی الکفار اور

رحماء بینہم کی آمیزش سے عبارت ہے۔ تاہم حریفان، بدسگال کی بے محابا دسیسہ کاریوں کے باعث ان کی جلالت مافی شہود سے ظہور کرتی ہے ۱۹۵۲ کے اوائل میں جب وہ زائرین کے ایک وفد کے ساتھ، حضرت مجد الف ثانی کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے سر بند شریف گئے تو شہر کی انتظامیہ نے وفد کے اعزاز میں عصرانہ دیا جس میں اعلیٰ حکام اور اہم شہری بھی شامل تھے۔ ایک ہندو لیڈر نے تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے متعلق متعصبانہ خیالات کا اظہار کیا تو مولانا نیازی کا طوفان خیز قلب ٹڑپ اٹھا اور انہوں نے اپنی گرج دار آواز میں کہا:

”یہ امام ربانی کا دربار ہے۔ اس کی سلطنت ہے۔ میں نہرو کی سلطنت کو نہیں مانتا۔ میں کسی کا حکم نہیں مانتا ہم نے ہندوستان میں ساڑھے گیارہ سو سال حکومت کی مگر تمہاری تہذیب، تمہارے کلچر اور تمدن کو جوں کا توں رہنے دیا۔ اسے چھیڑا تک نہیں بلکہ تمہیں سنوارا ہے۔ ہم نے تمہیں ایک بہتر اور خوبصورت کلچر دیا۔ تہذیب دی، تمدن دیا۔ شرافت دی، تعلیم کے زیور سے تمہیں آراستہ کیا۔ یہ غلط ہے کہ مسلمانوں نے ہندو عورتوں، بچوں، بوڑھوں پر ظلم کیا البتہ ہندوؤں کے ہاتھوں یہ ساری سیاہ کاریاں سرزد ہوئیں ہم اس کا قصاص ضرور لیں گے۔“

پاکستان میں بزدل لیڈر شپ نے قوم کو جہاد کے لئے تیار نہیں کیا ورنہ اس وقت تک مسلمان حساب بے باک کر چکے ہوتے! (۲۵)

دشمن کا نرغہ ہو یا اپنوں کا حلقہ، سلطانی و ملانی و پیری کی تشلیت ہو یا جاگیرداروں اور صنعت کاروں کا استحصالی جال، مقامی مطلق العنانیت ہو یا عالمی قوت و شہرت۔ مسلمان نیازی نے پردہ زنگاری میں چھپ چھپ کر غمخیز انسانی پر ضرب لگانے اور پاکستان کی عدالت فاعلی کا تماشا بنانے والوں کو کبھی معاف نہ کیا۔ بڑی بڑی شخصیتیں، سیاسی مصلحتیں، قید و بند کی معویتیں اور قاتلانہ حملے انہیں راہ استقامت سے نہ ہٹا سکے۔ دیدہ وقت نے انگریزوں،

ہندوؤں اور نیشنلسٹ مسلمانوں سے ان کی معرکہ آرائیوں کے جو مناظر دیکھے تھے۔ ان کا سلسلہ جاری ہے، بشری رحمٰن رقمطراز ہیں۔

”پاکستان بن جانے کے بعد بھی مجاہد ملت نے اپنا دل اور اپنی جان پاکستان ہی کے لئے وقف کر دی۔ ان راہبوں کا سفر اختیار کیا جن پر منافقت کے کانٹے بچھے ہوئے تھے۔ ہر الجھنے والا جبرہ فقط ایک مہرہ تھا۔ ہر مہرہ فقط ایک بازی تھی اور دو راقمہ فقط ایک قلابازی۔ ادھر ایک بے نیاز سے نیازی تھے کہ جو حرف کی حرمت کا ہر کارہ بنے۔ بے یقینی کے مہموں میں ایقان کی چٹھیاں تقسیم کر رہے تھے اور ادراک کی بلند فصیلوں کے اس طرف بیٹھنے والوں کے لئے غیب بنے ہوئے تھے۔“ (۱۶)

یہ نقابت عافیت کوشوں کے علی الرغم سعی مسلسل کرنے والوں کا طرزہ امتیاز ہوتی ہے۔ کاتب تقدیر صحیفہ عالم کا انتساب انہیں کے نام کرتا ہے۔ یہ اہل جنوں، ملواری کا قلم خون دل کی روشنائی میں ڈبو کر ورق و ورق پر یہ لافانی نقوش اجاتے ہیں۔

افضل الجہاد کلمۃ حق عند سبطین جابر: (بہترین جہاد جابر قوتوں کے سامنے حق و عدالت کا اعلان کرنا ہے)

مولانا نیازی نے اس ارشاد گرامی سے استناد کیا اور بیاض ویت کے صفحے صفحے کو زندہ و متحرک لفظوں کا آتشیں گلکہ بنا دیا۔

”ایک ناکارہ، جاہل اور بیوقوف مسلمان داروہا اور لندن کے بہترین غیر مسلموں پر ترجیح رکھتا ہے کیونکہ مسلمان کی فطرت کو صرف تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے لیکن غیر مسلم ابھی حیوانیت کے اس درجہ میں ہے، جہاں انسانیت کا مرتبہ حاصل کرنے کے لئے قبول اسلام کی کسر باقی رہتی ہے۔ اسلام کا مذہب ہونا اور مکمل انسان بننے کے لئے قبول اسلام کا لازمی ہونا ہمارے استدلال کی وہ ابتداء ہے جسے منطق سے نہیں بلکہ عمل کی قوت سے منوایا جاتا ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ نیکی کیوں اچھی ہے اور برائی کیوں بری تو اس کا جواب

منطق سے نہیں بلکہ عمل سے دیا جائے گا۔ مسلمان کی کافر پر فضیلت کسی لیجسلیٹو ہال میں یا کسی گول میز کانفرنس پر ثابت نہیں کی جاسکتی بلکہ اس قسم کے مناظرے پانی پت کے وسیع میدان میں طے ہو چکے ہیں اور اب بھی بالاخر کسی ایسی ہی جگہ طے پائیں گے۔“ (۲۷)

یہاں ان انسان دشمن طاقتوں کو انتباہ کیا گیا ہے جو نوع بشر کے لئے تازہ تر ستم ایجاد کرتی ہیں۔ یہ یاد آوری ہے ان عظیم معرکوں کی جو برصغیر میں برپا ہوئے اور جن کا ذائقہ بیچاری بھارت ماما کے نام نہاد سپوتوں نے بارہا چکھا۔ ایام جاہلیت کے عرب شاعر زہیر بن ابی سلمیٰ نے اپنے دشمنوں کو اسی رجزیہ اسلوب میں خبردار کیا تھا۔

وما الحرب الا ما علمتم وذقتم وما هو عنها بالحدیث المرجم
یہ لڑائی تمہاری جانی بوجھی ہے کیونکہ تم اس کا مزہ چکھ چکے ہو اور یہ کوئی انکل بچو بات نہیں ہے

قائد اعظمؒ نے خلافت پاکستان کے یہی اقتبا۔ ت پڑھ کر مولانا نیازی سے کہا تھا کہ ”تم نے مسلمان کو سپر مین بنا دیا ہے۔“ ان کا اشارہ علامہ اقبال کے مثالی مرد مومن کی طرف بھی تھا جو مثبت اور تعمیری خصائص و اقدار سے متصف ہوتا ہے۔ اس بیان میں یہ بلیغ رمز بھی پنہاں تھی کہ اس سکیم کا موجد بذات خود اس رتبہ فضیلت پر فائز ہے جہاں کسی سپر مین ہی کی رسائی ہو سکتی ہے۔ اسلام کا سپر مین (بندہ مومن) ان ممکنات کی نمود کا سبب بنتا ہے جو اللہ رب العزت کی صفت خالقیت سے بہرہ ور افراد سے سرزد ہوتے ہیں۔

بندہ مومن کی اسی عالی مقامی کو موضوع بنا کر اقبال کہتے ہیں۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفریں ، کار کشا و کار ساز

وہ ان مسلمہ مادی معیارات کو رد کر دیتا ہے جنہیں اہل دنیا حرز جاں بنا کر تقدس کا

درجہ عطا کرتے ہیں۔ ایسے میں اس حالت جنگ کا نفاذ ہو جاتا ہے جو ہر آن، نئی شان کی

متقاضی ہوتی ہے۔ مولانا عبدالستار نیازی نے دین اسلام کی اس عسکری سرشت کو سمجھا، قبول کیا، اور اپنی عمر مستعار کا عنوان بنایا۔ یوں انہیں اس رن میں اترنا پڑا جہاں جہت جہت میں یہ للکار گونجنے لگی۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی نا خوش
میں زہریلا اہل کو کبھی کہہ نہ سکا قد

(بنام سفراء عرب امارات، کویت اور حکومت سعودیہ)

”مورخہ ۷ مارچ ۱۹۸۲ء کے اخبارات میں آپ کے وزیر انصاف، اوقاف اور امور مذہبیہ حکومت کویت سے اعلان ہوا ہے کہ رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل محمد علی الحرکان کی تائید و توثیق سے اہل سنت و جماعت کے مسلمہ مقتداء اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمہ قرآن (کنز الایمان) اور اس پر تفسیری حاشیہ (خزان العرفان از صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی) کو ضبط کر کے نہ صرف اتلاف پر اکتفا کیا گیا ہے بلکہ دوسرے ممالک میں اس کے خلاف ہدایات بھی جاری کر دی گئی ہیں۔ آپ کی حکومت کا یہ اقدام انتہائی طور پر متعصبانہ اور دل آزادانہ ہے۔ اس غلط اور ناروا اقدام سے پہلے آپ نے یہ نہیں سوچا کہ آپ کی دینی اجارہ داری کو کوئی سند جواز نہیں ملی اور نہ ہی مسلمانان عالم نے اجتماعی طور پر اپنی قیادت آپ کو سونپی ہے۔ اس یک طرفہ فیصلہ سے آپ نے دنیا کے ۸۵ فیصد اہل سنت و جماعت کے جذبات مجروح کئے ہیں اور اپنی مقبولیت و ہر دل عزیز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ آپ کو اگر یہ شوق ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو ایک ترجمہ پر جمع کیا جائے تو ایک عالمی موتمر کا اہتمام کیجئے جس میں ساری دنیا سے مسلمانوں کے نمائندہ جید علماء دین اور مفسرین قرآن عظیم کو دعوت دیں۔ یہ تمام علماء و مفسرین دین کی خدمت اور اہل اسلام کے عالمی اتحاد کی خاطر باہمی مذاکرہ و مفاہمت کے بعد صرف ایک ترجمہ پر جمع ہو جائیں کیونکہ جب تک کسی ایک ترجمہ پر

اجماع امت نہیں ہو جاتا، کوئی شخص، جماعت، ادارہ یا فرقہ، گروہ یا حکومت اپنی مرضی کا ترجمہ دوسروں پر مسلط نہیں کر سکتی۔ آپ نے اپنی مرضی اور عقیدہ ذاتی کو مسلط کر کے نہایت غیر دانشمندانہ اقدام کیا ہے۔“ (۲۷ مارچ ۱۹۸۲ء) (۲۸)

(بنام نواز شریف، وزیراعظم پاکستان)

”کئی روز سے سینٹ اور اسمبلی سیشن جاری ہے قانون سازی ہو رہی ہے مگر ابھی شریعت بل کے سلسلے میں کچھ نہیں ہوا۔ بل کو اسی سیشن میں پاس کرانے کے سلسلے میں آپ نے طوالت والتوا کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے اور مجھے آج تک بحیثیت چیئر مین شریعت بل کمیٹی بل پاس کرانے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ اس طرز عمل سے عامۃ المسلمین کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں، ان میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو چکا ہے اور ان میں مایوسی بھی پھیل رہی ہے۔ مجھ سے جواب طلبی کر رہے ہیں۔ آپ کے تغافل اور احتراز کی وجہ سے میں انہیں مطمئن نہیں کر سکتا۔

اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) کی پارلیمانی پارٹی میں آپ نے غلط اور بے بنیاد وجوہ کی بناء پر مسئلہ خلیج کے بارے میں میری پالیسی کو حکومت کی طے شدہ پالیسی کے خلاف قرار دیا۔ میں نے اسی وقت واضح کیا کہ میری اسمبلی کی تقریر کی کیسٹ موجود ہے۔ جس میں میرا موقف ملک و ملت کے بہترین مفاد کے عین مطابق اور موافق ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ میری ۷ فروری ۱۹۹۱ء کی اس تقریر کی کیسٹ طلب کرتے آپ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اپنی بات پر قائم رہے۔ مسئلہ خلیج کے بارے میں کل تک آپ صدر صدام حسین (صدر عراق) سے ملاقات کے مشتاق تھے اور سفیر عراق کو یقین دلا رہے تھے کہ میں صدر صدام حسین سے خلیج سے مسئلہ کے حل کے لئے مذاکرات کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے آپ کا نقطہ نگاہ معذرت خواہانہ تھا لیکن اب عراق کی شکست اور امریکی کامیابی کے بعد حکمانہ بن گیا ہے۔ میں آپ کے اس طرز عمل کے بعد کابینہ میں نہیں رہ سکتا اور منصب وزارت

(بلدیات و سماجی بہبود) سے مستعفی ہوتا ہوں“ (۲۹)

۴۔ مارچ ۱۹۹۱ء

ہم خوش نصیب ہیں کہ ہماری آنکھوں نے اس بطل جلیل کو دیکھا جس نے
اسلامیان ہند کے ماضی و فردا کے دھند لکوں میں جھانکا۔ ہم بختاور ہیں کہ اس خطیب بے
بدل کے بلند آہنگ نے ہماری سماعتوں کو مالا مال کیا اور ہم سعادت مند ہیں کہ راہ عمل میں
اس میر کارواں کے ہم سفر ہوئے جس نے نہ صرف اپنے عہد اور قبیلے کا مزاج بدل ڈالا بلکہ
آنے والے زمانوں کو سنہری روایتوں اور خوشگوار موسموں کی بشارت بھی دی۔

دشت میں نخلستان تراشا ، عشق و جنوں کی بازی نے
پاکستان کا قالب پایا ، بے کل روح حجازی نے
جو جو خاکے کھینچے مجدد اور غزالی رازی نے
ان میں دلکش رنگ بھرے اقبال ، جناح ، نیازی نے
سیف اللہ خالد

کتابیات مصادر

- ۱ حکیم آفتاب احمد قرشی، محافظ قائد اعظم..... مجاہد پاکستان ”کاروان شوق“
بحوالہ مجلہ کریسنٹ صدیالہ نمبر ۸۶-۸۸
- ۲ پروفیسر احمد سعید، اسلامیہ کالج لاہور کی صد سالہ تاریخ (جلد اول) تہذیبی و ثقافتی
زندگی صفحہ ۳۵۵
- ۳ کرنل سید امجد حسین: اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور، مجلہ کریسنٹ (صد سالہ
نمبر) صفحہ ۳۸
- ۴ محمد صادق قصوری: مجاہد ملت جلد اول صفحہ ۳۳
- ۵ پروفیسر منظور الحق صدیقی ”ماثر الابداد“ صفحہ ۲۰۲

- ۶ عشرت رحمانی ”مقدمہ کلیات حسرت موہانی صفحہ ۳۲-۳۳
- ۷ محمد صادق قسوری: مجاہد ملت (جلد اول) صفحہ ۴۱-۴۲
- ۸ محمد صادق قسوری ”مجاہد ملت (جلد اول صفحہ ۴۱، ۴۲)
- ۹ K.K Aziz : preface - complete works of Rahamat Ali” , vol.1
- ۱۰ لطیف احمد شروانی: ”حرف اقبال۔۔۔ خطبات، تقاریر، بیانات صفحہ ۲۹
- ۱۱ مجلہ کریسنٹ (صد سالہ نمبر) گورنمنٹ اسلامیہ کالج لاہور۔ صفحہ ۱۳
- ۱۲ محمد شریف بقا: ”چوہدری رحمت علی۔۔ ایک عظیم مفکر، انڈین وفاق کا مسئلہ صفحہ ۲۹
- ۱۳ "Dinia "-- the Seventh Continent of the world by ch Rahmat Ali
- ۱۴ سرفراز مرزا: تحریک پاکستان میں پنجاب کے مسلم طلبہ کا کردار۔ (صد سالہ نمبر) پنجاب یونیورسٹی صفحہ ۵۳۷۔
- ۱۵ عبدالسلام خورشید ”رو میں ہے رخس عمر۔ صفحہ ۸۰
- ۱۶ سرفراز مرزا: تحریک پاکستان میں پنجاب کے مسلم طلبہ کا کردار ”مجلہ ثور (صد سالہ نمبر) پنجاب یونیورسٹی صفحہ ۵۴۰
- ۱۷ محمد صادق قسوری مجاہد ملت (جلد اول) صفحہ ۲۱
- ۱۸ عبدالسلام خورشید: ”رو میں رخس عمر صفحہ ۱۱۹
- ۱۹ محمد صادق قسوری ”مجاہد ملت“ جلد اول صفحہ ۲۳، ۲۴۔ بحوالہ میں محمد صادق قسوری
- خاں نیازی صفحہ ۱۱
- ۲۰ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ اپریل ۱۹۷۳ء۔
- ۲۱ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۷ جولائی ۱۹۷۹ء
- ۲۲ محمد صادق قسوری مجاہد ملت، جلد اول صفحہ ۶۶

۲۳ محمد صادق قصوری ”مجاہد ملت“ جلد اول صفحہ ۳۳۱ بحوالہ ”نوائے وقت“ لاہور ۲۳ نومبر ۱۹۹۵

۲۴ ہفت روزہ الہام بہاولپور (مجاہد ملت ایڈیشن) صفحہ ۵۵-۵۶

۲۵ ہفت روزہ زندگی لاہور ۲۰ نومبر ۱۹۷۲ء

۲۶ بشری رحمن: دیپاچہ مکاتیب مجاہد ملت صفحہ ۱۸

۲۷ مولانا عبدالستار نیازی ”خلافت پاکستان“ صفحہ ۲۱

۲۸ محمد صادق قصوری، ”مکاتیب مجاہد ملت“ صفحہ ۷۵-۷۶

۲۹ روزنامہ جنگ لاہور ۶، ۵ مارچ ۱۹۹۱ء

بھائی عبدالستار خاں نیازی

چوہدری نذیر احمد خاں

سابق اٹارنی جنرل پاکستان

چوہدری نذیر احمد خاں سابق اٹارنی جنرل (۱۸۹۸-۱۹۸۰ء) پاکستان کے ممتاز قانون دان، مخلص مسلم لیگی اور اعلیٰ پائے کے ادیب تھے۔ ”تحریک پاکستان“ پر موصوف کی کتاب ”داستان پاکستان“ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ جولائی ۱۹۷۹ء میں انہوں نے حضرت مجاہد ملت کے بارے میں اپنے جن تاثرات کا اظہار فرمایا وہ خاصے کی چیز ہیں اور قارئین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں (قصوری)

مجھے مولانا عبدالستار خاں نیازی صاحب سے پہلی بار ملنے کا شرف ۱۹۴۴ء، ۱۹۴۵ء کے لگ بھگ ہو، جب میں ساہیوال (سابق منٹگری) میں وکالت کرتا تھا۔ ان دنوں مسلم لیگ کے تمام صوبائی لیڈر میرے مکان ”بہار افشاں“ میں مہمان تھے اور وہیں پنجاب میں طوفانی دورہ کا پروگرام طے ہوا۔ بھائی عبدالستار خاں نیازی مقررین کے سرخیل تھے ان کی خطابت، جوش ایمان اور مجاہدانہ ترنگ نے برطانوی اور یونینسٹ (UNINIST) گٹھ جوڑ کی بنیادیں ہلا دیں۔

مولانا (میں ان کو ”بھائی“ کے پیارے نام سے یاد کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں) اس پاکستان کی جیتی جاگتی چلتی پھرتی تصویر تھے، جس کا خواب ”ترجمان حقیقت“ نے دیکھا اور جسے قائد اعظمؒ نے پروان چڑھایا۔ وہ زمانہ طالب علمی میں ہی پاکستان کے فدائی بن چکے تھے اور ماشاء اللہ اب تک وہ جذبہ قائم ہے۔

۱۹۵۳ء کے مارشل لاء کے دوران ان پر اور ان کے رفقاء پر سید فردوس شاہ ڈی ایس پی کے قتل عہد کا مقدمہ بنا تو میں ان کا وکیل تھا۔ مقدمہ بالکل جھوٹا تھا اور حکومت وقت کی

انتقامی کارروائی کا نتیجہ تھا۔ میں فوجی عدالت کو مبینہ جائے واردات پر لے گیا اور انہیں جب تسلی ہوئی کہ مقدمہ بے بنیاد ہے تو ٹریبونل نے مولانا اور ان کے رفقاء کو باعزت بری کر دیا۔

اب ”بھائی“ عبدالستار خاں واقعی مولانا بن چکے ہیں۔ ان پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلام پسند جماعتوں کو متحد کر کے طاغوتی طاقتوں کو شکست دیں۔ میں ان کی کامیابی کا خواہاں ہوں اور مجھے قوی امید ہے کہ جس پاکستان کے وہ مجاہد بنے تھے اس کو ایک حقیقت بنا کر دم لیں گے۔ ملکی، قومی اور اسلامی نظریہ کو کامیاب کرائیں گے اور کوئی ٹھوکر نہیں کھائیں گے۔

ایک سچا کھرا اور مخلص انسان

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید (۱۹۱۹ء سے ۱۹۹۵ء) پاکستان کے نامور صحافی پنجاب یونیورسٹی میں استاد اور مصنف کتب کثیرہ تھے۔ موصوف۔ معروف اخبار نویس مولانا عبدالمجید سالک کے صاحبزادے، مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے فعال کارکن اور مجاہد ملت کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ۱۷ جون ۱۹۷۹ء کو انہوں نے اپنے یہ تاثرات مرحمت فرمائے۔ (قصور)

مولانا عبدالستار خاں نیازی کو میں تینتالیس سال سے جانتا ہوں۔ وہ اسلامیہ کالج لاہور کے مایہ ناز فرزندوں میں سے تھے۔ اشاعت اسلام کالج میں بھی تعلیم پانچے تھے۔ اعلیٰ درجے کے پر جوش مقرر تھے اور اب تک ہیں۔ ان کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ دین کے علوم میں دسترس کے پہلو بہ پہلو جدید علوم سے آگاہی بھی رکھتے ہیں۔ انہیں کوئی لالچ نہیں کبھی جائیداد نہیں بنائی۔ سادہ زندگی ابتداء سے اب تک قائم چلی آتی ہے۔ ضرورتیں محدود ہیں۔ اس لئے ان میں شمشیر برہنہ بننے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ ایسے درویش صفت سیاسی رہنما اور علمائے دین ہم نے بہت کم دیکھے ہیں۔

عنفوان شباب میں ان سے میرے زیادہ ساتھ تھا۔ وہ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے بانیوں میں شامل تھے۔ ایک مرحلے پر اس جماعت کے صدر بھی بنے۔ اس کے بعد ”خلافت پاکستان“ گروپ بنایا۔ تحریک پاکستان کو مقبول بنانے اور اس کے پس پردہ کارفرما نظر یہ پاکستان کی پیش رفت کے لئے ان کی خدمات کو کوئی معرخی نظر انداز نہیں کرتا۔

نیازی صاحب سے میرے اختلافات بھی رہے لیکن میں نے انہیں ہمیشہ ایک سچا، کھرا اور مخلص انسان پایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے۔

ایک عہد ساز شخصیت -

خواجہ افتخار، لاہور

خواجہ افتخار (۱۹۲۸ء..... زندہ) وطن عزیز کے نامور مؤرخ اور صاحب قلم ہیں۔ ان کی کتابیں ”جب امرتسر جل رہا تھا“ اور دس پھول اور ایک کانٹا دنیائے علم و ادب میں اپنا لوہا منوا چکی ہیں۔ موصوف تحریک پاکستان کے معروف کارکن بھی ہیں۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے پاکستان بننے دیکھا اور حضرت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کی تاریخ ساز جدوجہد برائے تشکیل پاکستان کے چشم دید گواہ ہیں۔ لیجئے ان کے گرانقدر تاثرات ملاحظہ فرمائیں اور حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم سے اپنی عقیدت و محبت کو اور پختہ کر لیں۔ (قصوری)

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی ایک جذبے کا نام ہے، ایک ولولے کا نام ہے ایک تحریک کا نام ہے۔ ان جیسی عظیم المرتبت شخصیات صدیوں کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔ میں نے انہیں قیام پاکستان سے قبل پہلی مرتبہ امرتسر کے انجمن پارک میں تقریر کرتے دیکھا تھا، ان کی تقریر کی گھن گرج سے میرے ہونٹوں پر بیساختہ یہ مصرعہ آ گیا۔

شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

یہ وہ وقت تھا جب میں غائبانہ طور پر ان کا پرستار بن گیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جس طرح علامہ اقبالؒ اور قائد اعظمؒ کو خراج تحسین پیش کیا اور حاضرین جلسہ کو پاکستان کے تصور پر صدق دل سے ایمان لانے کی جن خوبصورت لفظوں میں تلقین کی وہ الفاظ آج بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ ان کا گلابی چہرہ یہ سطور لکھتے وقت میرے آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد انہیں پہلی مرتبہ قریب سے دیکھنے اور ان کے ساتھ مصافحہ کرنے کی سعادت حاصل کر کے مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ وہ لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ ہم تین دوست سردار محمد صادق اور رانا جہانگیر، پنجاب یونیورسٹی سے پیدل جب نئی

انارکلی (بازار) میں داخل ہوئے تو مولانا عبدالستار خاں نیازی فٹ پاتھ پر کھڑے سڑک پار کرنے کا قصد کر رہے تھے۔ ہم نے جلدی سے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کرایا۔ جب میری باری آئی اور میں نے انہیں بتایا کہ میں امرتسر (شریف پورہ) میں رہتا تھا۔ تو فوراً فرمانے لگے کہ ”ٹیروں کی کچھار“ کے رہنے والے ہو۔ یہ کہتے ہوئے انہوں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور میں نے ان سے مصافحہ کی سعادت حاصل کی۔ انہوں نے مصافحہ کرتے وقت اس زور سے میرے ہاتھ کو دبایا کہ یقین کیجئے پندرہ روز تک میرے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں شدید درد ہوتا رہا۔ حالانکہ وہ زمانہ میرے شباب کا زمانہ تھا۔ لیکن نیازی صاحب کی ضعیف العمری کے زمانے میں بھی ان کے ساتھ مصافحہ کرنے والا ان کے بازو کی قوت سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ بہر حال نئی انارکلی کے موڑ پر ان کے ساتھ ہونے والا تعارف اور مصافحہ میری زندگی بھر کا قیمتی اثاثہ بن گیا۔ نصف صدی سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود مجھے ان کی خصوصی شفقت اور محبت حاصل ہے۔

قیام پاکستان کے بعد جب وطن عزیز میں آمریت کا عفریت پھنکارنے لگا تو سب سے پہلے جمہوری اصولوں کی سر بلندی کے لئے جو آواز اٹھی وہ سید حسین شہید سہروردی اور مولانا عبدالستار خاں نیازی تھے۔ سیاسی میدان میں ان دو اصحاب کو سبقت حاصل تھی، اور صحافتی میدان میں حزب اختلاف کے قیام کے لئے روزنامہ ”نوائے وقت“ کے بانی حمید نظامی کی مجاہدانہ کاوشیں تاریخ کے صفحات میں چاند تاروں کی طرح جگمگا رہی ہیں۔ انہی دنوں نواب افتخار حسین خاں ممدوٹ کے خلاف مرکزی حکومت نے متعدد جھوٹے مقدمے قائم کر رکھے تھے اور وکیل صفائی کے فرائض سید حسین شہید سہروردی کے ذمہ تھے۔ وہ ممدوٹ مرحوم کی کوٹھی میں مقیم تھے جہاں مولانا نیازی صبح و شام تشریف لایا کرتے تھے۔ اور مجھے بھی ممدوٹ والا روزانہ جانے کی سعادت حاصل تھی۔ چنانچہ اسی طرح مجھے مولانا نیازی صاحب کا خصوصی قرب حاصل ہو گیا۔ بعد ازاں جب قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی تحریک چلی تو مولانا نیازی نے اس تحریک کے سربراہ کی حیثیت سے لاہور کی مسجد وزیر خاں کو اپنا ہیڈ کوارٹر

بنالیا۔ جہاں روزانہ سینکڑوں لوگ قطاروں میں کھڑے ہو کر ان کی خدمت میں اپنی باری آنے پر حاضری دیتے اور اس تحریک کو شعلہء جوالہ بنانے کے لئے ان سے ہدایات لیتے تھے۔ مجھے بھی دو تین مرتبہ وڑیر خاں میں جا کر ان کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس تحریک میں بہت سے نوجوان شہید ہوئے اور بالاخر مارشل لاء لگ گیا اور مولانا نیازی گرفتار ہو گئے۔ قدرت نے انہیں نہایت بلند حوصلہ عطا کیا تھا۔ وہ آج بھی ضعیف العمری کے باوجود جوانوں جیسے حوصلے کے مالک ہیں اور وطن عزیز میں اسلامی قوانین کے عملی نفاذ کے لئے مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے میاں محمد نواز شریف کی کابینہ کا اہم رکن ہونے کے باوجود کابینہ کی رکنیت سے اس لئے استعفیٰ دے دیا کہ انہیں اسلامی قوانین کے نفاذ میں تاخیر ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ ان کی جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو دھارت کی کرسی کے ساتھ چمٹا رہا۔ لیکن مولانا نیازی جیسی جرأت اور اخلاص کی دولت قسمت والوں کو ہی نصیب ہوتی ہے۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

گزشتہ دنوں ایک اخبار میں ان کا انٹرویو چھپا تھا۔ اخبار نویسوں نے ان سے سوال کیا تھا کہ آپ نے بھرپور سیاسی زندگی گزاری ہے۔ اب آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟ جس کے جواب میں مولانا نیازی نے کہا کہ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے اس ملک میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ نافذ ہوتے دیکھوں۔ انہوں نے ابنِ انٹرویو میں بتایا کہ میاں نواز شریف نے مجھے سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اسلامی قوانین کے نفاذ میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کریں گے۔

خدا کرے کہ مولانا نیازی کی کاوشیں رنگ لائیں اور پاکستان میں اسلامی قوانین عملی طور پر نافذ ہوں اور یہ ملک جن مقاصد کی خاطر حاصل کیا گیا تھا وہ مقاصد جلد از جلد پورے ہو جائیں اور تحریک پاکستان کے شہیدوں کی روحوں کو سکون نصیب ہو۔ آمین

۲۰۔ ستمبر ۱۹۹۹ء

اجلے دل کا انسان

(ڈاکٹر محمد باقر - لاہور)

(ڈاکٹر محمد باقر (۱۹۱۰ء - ۱۹۹۳ء) وطن عزیز کے نامور ماہر تعلیم، اہل قلم اور صاحب علم بزرگ تھے۔ ملک بھر میں ان کے ہزاروں شاگرد مختلف شعبوں میں ملک و قوم کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ میری درخواست پر انہوں نے ۱۹۸۷ء میں حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم عالیہ کے بارے میں اپنے تاثرات سے نوازا۔ قصوری)

فقیر ۱۹۳۹ء کے اواخر میں اسلامیہ کالج لاہور پڑھانے پہنچا تو عزیز عبدالستار خاں نیازی ابھی ایم اے کے طالب علم تھے۔ ہم (میں اور میرے کئی اور ساتھی) انگلستان سے چوہدری رحمت علی صاحب سے تماس کی وجہ سے ہندوستان میں الگ مسلم مملکت کے استقلال کا تصور لے کر آئے تھے۔ اسلامیہ کالج میں اساتذہ میں سے تنہا فقیر اس تصور کو عملی کرنے کے لئے کوشاں تھا اور وقتاً فوقتاً طلباء سے اس سلسلے میں گفتگو کرتا رہتا تھا۔

کالج میں طلباء کے دو واضح دھڑے تھے۔ بعض بالکل نہ سمجھتے ہوئے کانگریس کے نقطہ نظر یعنی ”متحدہ ہندوستان“ کے قائل تھے اور بعض تبلیغات کے زیر اثر بننے والے ”پاکستان“ کے موید تھے۔ ان طلباء میں بعض دفعہ تلخ کلامی اور علمی مناقشہ بھی ہو جاتا۔

میں نے صورت ہال بھانپ کر دونوں دھڑوں کے طلباء کو فارغ وقت میں اپنے مکان پر بلانا شروع کر دیا اور چائے کی پیالی پر دونوں کو اپنی اپنی بات اور سوچ کے اظہار ہا موقعہ دیا۔ میری رائے اس وقت بھی یہ تھی اور اب بھی یہی ہے کہ دونوں گروہوں کو اسلام اور مسلمانوں سے محبت تھی۔ اس مختصر تحریر میں ان عزیزوں کا ذکر نہیں کروں گا جن میں سے اب کچھ اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔ اور کچھ حالات کے دباؤ سے یا اس وقت کے مستقر پر کھڑے ہیں یا پاکستان کی موجودہ صورت حالات سے برگشتہ ہیں۔ دلوں کا مالک اللہ

ہے۔ میں ایک معلم کی حیثیت سے اپنے ان تمام عزیزوں کو ابھی تک نیک نیت سمجھتا ہوں۔
نیازی صاحب، پاکستان اور اسلام پسند گروہ کے سربراہ ہوا کرتے تھے۔ میں نے
انہیں ہمیشہ صاف گو، نیک نیت، ایثار پسند اور مستقل مزاج شخص پایا۔ ان کی ان مردانہ
خونیوں کی وجہ سے ان کے بعض احباب بھی ان سے کبھی کبھی ناراض ہوئے۔ لیکن حقیقت یہ
ہے کہ وہ انتہائی اجلے دل کے انسان اور مومن ہیں۔ اور اس صفت کی وجہ سے فقیر نے ہمیشہ
ان کی قدر کی ہے۔ اللہ ان کی مساعی کو بیشتر قبول فرمائے۔ آمین۔

ایک پاکباز شخص¹⁴³

(ڈاکٹر محمد اشرف الحسینی لاہور)

ذیل کی چند سطور عزیزِ محمد صادقِ قصوری کے ایماء پر بطلِ حریت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی صاحبِ دامت برکات کے بارے میں سپردِ قلم کی جارہی ہیں۔ میں سفر میں ہوں۔ مختصر وقت میں صرف ذیل کے الفاظ پر ارتکاز کیا جاسکتا ہے۔ الحسینی

مولانا عبدالستار خاں نیازی کچھ عرصہ اسلامیہ کالج لاہور میں تدریسِ اسلامیات کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس کا رخیہ کیلئے وہ معاوضہ لینا مناسب خیال فرماتے تھے۔ آپ سے کئی بار التماس کی گئی کہ آپ ٹانگے کا کرایہ ہی لے لیا کریں۔ آپ کا جواب باصواب ہوتا تھا کہ میں پیدل آتا ہوں، کرایہ کیسا؟۔

نواب کالا باغ امیر محمد خاں، ممتاز دولتانہ کو ملنا چاہتے تھے۔ یہ دولتانہ کے عہد اقتدار کے زمانے کی بات ہے۔ نواب صاحب دواڑھائی گھنٹے بیٹھے رہے، شرفِ باریابی نہ ہو سکا۔ نواب صاحب نے مولانا نیازی سے ذکر کیا۔ مولانا، دولتانہ کے پاس گئے۔ دو منٹوں میں نواب صاحب کو اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ بعد ازاں نواب صاحب جب گورنر بنے تو مولانا کے احسانات کا بدلہ یوں چکایا کہ نیازی صاحب ٹانگے پر جا رہے ہوتے تھے۔ اور کئی بار ان پر غنڈوں سے حملہ کرایا گیا۔ یہ ان کی حق گوئی کی پاداش تھی۔ مولانا کی خطابت کچھ اس انداز سے ہوتی تھی کہ یوں گمان گزرتا ہے کہ ٹھانھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔

تقریر کا ملکہ مولانا نیازی کا طرہ امتیاز ہے۔ وہ ہر مکتب فکر کی سٹیج پر بولتے رہے ہیں۔ ختم نبوت کے زمانہ میں نیلا گنبد انارکلی لاہور کے منبر پر ان کے عالمانہ خطبے ہوتے رہے۔ مارشل لاء کے زمانہ میں مرزائی تحریک کے دوران مسجد وزیر خاں میں وہ کئی روز محصور رہے۔

اس زمانہ میں راقم شفیع روڈ مصری شاہ لاہور میں قیام پذیر تھا۔ حکومتی استبداد کی کاروائیاں سننے دیکھنے میں آتی تھیں۔ کئی سرفروش جن میں بچے بھی تھے جام شہادت نوش کر گئے۔ شہداء کو جلوس کی صورت میں ”سنہری مسجد“ کے قریب دفن کر دیا جاتا تھا۔ لیکن راتوں رات سپاہی قبریں کھود کر انہیں نکال لے جاتے تھے۔ اس تحریک کی قیادت کرنیکی پاداش میں مولانا عبدالستار خاں نیازی کو پھانسی کی سزا دے دی گئی جو بعد ازاں عمر قید میں تبدیل کر دی گئی۔

راقم کے ایک دوست رضا محمد قریشی پائی خیلوی کامرہ کلاں مولانا محمد حسین کے لاڈلے تلمیذ رہ چکے تھے۔ مولانا نے ان کو ایک علیحدہ کمرہ دے رکھا تھا۔ کیونکہ بقول ان کے، ان کے نانا نواب کالا باغ کے والد کے عہد میں مفتی رہ چکے تھے۔ رضا صاحب سے کہا کہ مولانا سے ملاقات کیسے ہو سکتی ہے؟ کہنے لگے، ہو چکی گیٹ کے باہر رسالہ ماہنامہ ”الطیب“ کے مدیر سے ملیں اور ان کا پتہ حاصل کریں۔ مولانا اس زمانے میں موہنی روڈ پر مقیم تھے۔ رسالہ ”الطیب“ کے مدیر نے ملاقات کا مقصد پوچھا۔ عرض کیا ”نیاز مندی“ مقصود ہے۔ انہوں نے موہنی روڈ پر لال مسجد کے قریب ایک مکان کا پتہ دیا۔ باہر والے کمرے میں ایک جوان شخص عبدالستار بڑے تپاک سے پیش آئے، چائے پلائی۔ مولانا تشریف لائے بڑی دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔

مولانا کی عمر میں اضافے سے صرف اتنا فرق پڑا ہے کہ بال جو پہلے کالے تھے ازیاد عمر سے سفید ہوئے ہیں اور بس۔ اس وجہ سے کہ آپ نے پاکبازی کی زندگی بسر کی ہے۔

۱۲۔ دسمبر ۱۹۹۷ء

ظاہر و باطن میں ٹھیٹھ شخصیت

(سرفراز حسین مرزا)

جناب سرفراز حسین مرزا ملک کے ممتاز دانشور، محقق، مورخ اور صاحب کتب کثیرہ ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی میں ڈائریکٹر آف ساؤتھ افری ز کی آسامی پر فائز ہیں۔ اپنے ایک خط محررہ ۲۰ جنوری ۱۹۸۰ء بنام راقم الحروف میں حضرت مجاہد ملت کے حضور یوں مدح سرا ہیں۔ (قصوری)

”مولانا صاحب کا میں بھی مداح ہوں۔ انہوں نے جو کچھ زمانہء تعلیم میں کہا، اب بھی کہتے ہیں۔ جب چاہا اور جو چاہا ببا ننگ دہل کہا۔ نہ گھرائے نہ شرمائے۔ حضرت قائد اعظمؒ کے ساتھ خط و کتابت کی تحریریں جو آپ نے بھی پڑھی ہیں۔ مولانا کی جرأت و بیباکی کی زندہ مثال ہیں۔ مولانا کے شائع کردہ ”پمفلٹ اور خلافت پاکستان اسکیم“ مولانا کے خلوص اور بے پناہ جذبہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ظاہر و باطن میں ”ٹھیٹھ“ شخصیتیں کم ہی دیکھنے میں آتی ہیں۔“

اعلائے کلمۃ الحق کی زندہ تصویر

(نوابزادہ محمد علی خان ہوتی، مردان)

نوابزادہ محمد علی خان ہوتی (مردان) صوبہ سرحد کے بزرگ مسلم لیگی رہنما، تحریک پاکستان کے نامور کارکن اور وطن عزیز کے نیک نام سیاستدان ہیں۔ موصوف کئی بار مغربی پاکستان اسمبلی، قومی اسمبلی اور سینٹ کے ممبر رہے، وزارت کی گدی پر بھی متمکن رہے مگر اپنی دیانت، امانت اور شہرت کو داغدار نہ ہونے دیا۔ حضرت میاں علی محمد آف بسی شریف رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت رکھتے ہیں۔ قرآن پاک کی تفسیر بھی لکھ چکے ہیں۔ حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم عالیہ کے بارے میں ان کے تاثرات پیش خدمت ہیں جن کے ایک ایک لفظ سے ادب، احترام اور حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔ (قصوری)

حضرت مولانا عبدالستار خان نیاز کا کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ حضرت موصوف نے اپنی زندگی میں اعلائے کلمۃ الحق کے لیے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اس دوران انہوں نے مقتدر ہستیوں کا اکیلے ایسا مقابلہ کیا جو آپ سے قبل بہت ہی تھوڑے لوگوں نے کیا ہوگا۔ خداوند تعالیٰ نے انہیں اس مقابلے میں سرخرو فرمایا اور وہ مقتدر ہستیاں دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو گئیں۔

اعلائے کلمۃ الحق کے بارے میں حضرت مولانا صاحب کو دربار نبوی ﷺ کی طرف سے ایک اونگھ میں یہ اشارہ ملا تھا کہ نتیجے کی پرواہ کئے بغیر اپنا مشن جاری رکھو۔ اور وہ اسی حکم پر آج تک کاربند ہیں۔

تحریک پاکستان میں بھی مولانا صاحب کا اپنا ایک منفرد مقام ہے۔ یہ بھی ان کے مشن اعلائے کلمۃ الحق کا ایک سلسلہ تھا۔ یعنی اسلام کے نام پر یہ ملک بنایا گیا اور اس وقت یہ نعرہ خاص و عام تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ۔ اس تحریک میں ہم نے اکٹھے

کام کیا اور خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے قائد اعظمؒ کی قیادت میں تھوڑے ہی عرصہ میں ہم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا اور مملکت خداداد پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ لیکن بعد میں جو حشر جنگ آزادی کے مجاہدین کا ہوا وہ آپ سب کے سامنے ہے۔ ان کی اکثریت آج موجود نہیں اور جو تھوڑے سے رہ گئے ہیں ان میں بہت سے بڑھاپے کی حالت میں در ماندگی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اور ان کوئی پوچھنے والا نہیں۔ لیکن وہ مجاہدین آج بھی ملک کی بقاء اور استحکام کی دعائیں مانگتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کو صحت کاملہ کے ساتھ عمر طویل عطا فرمائے تاکہ ملک و ملت ان کے نیک مشوروں اور دعاؤں سے سرفراز رہے۔ آمین۔

۵۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء

اقبال کا شاہین

(پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی، لاہور)

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی نوجوان فاضل، ماہر تعلیم، اور ممتاز ادیب ہیں۔ آپ حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ گورنمنٹ شالیمار کالج لاہور میں صدر شعبہ اسلامیات کے ممتاز عہدے پر فائز ہیں۔ حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم عالیہ کے بارے میں ان کے مشاہدات و تاثرات قابل مطالعہ ہیں اور ان کی عقیدت و محبت کا منہ بولتا ثبوت۔ (قصوری)

گذراوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں کہ شاہین کیلئے ذلت ہے کارِ آشیاں بندی
نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں
پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں کہ شاہین بناتا نہیں آشیانہ
شاعر مشرق حکیم الامت مفکر پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ جس انداز سے اپنی قوم
کے نوجوانوں میں جو صفات و خوبیاں دیکھنے کی تڑپ رکھتے تھے یا اسلام کے ماننے والے
سپاہی کی صورت و سیرت میں جو خصوصیات ہونی چاہیں، حضرت اقبالؒ نے اسے ”شاہین“
پرندہ سے تشبیہ دی ہے۔ اس پرندہ میں جو اوصاف غیرت، حریت، خودداری، فقر، بلند
پروازی، قوت و شجاعت، تجسس، محنت، خلوت پسندی، دور رس نگاہی اور آزادی موجود ہیں
انہیں کی بدولت علامہ اقبالؒ نے اپنی نوجوان نسل کو ”شاہین“ سے تشبیہ دی ہے۔

مفکر اسلام، عاشق رسول ﷺ، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی
مدظلہ العالی، اقبالؒ کے شاہینوں میں صف اول میں نظر آتے ہیں۔ بلاشبہ آپ شاعر مشرق
کے شاہین بھی ہیں اور قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سرگرم ساتھی بھی۔ آپ علامہ اقبالؒ کی
زندگی کے آخری دنوں میں بہت قریب رہے اور قائد اعظمؒ کے ایسے ساتھی ہیں کہ آپ کو یہ

اعزاز حاصل ہے۔ کہ آپ اپنی کم عمری کے باوجود بانی پاکستان کو اپنی رائے پیش کرتے تھے۔ اور بانی پاکستان آپ کی رائے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ قیام پاکستان کے لیے علما و مشائخ کے علاوہ بڑے بڑے لیڈروں نے جو خدمات پیش کیں ہیں، مولانا نیازی مدظلہ العالی کی خدمات کسی سے کم تر نہیں ہیں۔ تحریک پاکستان کے دوران آپ جس بے خوفی اور جوانمردی سے بڑے بڑے اجتماعات میں بولتے نظر آتے تھے ایک زمانہ اس کا معترف ہے۔ زمانہ طالب علمی سے لے آج تک جتنی بھی تحریکیں چلی ہیں آپ ہر تحریک کے صف اول کے ہیرو ہیں۔ تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت، غیر اسلامی عائلی قوانین کی تنسیخ کی تحریک، تحریک بحالی جمہوریت، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ، پاکستان سے سوشلزم کا خاتمہ، فرقہ واریت کا خاتمہ، کویت، عرب امارات اور سعودی عرب میں کنز الایمان پر پابندی کے سلسلے میں آپ سب سے زیادہ سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے جو کوششیں حکومتی سطح پر جس انداز میں بھی ہوئیں آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ غرض عوامی حقوق کے حصول کیلئے جب بھی کوئی تحریک چلی آپ نے ہر سٹیج سے آواز بلند کی۔ عوامی جلسوں، مدارس، مساجد اور پارلیمنٹ کے اندر بڑھ چڑھ کر کردار ادا کیا۔

اس سے بڑھ کر آپ کا مقام اور کیا ہو سکتا ہے کہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کیلئے آپ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ اور آپ کو پھانسی کی سزا سنائی جاتی ہے۔ آپ کی تقریر کا نقطہ نظر عشق رسول ﷺ ہوتا ہے۔ آپ نے نہ صرف نوجوانوں کی قیادت فرمائی بلکہ علما و مشائخ کی قیادت فرماتے ہوئے ان کی رہنمائی فرمائی۔ جمعیت علمائے پاکستان اور ورلڈ اسلامک مشن کے پلیٹ فارم سے آپ نے اہلسنت کی جو خدمات انجام دی ہیں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ نہ صرف ملک کے اندر بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک کے مسلمانوں کے دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع فروزاں کرنے میں زندگی گزار دی۔ عوام اہلسنت پر جب بھی کوئی نازک مرحلہ آیا، آپ نے اپنی دور رس نگاہوں اور علمی و فقہی بصیرت کی بناء پر انہیں کامیابی سے

ہمکنار کیا۔ یہی وجہ ہے جہاں آپ تشریف لے جاتے ہیں وہاں ہر طرف سے یہ آواز گونجتی ہے۔ ”مرد حق مرد غازی“ خان نیازی خان نیازی“ قوم کی عزت قوم کی شان، نیازی خان نیازی خان۔ آپ کی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو ایک بات بڑی واضح نظر آتی ہے کہ آپ حکومت میں ہوں یا نہ ہوں۔ آپ کا ایک ہی مطالبہ ہوتا ہے کہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے اور اس کیلئے آپ ہر سطح پر کوشش کرتے ہیں۔ لہذا آپ کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ!

”آپ کو تلوار چلانی آتی ہے، میان میں رکھنی نہیں آتی۔“

میں نے ایف اے ڈگری کالج چکوال سے کیا، یہ ۱۹۷۹ء کی بات ہے۔ اس کالج میں انجمن طلباء اسلام کی بنیاد رکھنے کا شرف مجھے حاصل ہوا۔ شروع میں یہ ایسے طلبہ مل گئے جن کی بدولت مختصر وقت میں کالج میں انجمن کو خاصی پذیرائی حاصل ہوئی۔ چکوال شہر میں ہسپتال روڈ پر اے ٹی آئی کا دفتر قائم کیا گیا جس کے افتتاح کے لیے مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی صاحب کو دعوت دی گئی۔ آپ نے ہماری دعوت کو قبول کیا اور حسب وعدہ تشریف لائے۔ آپ کی تشریف آوری سے ہماری بڑی حوصلہ افزائی ہوئی اور ہم پہلے سے بڑھ کر تنظیم کے لیے کوشاں ہوئے۔ اس موقع پر آپ نے جو خطاب فرمایا اس کا یہ اثر ہوا کہ طلباء کی ایک بھاری اکثریت نے اے ٹی آئی میں شمولیت اختیار کر لی۔ آپ کا اس چھوٹے سے پروگرام کے لیے چکوال تشریف لانا اور دیگر تمام مصروفیات کو نظر انداز کر کے نوجوانوں کی اس انداز سے سرپرستی کرنا دوسرے عمائدین کیلئے قابل تقلید نمونہ ہے۔

۱۹۸۶ء میں مجھے پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے اپنے جدا مجد حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق پیر محمد عبدالغفور ہزاروی سابق مرکزی صدر جمعیت علمائے پاکستان کی دینی و ملی خدمات پر تحقیقی مقالہ لکھنے کی اجازت ملی، جس میں کامیابی پر مجھے ایم اے اسلامیات کے امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کرنے کا اعزاز ملا۔ مقالہ لکھنے کے دوران مجھے بہت سی

مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ جد امجد کے اکثر ہم عصر علماء وصال فرما چکے تھے۔ اس دوران مجاہد ملت مدظلہ العالی سے رابطہ کیا تو آپ نے بے پناہ شفقت فرمائی اور اپنی رہائش گاہ پر ایک طویل نشست میں حضرت شیخ القرآنؒ کے بارے میں اپنے خیالات و واقعات سے آگاہ کیا۔

متعدد مقامات پر راقم الحروف کو آپ کے ساتھ جلسوں میں جانے اور تقریر کرنے کا موقع ملا۔ جن دنوں میں انجمن طلباء اسلام پنجاب کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی رہی اور آپ کے بزرگانہ مشوروں اور رہنمائی سے تنظیمی امور طے پاتے رہے۔

۴ نومبر ۱۹۹۷ء کو جناح ہال لاہور میں چوتھی سالانہ ”شیخ القرآن کانفرنس“ منعقد ہوئی جس کی صدارت حضرت مجاہد ملت نے فرمائی۔ ایک ماہ قبل آپ نے کانفرنس میں شرکت کا وعدہ فرمایا تھا۔ مگر اچانک کسی عزیز کی شادی ۳ نومبر کو قرار پا گئی۔ آپ نے ارشاد کیا کہ میانوالی میں شرکت شادی کے بعد لاہور آ جاؤں گا اور اگلے روز کانفرنس میں شرکت ہو گی۔ مگر اچانک ۴ نومبر کو سینٹ کے اہم اجلاس کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ مجھے فکر لاحق ہوئی آپ سے رابطہ کیا تو فرمانے لگے کہ ہمارا آپ کے جد امجد سے جو تعلق رہا ہے اس کا تقاضا ہے۔ کہ ہم کانفرنس میں شریک ہوں۔ فکر کرنے کی کوئی بات نہیں۔ چنانچہ ۳ نومبر کو میانوالی سے شرکت شادی کے بعد اسلام آباد تشریف لے گئے وہاں صبح کے سینٹ کے اجلاس میں شرکت کر کے ایک بجے دن سیدھے جناح ہال لاہور پہنچ گئے۔ اور خطاب کے بعد اسی وقت سینٹ کے اجلاس کی خاطر واپس اسلام آباد تشریف لے گئے۔ آج کے اس نفسانفسی عالم میں جہاں بڑے بڑے علماء میں ریاکاری، دولت کی ہوس نمایاں نظر آتی ہے۔ حضرت مجاہد ملت مدظلہ العالی کا ایفائے عہد کا یہ طرز عمل باعث تقلید ہے۔

ہمارے ہاں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ جب کوئی شخصیت داغ مفارقت دے جاتی ہے

تو پھر اسے خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن نامور محقق، مصنف اور مؤرخ حضرت مولانا محمد صادق قسوری صاحب نے جس کا رنامہ کو سرانجام دینے کا عہد کر رکھا ہے وہ لائق ستائش ہے۔ موصوف اہلسنت کے مصنفین و مؤلفین میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ دیگر عنوانات کے برعکس آپ اکابرین اہلسنت کے مقام و مرتبہ سے عوام کو روشناس کرانے کا عزم صمیم رکھتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ ہمارے اسلاف اور اکابرین نے ملک و ملت اور دین کی خاطر سب سے بڑھ کر قربانیاں دیں لیکن آج تاریخ پاکستان میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔ مولانا محمد صادق قسوری صاحب نے اس ضمن میں جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپکے ان عظیم مقاصد میں کامیابی و کامرانی سے نوازے۔ آمین

۲۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء

میرے آئیڈیل

(ڈاکٹر ظہور احمد اظہر لاہور)

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر سابق پرنسپل یونیورسٹی اور نیشنل کالج لاہور کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ موصوف ملک کے نامور ماہر تعلیم، مصنف، ادیب، محقق اور دانشور ہیں۔ راقم الحروف کی کتاب ”نگارشات مجاہد ملت“ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء پر انہوں نے گرانقدر ”مقدمہ“ تحریر فرمایا، اس میں مجاہد ملت دامت برکاتہم کے حضور جو ہدیہ عقیدت پیش کیا وہ پڑھنے کے لائق ہے لیجئے پڑھئے اور حضرت مجاہد ملت برکاتہم عالیہ سے اپنی عقیدت و محبت کو اور مضبوط کر لیجئے۔ (قصورى)

مولانا عبدالستار خاں نیازی میرے نزدیک تحریک پاکستان کے ایک درخشاں باب اور مرد مسلمان کی مجاہدانہ زندگی کی عملی تفسیر ہی نہیں بلکہ تصویر بھی، حق گوئی و بیباکی کے کوہ گراں ہی نہیں بلکہ کوہ غیر متزلزل بھی، اسلامی غیرت و حمیت کے شعلہ جوالہ اور سلف صالحین کے ایک نمونے کا نام ہے ان سے میری شناسائی نصف صدی پر محیط ہے، مدتوں ان کی تقریریں سنیں، تحریریں پڑھیں۔ ان کے انکار و واقعات زندگی سنے اور کئی بار ان کی صحبت میں بیٹھنے اور ان کی باتیں سننے کا بھی اتفاق ہوا۔ مجھے یہ بھی اندازہ ہے کہ مولانا مجھے بھی اچھی طرح پہنچاتے ہیں اور بڑی شفقت و کرم نوازی بھی فرماتے ہیں۔ مگر دو باتیں میں نے آج تک مولانا کو کبھی نہیں بتائیں لیکن آج ان کا اظہار کئے دیتا ہوں، ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ میں بھی اسی سرزمین سے تعلق رکھتا ہوں جس سے مولانا کا خمیر اٹھا ہے، وہ سلسلہ کی ایک طرف ضلع میانوالی ہے اور دوسری جانب اعوانوں کا دیس وادی سون سکیسر ضلع خوشاب واقع ہے، خوشاب اور میانوالی کے لوگ ایک دوسرے کے بہت قریب بلکہ ایک دوسرے کی جان و جگر ہیں مگر وادی سون سکیسر کے اعوان تو میانوالی کے نیاز یوں کی دوستی پر فخر کیا کرتے

ہیں، شاید مولانا کو اس زمینی قربت کا خود بخود علم ہو مگر میں نے انہیں اپنے تعارف میں آج تک کبھی کچھ نہیں بتایا۔

دوسری بات یہ ہے کہ میں مولانا کا ”فین“ (FAN) ہوں اور وہ میرے ”آئیڈیل“ (IDEAL) ہیں؛ جب پاکستان بن رہا تھا تو اس وقت میرے ہوش کی آنکھ کھل رہی تھی، اپنے گاؤں میں پاکستان اور مسلم لیگ کا نام سن کر اور قائد اعظمؒ کی باتیں سن کر بہت خوشی ہوتی تھی۔ میرا گاؤں یونی نسٹوں کا گڑھ تھا۔ مسلم لیگ سے وابستگی اوپری اور نامانوس بات لگتی تھی، بعد میں جب گرد و پیش کا جائزہ لیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ میرے گاؤں میں تو کل ساڑھے تین مسلم لیگی تھے۔ ایک رسالدار صاحب، ایک بابا محمد خان، ایک صاحب کا نام بھولتا ہوں اور آدھا میں خود تھا۔ اپنے علاقے کے پر جوش معلم لیگیوں کے ناموں میں ”مولانا عبدالستار خان نیازی“ بھی سنائی دیتا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد شروع شروع میں تو کبھی کبھار اخبارات میں مولانا کی تصویر نظر آ جاتی تھی، پنجاب اسمبلی میں ان کی بعض تقاریر کے اقتباسات بھی پڑھنے کو مل جاتے تھے، وزیر اعلیٰ پنجاب میاں ممتاز محمد خان دولتانہ پر جب مولانا کی تنقید کے نشتر اور حق گوئی کے کوٹھے برستے تو ان کی گونج ہمیں بھی سنائی دیتی تھی، لوگوں کی زبانی مولانا کی حق گوئی و بیباکی کے قصے سن کر بہت خوشی ہوتی یہ سلسلہ کافی عرصے تک جاری رہا۔

۱۹۵۳ء میں جب ”تحریک ختم نبوت“ چلی تو میں اس زمانے میں ادھر ادھر بھٹک رہا تھا، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مولوی بنوں یا ماسٹریا پھر اپنے اباؤ اجداد کے پیشہ کشاورزی کو اپنا لوں۔ یہ وہ وقت تھا جب علماء کرام پنجاب کے طول و عرض میں اپنی شعلہ بیانی سے آگ لگا رہے تھے۔ مسلم لیگ کے نام کو بڑھ لگانے والوں کی بدعنوانیوں کے قصوں نے سب کو بیزار کر دیا تھا، مختلف علماء کرام کی تقاریر سننے کا اتفاق ہوا۔ مولانا نیازی کی سرفروشانہ قیادت اور قلندرانہ سیاست کی داستانیں زبان زد عام تھیں۔

یاد نہیں کہ یہ میرا شوق شہادت تھا یا علماء کرام کی کرامت تھی کہ میں بھی ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے ”تحریک ختم نبوت“ میں شامل ہو گیا، ایک مراہق نو جوان جو جذبہ ایمان کے ساتھ ہمت بھی رکھتا تھا مولانا عبدالستار نیازی کی پیروی میں اس تحریک کا پر جوش کارکن ہی نہیں بلکہ شعلہ بار مقرر بھی بن گیا۔ خوشاب اور سرگودھا کے بڑے بڑے لیڈر جب گرفتار ہو گئے تو جلسوں کو گرمانے والے خطباء کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ اس وقت ”ایک داڑھی مونچھ کے منتظر نو جوان مولوی“ کا دم غنیمت سمجھا گیا چھپ چھپ کر ایک لڑکا چادر اوڑھ کر کبھی چپکے سے خوشاب کی جامع مسجد کے ”اجتماع ختم نبوت“ میں نمودار ہوتا اور غائب ہو جاتا اور کبھی سرگودھا کی جامع مسجد میں یہ کردار دہرایا جاتا آخر خوشاب کی جامع مسجد سے ایک رات چھپ چھپا کر نکلتے ہوئے گرفتار ہو گیا اور شاہ پور جیل میں پہنچا دیا گیا۔ یہاں چند دن کی ”مہمان نوازی“ کے بعد ایک دن یہ اڑتی ہوئی خبر سنائی دی کہ اس کم عمر بچے کو خوشاب کے باقی گرفتار شدگان سے الگ کر کے لاہور کی ”بورٹل جیل“ (بچوں کی جیل) میں منتقل کر دیا جائے۔ بچنے کی ایک ہی صورت تھی کہ گرفتاری کے ریکارڈ میں عمر زیادہ لکھوا دی جائے چنانچہ ”مک مکا“ کے ذریعے ایسا ہی ہوا۔

تاہم یہاں سے سب کو لاہور کی سنٹرل جیل (جہاں اب شادمان کالونی لاہور آباد ہے یہاں کبھی یہ جیل ہوا کرتی تھی) میں منتقل کر دیا گیا، یہاں آکر پتہ چلا کہ جس وارڈ میں ہم نازل ہوئے ہیں یہاں کبھی ”بم کیس“ کے قیدی رہا کرتے تھے، اس لئے اسے ”بم کیس وارڈ“ کہا جاتا تھا، یہ بھی پتہ چلا کہ ہمارے آئیڈیل مولانا عبدالستار خاں نیازی بھی پاس کسی وارڈ میں ہیں اور فوجی عدالت میں ان کا مقدمہ زیر سماعت ہے۔ امید بندھی کہ شاید کسی دن مولانا نظر ہی آجائیں مگر ”اے بسا آرزو کہ خاک شدہ“ کے مترادف ایک رات ہمیں لاہور سے اٹھا کر ملتان کی سنٹرل جیل میں پھینک دیا گیا یہاں آکر یہ المناک خبر سنی کہ فوجی عدالت نے مولانا عبدالستار خاں نیازی کو موت کی سزا سنائی ہے۔

ملتان سنٹرل جیل میں ہمیں ایک خاص وارڈ میں بند کر دیا گیا جسے جیل والے ”سیکورٹی وارڈ“ کہتے تھے، ہم سے پہلے کبھی اسی وارڈ میں ایک مشہور سیاسی رہنما اور ان کے اکیس ساتھی نظر بند رہے تھے۔ یہ وارڈ اس لئے بھی نمایاں تھی کہ اس میں پھلدار درخت بھی لگے ہوئے تھے، میرے ساتھ جو لوگ تھے وہ جیل کی اس وی آئی پی وارڈ میں ایک لحاظ سے بخوشی رہ رہے تھے۔ مگر سزائے موت کی یہ غمناک خبر سب پر ایک بجلی بن کر گری اور سب کو غم و فکر سے نڈھال کر گئی۔ میں تمام رات کروٹیں بدلتا رہا اور ایک لمحہ کے لئے بھی نیند نہ آ سکی۔ مولانا کی جدائی کا بھی غم تھا مگر اس سے کہیں زیادہ یہ پریشانی تھی کہ خدا نخواستہ اس سزا پر عمل بھی ہو گیا تو اپنے آئیڈیل کے آخری دیدار سے بھی محروم اور بے بسی میں مقیور رہنا پڑے گا، اس کے بعد مسلسل یہی کیفیت رہی کہ اپنا یا اپنے گھر والوں کا خیال تو کبھی کبھی آتا مگر باہر کی دنیا کی تمام خبروں میں سب سے زیادہ اہم خبر یہی رہ گئی تھی۔ کہ مارشل لاء عدالت سے سزا پانے والے حق پرست مولانا عبدالستار خاں نیازی کا کیا بنا؟ کافی عرصہ یہی سلسلہ رہا، بالآخر ایک دن پتہ چلا کہ سزائے موت عمر قید میں بدل دی گئی ہے۔ اس خبر سے قدرے اطمینان ہوا اور یہ امید بندھی کہ کبھی نہ کبھی اسیر باہر آ ہی جائیں گے۔ اور شرف ملاقات نصیب ہوگا۔ مجھے اب یہ یاد نہیں آتا کہ کئی ماہ کی نظر بندی کے بعد جب ملتان جیل سے رہا ہوئے اور دنیا کے دوسرے چکروں میں پڑ گئے تو مولانا نیازی کب اور کیسے اور کس جیل سے رہا کئے گئے۔

دراصل ایک حادثے نے میری زندگی کا رخ بدل دیا، جیل میں ہمارے ساتھ جو ممتاز اور نمایاں لیڈر تھے۔ ان سب کو ”بی کلاس“ ملنے کے چرچے ہونے لگے تھے اور بتایا گیا تھا کہ جو لوگ مشاہیر ہیں تو نہیں مگر یونیورسٹی گریجویٹ ہیں ان کو بھی ”بی کلاس“ ملے گی۔ میرے پاس تو ان میں سے کوئی ”دولت“ بھی نہ تھی، گھر سے دور ہونے کے باعث چھوٹے بھائی یا والدہ کی ملاقات کی بھی امید نہ تھی۔ دراصل میں نے اطلاع دے کر کسی کو پریشان نہ

کرنے کی جسارت بھی نہ کی تھی، میں نے یہاں دل کے ساتھ ایک پکا فیصلہ کیا اور اس پر زندگی بھر قائم رہا ہوں، فیصلہ یہ تھا کہ تعلیم کی سیڑھی کے آخری درجے تک ہر حال میں پہنچنا ہے اور زندگی علم کی خدمت کے لئے وقف کر دینا ہے، پھر جو کچھ ہوا، کیسے ہوا یہ تو بتانے کی تاب نہیں البتہ جو کچھ ہوں اور جہاں تک پہنچا ہوں اور اللہ رب العزت کے اپنے حبیب ﷺ کی ختم نبوت کی خاطر جو مشقت برداشت کرنا پڑی اس کا صلہ ملا اور بہترین صلہ ملا۔ اس سے بہتر کی نہ توقع تھی نہ آرزو مگر اس دھن میں یہ بھی فراموش کر بیٹھا کہ میں تو مولانا عبد الستار خاں نیازی کا فین بھی تھا۔ اور کبھی انہیں آئیڈیل بھی تصور کرتا تھا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ مولانا لاہور کے ہوائی اڈے سے اترے، یہ ذوالفقار علی بھٹو کا دور حکومت تھا، پتہ چلا کہ مولانا ہوائی اڈے سے غالباً رکشے میں سوار ہو کر اپنی قیام گاہ کے لئے رواں دواں تھے، راستے میں ان پر فائرنگ کی گئی ہے۔ یہ سن کر بیتے ہوئے لمحات کی ایک فلم میرے سامنے آگئی اور دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت مولانا سے ملاقات کی جائے۔ میرے ایک ناص شاگرد وحید سبحانی صاحب جو ایم اے عربی کر کے فارغ ہو چکے تھے، ایک دن وہ مجھ سے ملنے آئے تو پتہ چلا کہ وہ بھی مولانا کے معتقدین میں سے ہیں اور یہ کہ لاہور میں کشمیر روڈ پر مولانا اپنے ایک پیروکار معتقد کے گھر ”محفل میاں دانی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ارشاد فرمائیں گے۔ اس زمانے میں میرے پاس ایک چھوٹی سی کار ہوتی تھی جسے عرف عام میں ”صابن دانی مارکہ کار“ کہتے تھے، اپنے بیٹے علی اظہر کے ساتھ اس محفل میں شرکت کا موقع ملا۔ عزیزوں نے حضرت مولانا سے تعارف کرایا مگر میں اپنا حقیقی تعارف مولانا سے نہ کروا سکا بلکہ اس کے بعد کئی ملاقاتوں میں لب کشائی کا موقع نہ ملا۔ وقت کی تنگی اور مولانا کی مصروفیت اور سب سے بڑھ کر مولانا کا رعب اس تعارف میں حائل رہا۔ شہر زار ہوں برادر مصادق قصوری صاحب کا کہ آج انہوں نے مولانا کی ان تحریروں کا ”مقدمہ“ لکھنے کا حکم دیا تو مولانا سے اپنا تعارف پیش کرنے کی جسارت کا موقع بھی مل گیا۔

وادی سون سکیر ضلع خوشاب میں پیدا ہونے والا معمولی سے اعوان گھرانے کا ایک فرزند جہاں کے لوگ میانوالی کے نیاز یوں کا احترام ہی نہیں ان سے دوستی پر فخر بھی کرتے ہیں، کبھی مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی کی تحریروں کا دیباچہ لکھنے بیٹھ جائے گا۔ مگر چرخ گرداں کی نیرنگی اور شبانہ روز گردش نے یہ بھی ممکن بنا دیا۔ مجھے بے حد خوشی ہے کہ ایک عظیم و محترم ہستی کی نگارشات کے لئے یہ سطور لکھنے کا موقع ملا ہے جن کے نام سے آج بھی باطل پرستوں کے قصر پندار میں لرزہ طاری ہو جاتا ہے، جو نہ صرف مسلمان پاک و ہند کے لئے ایک معتبر و محترم نام ہیں بلکہ پوری اسلامی دنیا میں ان کی حق گوئی و بیباکی، حب اسلام اور اصلاح امت کی آرزو ہی نہیں عملی جدوجہد کے بھی جڑے ہیں۔

یہ مجموعہ جو آپ کے سامنے ہے ”نگارشات مجاہد ملت“ کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی کی تحریروں پر مشتمل ہے جن کا سلسلہء آغاز سے تادم تحریر مختلف ادوار اور موضوعات سے تعلق رکھتا ہے۔ مجاہد ملت نے ”مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کے ایک فعال رکن کی حیثیت سے لے کر پاکستان کی عملی سیاست و تعمیر کے مراحل کے دوران میں جہاد قلم میں بھی حصہ لیا ہے۔ مولانا ایک رعب دار اور جہیر الصوت خطابت سے بھی نوازے گئے ہیں، جس طرح آپ کی شخصیت پر ہیبت اور رعب و جلال کی مالک ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں رعب دار اور پر ہیبت آواز سے بھی نوازا ہے، لیکن انسان کی شخصیت اور آواز کا منبع و مرکز دل ہوتا ہے، اگر دل ساتھ نہ دے تو شخصیت ریت کا ڈھیر اور آواز صوت الحمیر کے سوا کیا ہوگی، لیکن مولانا کا دل آپ کی شخصیت سے زیادہ پر جلال اور آرزو سے زیادہ پر ہیبت ہے، ایک مومن صادق کا دل ہے جو نور ایمان سے منور ہے، توحید حق سے مزین اور حق گوئی و بیباکی کا سرچشمہ ہے، ”ہر کہ دل را قوی باز و قوی“ یونہی نہیں کہا گیا، جو شخص موت کی سزا سن کر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ فوجی عدلت پر ہیبت طاری کر دیتا ہو اور دنیائے دوں کی نعمتوں کا لالچ دلانے پر مسرت کی بجائے ہر شیطانی

تحریریں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دے اس کی قوت ایمان کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟ جس قلبِ مومن سے بلند ہونے والی پرہیزگاری پر ہیبت آواز بڑے بڑے آدمیوں اور ستم گروں کے دلوں کو لومٹری بنا سکتی ہو اس کی خطیبانہ آن بان کی حدود کیا ہوں گی؟ عبدالستار خاں نیازی حق کی ایک ایسی شمشیر برہنہ کا نام ہے جو خرمنِ باطل پر قہرِ خداوندی بن کر جب ٹوٹ پڑتی ہے تو پھر وہاں خاکستر کے سوا کچھ باقی نہیں چھوڑتی۔ یہ آواز خطبائے عرب کی یاد تازہ کرتی ہے۔ جن کی گرجدار اور پرہیزگاریوں سے پار ہو جایا کرتی تھی۔ اور دلوں کو ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے۔ کہ ایک مرتبہ انہوں کو اجیاد سے اپنے چرواہے کو آواز دی تو ایک دوڑتا ہوا بھینر یا ڈھیر ہو گیا۔ جب دیکھا گیا تو اس کا دل خوف سے دو ٹکڑے ہو چکا تھا، مولانا کی آواز بھی ایسی ہی رعب دار ہے، جب بلند ہوتی ہے تو بہت سے انسانی لباس میں ملبوس بھینر یے ڈھیر ہو جاتے ہیں اور دل دہل جاتے ہیں۔ مجاہد ملت بلاشبہ سلف کی ایک نشانی ہیں، حق گوئی و بیباکی کی عملی تفسیر کا نام عبدالستار خاں نیازی ہے، جس طرح برادرِ صادق قصوری صاحب نے ”نگارشات مجاہد ملت“ کو جمع کیا ہے اسی طرح مولانا کی پرہیزگاری اور پر جلال آواز کی کیسٹ بھی جمع ہو سکیں تو کیا بات ہے۔

جناب محمد صادق قصوری ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مولانا نیازی کی نگارشات کو جمع کر کے کتابی شکل دے دی ہے۔ ”نگارشات مجاہد ملت“ ایک بہت ہی قیمتی مجموعہ ہے جس میں مولانا کے مختلف کتب پر دیباچے، مقدمات، تاثرات، پیغامات اور تقاریر شامل ہیں۔ ان نگارشات کے یکجا ہونے سے جہاں یہ منتشر تحریریں ایک مجموعہ کی شکل میں قاری تک پہنچ گئی ہیں وہاں ایک ہمارا قیمتی ملی سرمایہ بھی محفوظ ہو گیا ہے۔ اس سے مولانا کی شخصیت کا مطالعہ کرنا بھی آسان ہو گیا اور اس سے آنے والی نسلوں کو مستفید ہوتے رہنے کا بھی موقع میسر آئے گا۔

مجاہد ملت کی تحریروں میں جو بیساختگی، صراحت، حقیقت بیانی اور سادگی کے ساتھ سلاست پائی جاتی ہے وہ کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ان کے اسلوب سے ان کی شخصیت کے نقوش ابھرتے محسوس ہوتے ہیں، وہی قطعیت کا اندازہ وہی گھن گرج، وہی رعب و جلال جو مجاہد ملت کی گفتار اور کردار میں ہے وہی اسلوب نگارشات سے بھی نمایاں ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

صادق قصوری نے جس توجہ، اہتمام اور محنت سے یہ کام انجام دیا ہے اس سے نہ صرف یہ کہ ”حضرت مجاہد ملت“ سے ان کی مخلصانہ وابستگی اور عقیدت کا پتہ چلتا ہے بلکہ اس سے ان کا ملی جذبہ اور دینی شعور بھی واضح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

۲۷۔ جون ۱۹۹۶ء

دبنگ اور بے خوف شخصیت

(ڈاکٹر شفیق جالندھری لاہور)

ڈاکٹر شفیق جالندھری وطن عزیز کے نامور ماہر تعلیم، اہل قلم اور معروف دانشور ہیں۔ اس وقت پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ”شعبہ ابلاغیات“ کے چیئر مین ہیں۔ حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم عالیہ کے بارے میں ان کے درج ذیل تاثرات ان کے دل کی گہرائیوں سے نکلے ہیں۔ لیجئے! جادو وہ جو سر چڑھ بولے۔ (قصوری)

مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی اپنی ذات میں ایک ایسی انجمن اور ایسا ادارہ ہیں کہ جن سے سے وابستگی کو سچے کھرے پاتانی اپنے دین و ایمان کی سلامتی اور تحفظ کی علامت سمجھتے ہیں۔ قرآن اور رسول ﷺ کو ماننے والے لاکھوں کروڑوں انسان حضرت صاحب کی ذات گرامی سے قومی اور ملی معاملات میں رہنمائی حاصل کرنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ حضرت مجاہد ملت کی دبنگ اور بے خوف شخصیت سے حوصلہ اور روشنی حاصل کرنے والے انسان آج وطن عزیز میں ہر جگہ موجود ہیں جنہوں نے آپ کی ذات گرامی کو ہمیشہ اور ہر حال میں اخلاص اور صدق و صفا کے اوصاف میں ڈوبے پایا ہے۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی ان بیباک انسانوں میں سے ہیں جنہوں نے نہ صرف تحریک پاکستان کے دوران گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور مسلم لیگ کو بے حد تقویت بہم پہنچائی بلکہ قیام پاکستان کے بعد بھی تحریک پاکستان کے جذبہ کو پاکستانی معاشرے میں ہر سطح پر زندہ رکھا۔ انہوں نے قوم کے لئے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ انہوں نے مردانہ صفات کیش کی طرح کسی بھی لمحے اہل اقتدار کے سامنے کلمہ حق کہنے سے گریز نہیں کیا۔ اور ملک میں اسلامی نظام حکومت رائج کرنے کے لئے ہر حکومت پر دباؤ ڈالا۔ حتیٰ کہ جب مسلم لیگی حکومت کے دوران وفاقی وزارت سنبھالی تو اس دوران بھی حکومت پر جلد سے جلد اسلامی

نظام قائم کرنے کے سلسلے میں دباؤ ڈالتے رہے اور حکومت کی طرف سے اس سلسلے میں کچھ نہ کئے جانے پر اقتدار کو لات مار کر حکومت سے علیحدہ ہو گئے۔ آپ کی ایسی ہی قلندرانہ ادائیں ہیں کہ جنہوں نے انہیں پاکستانی قوم کی ایک محبوب ترین شخصیت بنا دیا ہے۔ حضرت صاحب کا انداز اور اطوار اقتدار کے دوران بھی بے حد درویشانہ رہے۔ سادگی اور پرکاری، حق گوئی و بیباکی ان کی شخصیت کا وصف خاص ہیں۔ لمبی طرزے دار پگڑی نے آپ کی سرو قامت شخصیت کو ایک عجب وقار اور تمکنت بخش رکھی ہے۔ آپ کو سات زبانوں پر عبور حاصل ہے۔ دینی امور پر جو دسترس آپ کو حاصل ہے اس کی بناء پر برصغیر سے باہر بھی عالم اسلام میں انہیں بے حد عزت و احترام کا مقام حاصل ہے۔ ویسے تو ان کے چاہنے والے دنیا کے ہر کونے میں موجود ہیں جہاں جہاں کہ پاکستانی موجود ہیں۔ حضرت صاحب کا ایک وصف اپنی صاف گوئی اور سادگی سے اپنے نیاز مندوں کے دل موہ لینا ہے۔ اور دوسرا وصف اپنے حلقہ نشینوں کو بے پناہ حوصلے اور جوشی ایمان سے نواز دینا ہے۔ ان کے قریب آنے والوں میں دین کی محبت اور اعلیٰ اوصاف کا پیدا ہو جانا ایک قدرتی امر ہے۔ آپ کی محفلوں اور صحبت کا فیض عام کرنے والے اور آپ کی محبت اور لگن سے سرشار انسان یقیناً عظیم لوگ ہیں۔ محترم محمد صادق قصوری صاحب ایک مخلص ترین انسان ہیں۔ ان کی طرف سے مجاہد ملت کی فکر اور چلن کو جام کرنے کے لئے ان پر کتاب مرتب کرنے کی کوششیں یقیناً بارگاہ ایزدی میں مقبول ہوں گی۔ پروردگار سے دعا ہے کہ وہ اس مرد حق آگاہ کے حلقہ نشینوں کے درجات بلند کرے اور ان کے خلوص اور صدق کو دوام بخشے آمین۔

۶۔ اکتوبر ۲۰۰۰ء

غیر متزلزل کمٹڈ پاکستانی

پروفیسر محمد مظفر مرزا

پروفیسر محمد مظفر مرزا وطن عزیز کے نامور ماہر تعلیم، ممتاز دانشور اور نظریہ، پاکستان اور حضرت قائد اعظم سے دل کی اتھا گہرائیوں سے محبت کرنے والے اہل قلم ہیں۔ موصوف پروفیسر محمد منور مرزا مرحوم و مغفور کے برادر اصغر ہے۔ بڑے بھائی نے تازیست حب الوطنی، اقبال اور قائد سے مثالی عقیدت کے جھنڈے گاڑے ہیں چھوٹے بھائی بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ملت اسلامیہ کی گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ میں ان کے مضامین چھپتے رہتے ہیں۔ پروفیسر صاحب کو حضرت مجاہد ملت سے بھی بے پناہ عقیدت و محبت ہے۔ لیجئے ان کے تاثرات پڑھئے اور ہمارے دعوے کی تصدیق کیجئے۔ (قصوری)

عزیز از جان پاکستان کی تشکیل حضرت قائد اعظم کی ولولہ انگیز، مخلصانہ، پراستقلال، عزم و ہمت اور جہاد اسلامی کے جذباتوں سے ہوئی، حضرت قائد اعظم کی بابرکت اور متبرک شخصیت، حضرت علامہ اقبال کی لاثانی اور عالم تبحر اسلامی شخصیت نے اسلامیان ہند کی گردنوں سے غلیظ غلامی کی زنجیروں کو جس طرح جھٹک کر رکھ دیا، اسلامی تاریخ کی درخشاں مثال ہے۔ اسی طرح ان نامور مجاہدین اسلام کے قافلے میں وہ بابرکت اور عظیم شخصیات بھی تھیں جنہوں نے تخلیق پاکستان کے لئے اپنے سر دھڑ کی بازی اکار کھی تھی ان میں ایک نامور ہستی اور مجاہد اسلام کا اسم گرامی جناب مولانا عبدالستار خاں نیازی ہے۔ مجاہد ملت نے اپنی تمام زندگی پاکستان کی تخلیق اور پھر بعد میں تعمیر پاکستان کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ کوئی بھی قومی مرحلہ درپیش آیا، خواہ وہ ختم نبوت کا مرحلہ یا تحریک تھی یا نفاذ اسلام کا مرحلہ، تعمیر پاکستان کا مرحلہ تھا یا استحکام پاکستان کا۔ انہوں نے اپنے آپ کو

ایک سچا، پکا مسلمان اور ”غیر متزلزل کمبوڈ پاکستانی“ کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ اسلام کے پکے سپاہی اور مجاہد کی حیثیت سے انہوں نے جو تاریخ مرتب کی وہ صدیوں یاد رہے گی۔

ان کی اعلیٰ قومی خدمات کے پیش نظر، حکومت پاکستان نے انہیں ”تحریک پاکستان گولڈ میڈل“ عطا فرمایا۔ یہ سب کچھ مجھ پنا چیز کے ہاتھوں سے ہوا۔ میں بذات خود ان کے دردِ دولت پر حاضر ہوا۔ اور ان کے کوائف حاصل کئے اور ان مشاہیر پاکستان میں شامل کئے جن کی ڈائریکٹری ”تحریک پاکستان گولڈ میڈل“ کی شکل میں شائع ہو چکی ہے ان ہستیوں کا دمِ غنیمت ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ ایسے نابغہ روزگار، مجاہدین اسلام اور عاشقانِ رسول مقبول ﷺ قیامت تک زندہ سلامت رہیں اور پاکستان کی تعمیر و استحکام میں مدد و معاون ثابت ہوتے رہیں۔ پاکستان سے محبت اور سچا لگاؤ وہی ہستیاں رکھ سکتی ہیں جنہیں عاشقِ رسول ﷺ ہونے کا ثقہ اعزاز حاصل ہے ایسے قابلِ صدا احترام قومی افراد آہستہ آہستہ اٹھتے جا رہے ہیں شاید ان کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاں بھی ضروری امور کے لئے فائز کرنا ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ مجاہد ملت، خان عبدالستار خاں نیازی قیامت تک زندہ رہیں اور پاکستان کو اسلام کا قلعہ تشکیل دیں۔

یہ شہادت گہ . الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

۲۲۔ اکتوبر ۲۰۰۰ء

کچھ حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی کے بارے میں (مولانا کوثر نیازی)

مولانا کوثر نیازی ہمارے ملک کے نامور صحافی، ادیب، شاعر، سیاستدان اور دانشور ہیں۔ موصوف جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں۔ حق ادا کر دیتے ہیں۔ ان کی کئی تصانیف عوام و خواص سے داد تحسین حاصل کر چکی ہیں روزنامہ جنگ میں ان کا مستقل کالم ”مشاہدات و تاثرات“ بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۹۱ء کے کالم میں انہوں نے ضیغم اسلام مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی پر قلم اٹھایا ہے اور مولانا کے مخالفین کے اعتراضات، منفی پروپیگنڈہ اور بے جا تنقید کا بڑے احسن طریقے سے رد کیا ہے۔ چنانچہ یہ نادر اور قیمتی مضمون نذر قارئین ہے۔ (قصوری)

عجیب اتفاق ہے کہ پاکستان کے موجودہ مشہور کالم نگاروں میں اکثر و بیشتر کا تعلق ”جماعت اسلامی“ سے رہا ہے۔ مجھ کج بج بیان کی بات تو جانے دیجئے کہ میں کسی شمار قطار میں نہیں جناب ارشاد احمد حقانی نے اس وقت میدان صحافت میں ماشاء اللہ اپنا لوہا منوا رکھا ہے وہ ایک زمانے میں جماعت کے ترجمان روزنامہ ”تسنیم“ کے چیف ایڈیٹر تھے اور جماعت کے عمائدین میں ان کا شمار ہوتا تھا، جناب مجیب الرحمن شامی باقاعدہ کبھی جماعت سے وابستہ نہیں رہے لیکن ان کا خمیر جماعت ہی کے فکر صالح سے اٹھا ہے، جناب مولانا عبدالقادر حسن کم و بیش میرے ساتھ ہی جماعت کے رکن بنے، باقاعدہ سند یافتہ مولوی ہیں، جماعت کے شعبہ ”دار العروبة“ میں کام کرتے رہے ہیں ان کی سلاست نگاری اور جامعیت بکمال حسن اختصار کا ایک زمانہ معترف ہے، جماعت اسلامی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک دفعہ کسی کے اندر گھس جائے تو بڑی مشکل سے نکلتی ہے، سو یہی حال ان مشہور کالم نگاروں میں بعض دوسرے بڑے اور چھوٹے صحافیوں کا ہے وہ بھلے جماعت کو

چھوڑ دیں مگر جماعت زندگی بھر ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔

جناب ارشاد حقانی تو خیر علی الاعلان مابھی گوٹھ کے زمانے میں استاد مکرم حضرت مولانا امین احسن اصلاحی مدظلہ کے ساتھ میں جماعت کو چھوڑ گئے تھے۔ عبدالقادر حسن بعد میں نکلے لیکن شاید کسی اختلاف کی وجہ سے نہیں بس انہیں اذان کیلئے ایک کھلی فضا کی ضرورت تھی اور وہ اذان جو شروع ہوئی ہے تو اب تک جاری ہے۔ اس اذان میں کبھی وہ شاہین نظر آتے ہیں تو کبھی کبوتر بام حرم، ان سے تمام تر تعلق خاطر کے باوجود کبھی کبھی ان کے رُشحاتِ قلم پڑھ کہ یہ تاثر ہوتا ہے کہ وہ جماعت کے علاوہ دوسرے خادمانِ دین کو کم ہی اہمیت دیتے ہیں اور چونکہ مدرسہ تقویت الاسلام (لاہور) کے پڑھے ہوئے ہیں بریلوی حضرات کے بارے میں ان کا قلم اکثر توازن کھو بیٹھتا ہے، اسکی تازہ ترین مثال مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے بارے میں ان کے وہ دو کالم ہیں جن میں انہوں نے پاکستان حج وفد کے قائد کی حیثیت سے حضرت مولانا کے انتخاب پر تنقید کی ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی ہم نیازی پٹھانوں کے قابلِ فخر رہنما ہیں، نیازی کے لفظ کو جو شہرت اُن کے نام کا لاحقہ بن کر ہوئی ہے وہ اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ ہم سب بعد میں آنیوالوں نے اپنے اس خاندانی تشخص کو اپنے نام کا حصہ انہی کی پیروی میں بنایا ہے۔ مولانا نے اپنی نوجوانی خدمتِ دین و ملت کیلئے وقف کر دی اور اب جب کہ وہ ۷۵ سال کے پیٹے میں ہیں اس پیری میں بھی اسلام اور پیغمبر اسلام کے عشق میں جوانوں سے بڑھ کر مستعد اور آمادہ قربانی ہیں، ان کی ملکی و ملی خدمات ہماری قومی تاریخ کا روشن باب ہیں مگر ان سطور میں ان کا دفاع صرف اس خاندانی اور ذاتی تعلق کی وجہ سے نہیں کیا جا رہا نہ ہی ان کی خدمات میں۔ اس تحریر کے محرک عبدالقادر حسن نے اپنے کالموں میں بحث ہی ایسی چھیڑی ہے کہ ان سے پیدا شدہ غلط تاثر کا ازالہ ضروری معلوم ہوا ہے۔

۱۔ حسن صاحب کا کہنا یہ ہے کہ دراصل ان کا اعتراض وزیراعظم سے متعلق تھا کہ

”انہوں نے حج وفد کی قیادت مولانا کو سونپ دی جو سیاسی اور مذہبی اعتبار سے اس کیلئے یوں موزوں نہیں تھے کہ سعودی حکومت اور حکمرانوں کے بارے میں مولانا کے فقہی اور عقائد کے اختلافات اور اس پر خلیج کی جنگ میں ان کا کھلا موقف سعودی حکمرانوں کیلئے قابل قبول نہیں، وزیراعظم نے ایک غیر موزوں شخصیت کو پاکستانی وفد کی قیادت سپرد کر دی۔“

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں۔

”ہمارا فرض بنتا ہے کہ سعودی عرب کے سامنے جب کوئی پاکستانی کسی سرکاری سطح پر جائے تو وہ ان کیلئے قابل قبول ہو۔“

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ اپنی تحریروں میں حسن صاحب نے جتنے دعوے کیے ہیں اور جتنے مفروضے پیش کیے ہیں وہ سب کے سب کمزور اور ان کے اپنے ذہن کی تخلیق ہیں، اسی بات کو لے لیجئے کہ وہ کہتے ہیں سعودی عرب جانیوالے وفد کی قیادت فقط اسی شخصیت کو سونپنی چاہیے جو سعودی حکومت کی ہم عقیدہ اور ہم خیال ہو، دوسرے لفظوں میں ہمارے وزیراعظم صاحب اس لیے سعودی عرب میں ہماری نمائندگی کرنے کے اہل نہیں کہ وہ مسلک اہل سنت و جماعت سے متعلق ہیں، شیخ محمد ابن عبدالوہاب مرحوم کے مسلک سے اتفاق نہیں رکھتے، اگر عقیدے کی ہم آہنگی ہی سعودی عرب جانے کی شرط اول ہے تو پھر تو امریکی اور برطانوی وفود سرے سے اس مبارک سرزمین پر قدم نہیں رکھ سکتے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں ان وفود کا نہ صرف وہاں خیر مقدم ہوتا ہے بلکہ بہت سے معاملات میں یہ دونوں حکومتیں سعودی عرب کی حلیف بھی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ بین الحکومتی ڈپلومیسی کے اپنے تقاضے ہیں ان میں خوشگوار تعلقات رکھنے والی حکومتیں فرد کے بجائے ملک کو دیکھتی ہیں۔ اس سے بحث نہیں ہوتی کہ آپ کون ہیں اس سے بحث ہوتی ہے کہ آپ اس ملک کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مولانا نیازی نے خلیج کے سلسلے میں سعودی عرب میں امریکی فوجوں کی آمد پر تنقید کی تھی مگر یہی بات ہمارے کمانڈر انچیف جناب اسلم بیگ نے

انگریزی اخبار ”سعودی گزٹ“ تو ان کے بیان کی اشاعت کے ساتھ ساتھ یہ لکھتے ہوئے انھیں خراج عقیدت بھی پیش کرتا ہے کہ۔

”نیازی، ایک عالم، ایک خطیب اور مصنف اور جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ ہیں۔ انہوں نے شریعت بل میں تاخیر کی وجہ سے نواز حکومت سے استعفیٰ دیدیا تھا اور پارلیمنٹ سے اسکی منظوری کے بعد اب پھر وہ نواز شریف کا ساتھ دے رہے ہیں۔“

سعودی عرب میں قیام کے دوران انھیں جس طرح ٹیلی ویژن اور ریڈیو سے کوریج دی گئی ہے اسے دیکھتے ہوئے کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ حکومت سعودی عرب کیلئے قابل قبول نہ تھے، انہوں نے وزیر حج، وزیر داخلہ، گورنر مدینہ اور امام کعبہ جیسے عمائدین سے جس بے تکلفی کے ماحول میں گفتگو کی ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ حج وفد کے قائد کی حیثیت سے موزوں ترین شخصیت تھے۔ پھر عربی زبان پر انھیں جو قدرت حاصل ہے اور اس زبان میں بات کرنے کا جو ملکہ وہ رکھتے ہیں۔ اسکی وجہ سے اس منصب کیلئے وہ اہل تر قرار پاتے ہیں۔

۵۔ اگرچہ ہم اس بات کی کمزوری پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں کہ سعودی عرب جانیوالے کسی وفد کی قیادت کیلئے وہاں کے حکمرانوں کے ساتھ عقیدے کی ہم آہنگی ضروری ہے مگر برسبیل تذکرہ کالم نگاری اس غلط فہمی کو دور کرنے کا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی خداخواستہ کوئی فرقہ پرست اور تنگ نظر مسلمان ہیں۔ یہ تو ایسے زمانہ جانتا ہے کہ وہ حضرت علامہ اقبالؒ کے شیدائی ہیں اور حضرت علامہ اقبالؒ کی وسیع النظری ان کے کسی چاہنے والے کو متعصب اور متشدد فرقے باز بننے ہی نہیں دیتی۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے سیاسی اوردینی کیرئیر میں مولانا نیازی کے تعلقات بریلوی مکتبہ فکر سے ممتاز عالم دین حضرت مولانا ابوالحسنات قادری، دیوبندی جماعت کے شیخ طریقت حضرت مولانا احمد علی لاہوری، مجلس احرار اسلام کے رہنما سید عطاء اللہ شاہ بخاری، جماعت اسلامی کے بانی

مولانا نیازی

تحریر:- ارشاد احمد حقانی

جناب ارشاد احمد حقانی ملک کے معروف ماہر تعلیم اور صحافی ہیں۔ موصوف کی تدریسی زندگی اپنے ہی شہر (ڈگری کالج قصور) میں گزر گئی۔ ایک کنہہ مشق صحافی کی حیثیت سے ان کی خدمات قابل قدر ہیں۔ اکثر اوقات ان کے کالم اور مضامین اتنے حقائق افروز اور باطل سوز ہوتے ہیں کہ بیساختہ داد دینا پڑتی ہے۔ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے بارے میں ان کا یہ مضمون ان کے مستقل کالم ”حرف تمنا“ میں روزنامہ ”جنگ“ لاہور ۳۰ جون ۱۹۹۲ء کو طبع ہوا ہے جس میں انہوں نے مجاہد ملت مولانا نیازی کے مجاہدانہ کردار، قلندرانہ یلغار اور مومنانہ افکار کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔ (قصور)

حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی ہمارے لیے صرف اس لیے محترم نہیں ہیں کہ وہ ملک کے وزیر برائے مذہبی امور ہیں۔ وہ اس لیے بھی محترم ہیں کہ وہ ایک ممتاز عالم دین اور اسکالر بھی ہیں نیز تحریک پاکستان کے واقعی ممتاز کارکن ہیں۔ وہ ان نام نہاد کارکنان تحریک پاکستان کی طرح محض لہو لگوا کر شبیدوں میں شامل نہیں ہوئے جنہوں نے کبھی مسلم لیگ کے کسی جلسے میں شرکت کی تھی یا کسی موقع پر دور سے قائد اعظم کی ایک جھلک دیکھ لی تھی۔ وہ صحیح معنوں میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے بانیوں اور اکابرین میں شامل تھے۔ اور انہوں نے اس کے پلیٹ فارم سے تنظیمی اور سیاسی کام کیا اور انھیں واقعی قائد اعظم کے ایک نامہ کار کن ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔

یوں بھی اپنی زندگی میں وہ دینی مقاصد کیلئے کام کرتے رہے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ کچھ کیا، اس لیے وہ ہر لحاظ سے واجب الاحترام

ہیں۔ مولانا نیازی کھری بات کرنے کے بھی عادی ہیں اور بے اوقات مصلحتوں کو ایک مرد درویش اور ایک قلندر کی طرح لات مار کر

”آئینِ جواں مرداں حق گوی و بے باکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی“

کی زندہ مثال پیش کرتے دیتے ہیں۔ اتحاد بین المسلمین ان کی خصوصی دلچسپی کا میدان رہا ہے اور ہے اور انہوں نے مسلکی اور فقہی اختلافات اور ان کی پیدا کردہ تلخیوں اور پیچیدگیوں کو کم کرنے کیلئے بہت سی ٹھوس، علمی اور منصفانہ تجاویز بارہا پیش کی ہیں۔

مولانا نیازی، علامہ اقبالؒ کے مجاور یا شاہین

تحریر:- صاحب زادہ سید محمد صفدر شاہ

محترم سبط الحسن ضیغم صاحب کا روزنامہ ”نوائے وقت“ ۱۸ دسمبر ۱۹۹۳ء میں ایک مضمون شائع ہوا۔ جس میں علامہ اقبالؒ کے عالمگیر اسلامی پیغام سے لوگوں کی بے رغبتی اور بے حسی کا تذکرہ کیا گیا ہے یہ شکوہ بجا ہے بلکہ علامہ اقبالؒ کو بھی یہی شکوہ رہا کہ مرایا راں غزل خوانے شمر دند، مجھے شاعر شمار کیا گیا ہے۔ حالانکہ میں نے درد دل تقسیم کیا اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کیلئے منظم جدوجہد کی۔ اب ضرورت ہے کہ مسلمان حکیم الامت کے پیغام کو سمجھیں اور جس انداز میں انہوں نے روح اسلام سے آگاہ کیا ہے وہ اس کو اپنی زندگی کا پروگرام بنادیں۔ علامہ کا یہ ارشاد کہ وہی صحیح معنوں میں قائد و رہبر ہے جو ملت کو احساس زیاں دلا کر عمل پیہم کیلئے تیار کرے۔

دے دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلواری کرے
موت کے آئینے میں دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے

اپنے مضمون میں آپ نے جن مجاورین اقبالؒ کا تذکرہ کیا ہے بے شک وہ لوگ مجاورین اقبالؒ ہیں۔ لیکن اقبالؒ کے وہ شاہین جنہوں نے زندگی کا اوڑھنا بچھونا پیغام اقبالؒ کو بنا رکھا ہے انہیں مجاورین میں شامل کرنا سراسر کوتاہ اندیشی اور ذاتی پسند و ناپسند ہے۔

محترم ضیغم صاحب نے مجاہد ملت بطل حریت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی واس صنف میں شامل کر کے ان کی مسلسل جدوجہد سے ناواقفیت کا اظہار کیا ہے۔ اور اتنی وجہ سے وہ مجاورت اور متابعت کا فرق نہیں کر سکے ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ مولانا نیازی نے زمانہ،

طالب علمی سے ہی حکیم الامت کی بے مثال قیادت کو سامنے رکھا ہے اور زندگی کے تمام مسائل میں ان کی رہنمائی میں اپنا پروگرام طے کیا ہے۔ خاص طور پر عقیدہ ختم نبوت میں ان کی اولعزم اور فلسفیانہ تعبیر کو مشعل راہ بنایا ہے مولانا نیازی تمام عالمی مسائل اتباع سنت سے طے کرنا چاہتے ہیں انہوں نے علامہ اقبال کی رہنمائی میں آج سے ۲۳ سال قبل اپنے منشور میں یہ لکھ دیا تھا کہ ”ہمارا ایمان ہے کہ امت کی تمام مصیبتوں اور پریشانیوں کا حل دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہونے میں ہے۔ نہ صرف امت محمدیہ ﷺ کی بگڑی اتباع محمد ﷺ سے بن سکتی ہے بلکہ بموجب ارشاد ربانی ”ہم نے آپ کو تمام نوع انسانی کیلئے ہادیٰ برحق یعنی بشیر نذیر بنا کر بھیجا۔“

میں اس وقت تفصیلات میں جانا مناسب نہیں سمجھتا صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مولانا نیازی نے اسمبلی میں اور اسمبلی سے باہر زندگی کے ہر مسئلہ میں فکر اقبال کو مینارہ نور تصور کیا ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن، ثقافت، روایات، دین و آئین، تذکرہ مجاہدین، اقدار حیات اور اسماء و تقویم کو فکر اقبال کی روشنی میں واضح کیا۔ سود کی حرمت، شناختی کارڈ میں اسلامی تشخص، اتحاد امت اور شریعت کی بالادستی جیسے مسائل میں اقبال کی رہبری کو حرف آخر سمجھا ہے۔ افسوس ہے صاحب مضمون نے مولانا نیازی کی 56 سالہ سیاسی جدوجہد کا ایک ورق بھی نہیں پڑھا اور انہیں مجاورین میں شامل کر کے نہ صرف بے انصافی کی ہے بلکہ تعصب کا ثبوت دیا ہے۔ مولانا نیازی نے اپنے منشور میں بحیثیت داعی تحریک خلافت پاکستان مقام محمدی ﷺ کے سلسلہ میں عقیدہ خاتمیت کو علامہ اقبال کے مندرجہ ذیل ارشاد سے واضح کیا ہے۔

پس	خدا	برما	شریعت	ختم	کرد
بر رسول	ما	رسالت	ختم	کرد	
رونق	ازما	محفل	ایام	را	
او	رسل	ختم	وما	اقوام	را

خدمت ساقی گری باما نہاد
داو مارا آخرین جامے کہ داشت
”ا“ نبی بعدی“ احسان خدا است
پردہ ناموس دین مصطفیٰ ﷺ است

امید ہے ضیغم صاحب کیلئے یہ سرمہ چشم بصیرت ثابت ہوگا۔ اور اس طرح انہیں مجاورت اور متابعت کا فرق بھی بخوبی سمجھ آ گیا ہوگا۔

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے مسلم طلبہ (محترم حمید نظامی، م، ش وغیرہ) کو علامہ اقبال کے حکم پر منظم کیا۔ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر تختہ دار کو چوما، حق گوئی و بے باکی کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ علامہ اقبال کے تصور ”اللہ کے شیر“ کی عملی تصویر نظر آئے۔ مولانا نیازی کی گرج دار آواز میں اقبال کے الفاظ آگ لگا دیتے ہیں اور لہو گرم رکھنے کے تمام راز کو سمجھنے والی اس شخصیت کو اقبال کا مجاور قرار دینا انصاف کے تقاضوں کا منہ چڑانا ہے۔ مولانا نیازی قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت کا زندہ مسہر ہیں۔ مولانا نیازی تحریک پاکستان میں اقبال کے شاہین اور تکمیل نظریہ پاکستان کیلئے ”مرد مومن“ نظر آتے ہیں اور کئی آفاق اس مومن میں گم ہو گئے ہیں۔ مولانا نیازی ہی صاحب امروز ہیں جنہوں نے گوہر فردا کیلئے دن رات صرف کئے جنہوں نے ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اجتماعی معاملات کو ہمیشہ اولیت دی اور علامہ اقبال کے مطابق ”خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر“ زندگی بسر کی اور زمانہ شاہد ہے کہ اس مرد قلندر کے پایہ استقلال میں کبھی اغزش نہ آئی جب کہ طاغوتی اور قارونی قوتوں کا پوری مستعدی سے مقابلہ کیا۔ جس شخص نے آج تک ذاتی آسائش کے لیے آشیانہ سازی کی بجائے ملت اسلامیہ کی شیراز بندی میں گزاری وہ مجاور نہیں اقبال کا مجاہد، شاہین اور مرد مومن ہے۔ (روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت ۲۳ دسمبر ۱۹۹۳ء)

شاہیں بناتا نہیں آشیانہ

(ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازی)

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی ملک کے مشہور دانشور، شاعر اور صحافی ہیں۔ انکی علمی خدمات قابل قدر ہیں۔ صحافت کے میدان میں انھوں نے اپنا منفرد مقام پیدا کیا ہے۔ روزنامہ ”پاکستان“ لاہور کی اشاعت ۱۱۔ مارچ ۱۹۹۱ء میں انھوں نے اپنے مستقل کالم ”قطب نما“ میں ”شاہیں بناتا نہیں آشیانہ“ کے عنوان سے ”مجاہد ملت“ کے حضور جو خراج عقیدت پیش کیا ہے وہ تاریخی حیثیت کا حامل ہے اور نذرِ قارئین ہے۔ (قصوری)

آج کل مولانا عبد الستار خاں نیازی کا استعفیٰ موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ ایک آدمی نے کہا کہ یہ بڑی جرأت کی بات ہے۔ وہاں موجود ایک دل جلے نے کہا۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ”مولانا نے اب تک شادی نہیں کی“۔

شاید مولانا نے اپنی زندگی میں ایسے فیصلے کرنے کیلئے بہت پہلے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ سب حیران کن فیصلے اسی فیصلے کی کوکھ سے نکلے ہیں۔ مولانا روایتی مولوی نہیں۔ انھوں نے روایتی زندگی بسر نہیں کی۔ ساری عمر اضطراب اور اطمینان کی امتزاجی کیفیت میں گزار دی مگر لوگوں کو حیران کیے رکھا۔

حیران کن بات یہ نہیں کہ انہوں نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا بلکہ حیران کن بات یہ تھی کہ انھوں نے وزارت قبول کر لی۔ ساری قوم نے مولانا کے وزیر بننے پر جناب نواز شریف کو مبارکباد دی۔ یہ ان کیلئے انتخاب میں کامیابی سے کم نہ تھی۔ وزیر اعظم نے خود اس بات کو اپنے لیے ایک اعزاز قرار دیا تھا۔ مولانا نیازی نے پاکستان کے پہلے وزیر اعظم جناب لیاقت علی خان کی مخالفت سے اپنی سیاسی زندگی کی ابتداء کی اور پھر اس رستے پر انتہا کر دی۔ کوئی وزیر اعظم ان کی صاف گوئی اور فاش گوئی سے نہ بچ سکا۔ ہمارے آئینی

معاملات میں کئی بار صدر اور وزیراعظم کا عہدہ گڈنڈ ہوتا رہا۔ سابق مغربی پاکستان کا ایک گورنر ملک امیر محمد خان آف کالا باغ بھی اپنے آپ کو وزیراعظم ہی سمجھتا تھا۔ امیر محمد نے جبر میں کمال حاصل کیا تو لوگوں نے صبر میں کمال حاصل کیا۔ تب بھی مولانا کو کسی قسم کا خوف اور کسی رنگ کا لالچ زیر نہ کر سکا۔ جسٹس کیانی مرحوم کے بقول سبز باغ دیکھنے والے لوگ کالا باغ دیکھنے کے عادی ہو گئے۔ ان دنوں ایک جلسے میں مولانا نیازی نے کہا کہ وہ دن قریب ہیں جب ملک امیر محمد کو کالا باغ کی دیواریں بھی پناہ نہ دیں گے۔

دوست دشمن تسلیم کرتے ہیں کہ مولانا نیازی ایک صاحب کردار انسان ہیں۔ انھوں نے پورے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے قائداعظم کے سامنے بھی دو ٹوک بات کی۔ قائداعظم نے ان کیلئے ہی کہا تھا۔ ”اے نوجوان! مجھے تم پر فخر ہے۔“ کتنی خوشی کی بات ہوتی کہ اپنے دل میں قائداعظم کے عشق کی ساری نشانیاں محفوظ رکھنے والے مولانا نیازی، جناب نواز شریف کیلئے یہی کہتے ”اے نوجوان! مجھے تم پر فخر ہے۔“

یہ بات پورے یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر قائداعظم سے پوچھا گیا ہوتا کہ آپ کا جانشین کون ہوگا تو وہ دو آدمیوں کا نام ضرور لیتے۔ سردار عبدالرب نشتر اور مولانا عبدالستار خان نیازی۔ تحریک پاکستان کے چھوٹے اور بڑے لیڈروں کے خلاف اب تک مسلسل سازشیں ہو رہی ہیں۔ جب مولانا نیازی نے مسلم لیگ سے علیحدگی کا فیصلہ کیا تو یہ بھی ایک سازش کا شاخسانہ تھا۔ مسلم لیگ کو صرف اقتدار کا آشیانہ بنادیا گیا۔ افسوس یہ ہے کہ یہ آشیانہ ہمیشہ شاخ نازک پر بنایا گیا۔ اب جو کچھ ہوا ہے وہ بھی یقیناً ایک سازش ہے۔ یہ سازش مولانا نیازی کے خلاف بھی ہوگی مگر بظاہر یہ جناب نواز شریف کے خلاف ہے۔ مولانا نیازی جیسے مرتبے کے آدمی کا وزیراعظم کی کابینہ میں موجود ہونا اس کا اعزاز تھا؟ وزارت اور امارت مولانا کا تو کبھی مسئلہ ہی نہیں رہا۔ اگر مولانا کے دل میں ایسی کوئی ننھی سی خواہش بھی ہوتی تو اسے سے پہلے کسی دور میں وہ جو چاہتے انہیں مل جاتا۔ بے نظیر کے

زمانے میں صدارت کی پیشکش بھی ان کو کی گئی۔ وزارت سے جانا مولانا کا نقصان نہیں۔ جس آدمی کا گھر ہی نہ ہو اسے آپ گھر سے کیسے نکالیں گے۔ جب مولانا نے وزارت قبول کی تھی تو ان کے کئی دوستوں کو روتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔

نہیں تیرا دشمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

جناب نواز شریف نے کابینہ کی پہلی میٹنگ میں سات منٹ تک مولانا نیازی کی تعریف و توصیف میں احساس تشکر کے ساتھ تقریر کی۔ پھر کیا ہوا کہ اسی شخص کے ساتھ دل دکھانے والا رویہ اختیار کیا گیا۔ کیا یہ وہی رویہ نہیں جو ذوالفقار علی بھٹو اور بے نظیر بھٹو نے وزیراعظم کے طور پر اپنے بڑوں کے ساتھ اختیار کیا تھا۔ جناب نواز شریف تو محبت کرنے والے، عزت کرنے والے، خوش اخلاق اور خوش اطوار انسان ہیں پھر یہ سب کیا ہو گیا۔ جب جناب نواز شریف، بے نظیر بھٹو کے خلاف سینہ سپر تھے تو ان کی حمایت کیلئے پہلی صف میں جو لوگ کھڑے تھے ان میں سب سے نمایاں مولانا عبدالستار خان نیازی تھے۔ نوجوان لیڈر شیخ رشید احمد نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ کہ ”مولانا نیازی ہمارے محسن ہیں“۔ تو پھر اچھے دن آنے پر بھی محسنوں کو یاد رکھنا چاہیے۔

پاکستانی سوچ رکھنے والے لوگوں کو وزیراعلیٰ پنجاب اور تحریک پاکستان کے کارکن غلام حیدروائیں کا یہ بیان پڑھ کر بہت تکلیف ہوئی کہ مولانا نیازی کے جانے سے آئی جے آئی کی حکومت کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ پاکستان کی کئی حکومتیں اس طرح نقصان اٹھا چکی ہیں۔ میں نے خود دیکھا کہ جناب وائیں اپنے جھنڈے والی کار میں بنفس نفیس نامور دانشور مختار مسعود کو گھر تک چھوڑنے آئے کہ انھوں نے تحریک پاکستان کیلئے کام کیا ہے۔

اس طرح کے کردار کے خالصتاً سیاسی مزاج کے لیڈر کی طرف سے یہ بیان بہت عجیب و غریب اور افسوس ناک ہے۔ جناب وائیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ تحریک پاکستان کے

حوالے سے مولانا کا کیا مقام ہے؟ اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ایسا نہیں کہہ سکتے ضرور اخبار کی غلطی ہے یا پھر رپورٹر نے ٹھیک نہیں سنا۔ ہم نے تو کچھ عرصہ پہلے جناب وائیں، جناب جو نیجو اور جناب نواز شریف سے گزارش کی تھی کہ وہ مل کر مولانا عبدالستار خان نیازی سے استدعا کریں کہ وہ مسلم لیگ کی سربراہی قبول کریں۔ اس منصب کے وقار کیلئے مولانا سے بہتر لیڈر اس وقت اور کوئی نہیں۔ مسلم لیگی ذہن کے لوگ تو ایک انٹرنیشنل مسلم لیگ کے قیام کیلئے بھی خواہشمند ہیں۔ مسلم لیگ کو صرف اقتدار کی سیڑھی بنائے رکھنا تحریک پاکستان کے مقاصد سے ہم آہنگ نہیں۔

آخری سوال یہ ہے اور اس کا بھی جواب کم ہے کہ کیا کابینہ کے ارکان کی اپنی شخصیت سوچ اور رائے نہیں ہوتی۔ پھر مولانا نیازی تو کابینہ میں جمعیت علمائے پاکستان کے نمائندے تھے۔ اس پر مولانا نیازی جیسے آدمی سے یہ توقع رکھنا کہ وہ کسی اور کی آنکھوں سے دیکھیں گے اور کے کانوں سے سنیں گے ایک مغالطہ تھا۔ شکر ہے اس کا احساس جلدی ہو گیا۔

ڈنڈا اور طرہ

(ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازی)

۱۰ ستمبر ۱۹۹۱ء کو میاں نواز شریف وزیراعظم پاکستان نے اپنی نئی کابینہ تشکیل دی تو ”مجاہد ملت“ کو بطور ”وزیر مذہبی امور“ شامل کیا گیا۔ ”حضرت مجاہد ملت“ نے نواز شریف کی اس یقین دہانی کہ ”آپ ہمارے بزرگ ہیں ہمارا ساتھ دیں، رہنمائی فرمائیں، ہم اسلامی نظام نافذ کریں گے“ پھر دوبارہ کابینہ میں شمولیت اختیار کی۔ اس موقع پر ڈاکٹر محمد اجمل نیازی نے روزنامہ ”پاکستان“ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۹۱ء میں اپنے کالم ”جل تھل“ میں ”ڈنڈا اور طرہ“ کے زیر عنوان اپنے تاثرات کا یوں اظہار کیا۔ (قصوری)

کسی نے ایک نوجوان سے پوچھا کہ میانوالی کی مشہور چیز کیا ہے؟ اس نے بیساختہ جواب دیا، مولانا عبدالستار خان نیازی۔ میانوالی نے یہ بیش بہا تحفہ قوم کے حوالے کر دیا اور وہ پاکستان کی مشہور چیز بن گئے۔ اپنے کردار و عمل کی دھاک انھوں نے پوری دنیا پر بٹھا دی۔ وہ جلال و جمال کا آئینہ ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ مولانا عبدالستار خان نیازی کی مشہور چیز کیا ہے؟ تو کہا گیا ان کا ڈنڈا اور طرہ۔ ڈنڈے سے مجھے اپنے سکول کا زمانہ یاد آ گیا اور جسٹس ایم آر کیانی یاد آئے ہیں۔ جب ایوب خان کے زمانے میں ججوں کی کاروں پر جھنڈے لگانے کی ممانعت کر دی گئی تو جسٹس کیانی نے کہا کہ جھنڈا نہ سہی ہمارے پاس ڈنڈا تو ہے۔ کچھ لوگ ڈنڈا صرف بھینس ہانکنے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ مولانا نیازی سمجھتے ہیں، عصانہ ہو تو کلیسی ہے کار بے بنیاد۔

ان کے پاس جھنڈا بھی ان کا طرہ ہی ہے، جو ہمیشہ سر بلند پرچم کی طرح لہراتا ہے۔ یہ پرچم کبھی سرنگوں نہیں ہوا۔ یورپ کے دورے کے دوران ایک خاتون نے ان سے پوچھ لیا تھا۔ آپ نے اسے کس طرح رکھا ہوا ہے؟ مولانا نیازی کا طرہ ان کا طرہ امتیاز ہے۔ وہ

جہاں ہوں، مختلف نظر آتے ہیں۔ وہ کابینہ میں بھی مختلف ہی نظر آئیں گے۔ وہ اس طرح کے وزیر نہ ہوں گے جس طرح کے ہمارے ہاں ہوا کرتے ہیں۔ میں مولانا نیازی کے بارے میں اس لیے بات نہیں کر رہا کہ میں بھی اتفاق سے نیازی ہوں۔ نیازی تو جنرل نیازی بھی ہے۔ مولانا ایک سچے لیڈر ہیں اور لیڈر کسی ایک علاقے کا نہیں ہوتا۔

جسٹس کیانی اور مولانا نیازی دو ہی آدمی تھے۔ جنہوں نے ملک امیر محمد کالاباغ کی گورنری کے زمانے میں بھی کلمہ حق بلند کیا۔ جسٹس کیانی کا یہ جملہ کبھی نہیں بھلایا جائیگا:

”پہلے حکمران سبز باغ دکھایا کرتے تھے۔ موجودہ حکمران کالاباغ دکھایا کریں گے۔“

اور اب موجودہ حکومت مولانا عبدالستار خان نیازی دکھایا کر گئی۔ وہ بھی آرزوؤں اور ارادوں کا سبز باغ ہیں۔ باب پاکستان کی افتتاحی تقریب میں میاں محمد نواز شریف نے مولانا نیازی کے ساتھ کندھا جوڑ کے کہا!

”حبیب جالب کا والد ہمیشہ اسے برا بھلا کہتا تھا کہ تو رات دیر گئے واپس آتا ہے۔ پتہ نہیں کن لچے لفنگوں کے ساتھ گھومتا رہتا ہے۔ ایک دن وہ مولانا نیازی کو ساتھ لے کر اپنے گھر چلا گیا اور اپنے والد سے کہا!

”آپ روز مجھے برا بھلا کہتے ہیں۔ پھر مولانا کی طرف اشارہ کر کے کہا!“

”ہمارے ساتھ مولانا نیازی ہیں۔ میں ان کے ساتھ گھومتا پھرتا ہوں۔“

”اس کے بعد حبیب جالب کو ان کے والد نے کبھی برا بھلا نہیں کہا۔“

کیا موجودہ حکومت اس نیک نامی کی حفاظت کرے گی کہ کوئی اس کے خلاف بات نہ کرے

ہوئے ہزار بار سوچے؟

ایک زمانے میں جیل مولانا کا دوسرا گھر تھا بلکہ دوسرا ٹھکانہ تھا۔ وہ مذاق مذاق میں جیل نو سرال بھی کہتے ہیں۔ اس میں لطف کیا بات یہ ہے کہ انھوں نے شادی کی ہے نہ اپنا گھر بنایا ہے۔

حبیب جالب پھر یاد آتے ہیں کہ جب کبھی انھیں گھر جانے میں دیر ہو جائے تو وہ تھانے کی طرف چل پڑتے ہیں۔ ہمارے کئی لیڈر تھے جن کی آدھی زندگی ریل میں اور آدھی جیل میں گزر گئی۔

مجھے یقین ہے کہ مولانا نیازی دوسری بار وزارت کی وادی میں آئے ہیں تو اس میں جیل کی کوٹھڑی کی کچھ نہ کچھ خصوصیات ہوں گی۔ مولانا جیسے آدمی کے اندر ایک فاتح ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ سٹیج جس کیلئے تخت شاہی کی طرح ہوتا ہے، تختہ دار بن جائے تو بھی نعمت ہے۔

جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

وزیر آتے جاتے رہتے ہیں۔ وزیر بننا ایک اچھی خبر بنی، جب مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی وزیر بنے۔ جس طرح انھوں نے وزارت سے استعفیٰ دیا، اس بھی مثالیں کم کم ہیں۔ وہ دوسری بار وزیر بنے جیسے پہلی بار بن رہے ہوں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حکومت نے مولانا نیازی کے موقف کو تسلیم کیا ہے۔ اور ان کے مرتبے کو بھی محسوس کیا ہے۔ کابینہ کی پہلی میٹنگ میں بھی وزیراعظم نواز شریف نے ان کی تعریف و توصیف کی تھی، اور ان کی رفاقت کو اپنی حکومت کا اعزاز کہا تھا۔

وزارت نیازی صاحب کا مسئلہ نہیں، رفاقت ان کا مسئلہ ہے۔ ان کی رفاقتوں کی حفاظت کرنا میاں نواز شریف کی ذمہ داری ہے۔ اعتماد کی فضا میں جس آدمی نے دوبارہ وزارت قبول کی وہ عناد کے ماحول میں دوبارہ استعفیٰ بھی دے سکتا ہے۔ وزارت تو ہمیشہ مولانا کے پیچھے پیچھے رہی ہے۔ سہروردی انہی کی جماعت کا وزیراعظم تھا اور اس نے پیشکش بھی کی تھی۔ ایوب خان نے کوشش کی، بھٹو صاحب کو کوشش کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ میاں نواز شریف کا اعزاز ہے کہ ان کی کابینہ میں قائداعظم کا سچا ساتھی، بہادر اور بے لوث انسان بھی شامل ہے۔ مولانا نے کچھ سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔ انھیں یقین ہوگا کہ اس نوجوان کی قیادت میں وہ منزل سر کی جاسکتی ہے۔ جس کیلئے وہ مسلسل پچاس برس سے حالت سفر

میں ہیں۔ امید ہے کہ میاں صاحب کی رفاقتوں کو استحکام دیں گے۔

مجھے ایک شعر یاد آ رہا ہے جو مولانا کی طرف سے میاں نواز شریف کو سناتا چاہتا ہوں!

میں ہوں وحشت میں گم میں تیری دنیا میں نہیں رہتا

گولہ رقص میں رہتا ہے صحرا میں نہیں رہتا

مجھے اقبال کا یہ شعر بھی یاد آ رہا ہے۔

خرد کو غلامی سے آزاد کر

جوانوں کو پیروں کا استاد

میاں صاحب اور مولانا نیازی تاریخ اور وقت کے بہت اہم اور نازک موڑ پر اکٹھے

ہوئے ہیں۔

اللہ کرے یہ اب یہ نہ ہو

اگلا موڑ جدائی کا

ایسے کسی موڑ پر مولانا نیازی کی باتیں یاد آتیں ہیں!

”لوگو! میں تمہارے ساتھ دنیا داری جیسے وعدے نہیں کرتا۔ میرے دل میں ایک خواب

ترپتا ہے۔ یہ منور خواب تم بھی دیکھ لو تو کبھی چین سے نہ بیٹھو۔ میں یہ خواب تمہارے خوابوں

میں ملا دینا چاہتا ہوں۔ پاکستان کو ایک اسلامی، روحانی اور فلاحی مملکت بنانے کی نگیں نے

میرے ابو میں ہزار مشعلوں کی روشنی جلا رکھی ہے۔ ایک سلامتی والا معاشرہ میری بے تابیوں کا

آشیانہ ہے، جہاں کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے۔ میں انسانوں کو انسانوں کے در کا سوالی بنانے

والوں کے خلاف ہوں۔ وہ لوگ ظالم ہیں جن کے گھروں کے سامنے لوگ اپنے جائز

معاملوں کا کشکول لئے قطاروں میں کھڑے ہوتے ہیں۔ خیرات انہیں پھر نہیں ملتی۔“

فوجداری نیازی

(رفیق ڈوگر)

جناب رفیق ڈوگر ملک کے نامور صحافی ہیں جنہوں نے ہر دور میں صحافت کی شان برقرار رکھی ہے۔ مجاہد ملت کے بارے میں ان کا یہ مضمون ان کی کتاب ”چہرے مہرے“ مطبوعہ جنگ پبلشرز لاہور ۱۹۹۱ء صفحہ ۱۴۷ تا ۱۵۰ سے نقل کیا گیا ہے۔ جو چند باتوں پر اختلاف کے باوجود قابل قدر ہے۔ (قصوری)

نیازی خیز خطہ میانوالی کے ڈانگ بدست نیازی حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی کی ڈانگ، شملہ، تقریر اور سیاست سب ضابطہ فوجداری کی زد میں آتے ہیں۔

اس کے باوجود سب حلقے اور ضابطے ان کا احترام کرتے ہیں۔ وہ ملک کے واحد سیاستدان ہیں جو صرف خدا سے ڈرتے ہیں۔ جابر حکمران، سیاسی جبر، رائے عامہ کا دباؤ اور وقتی مصلحت کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے جو درست سمجھتے ہیں بلا خوف کہہ سکتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں۔ اس جرأت اور ہیبا کی انہوں نے عمر بھر سزا پائی ہے مگر اس سزا کے باوجود اس بڑھاپے میں بھی وہ اپنے انداز بدلنے پر آمادہ نہیں۔

بابا نیازی چھوٹی عمر میں اسلام کے عشق میں مبتلا ہو گئے تھے۔ جوانی اور بڑھاپا اس عشق کی نذر ہو گیا نہ گھر بسا یا نہ مال بنایا۔ اللہ نے جو کچھ بھی دیا حسن، جوانی اور جرأتِ کردار نظام اسلام کی راہ میں لٹا دیا۔ اللہ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور عمر دراز کرے۔

جمعیت علمائے پاکستان کے یہ حسین و جمیل سربراہ ملک کے درست معنوں میں واحد عالم اور فاضل نیازی ہیں اور ایم اے تک باقاعدہ پڑھے لکھے ہیں۔ میانوالی کے سنگین علاقہ اور لوگوں کے ”بے تاج بادشاہ“ سمجھے جاتے ہیں اور نواب امیر محمد خاں آف کالا باغ جیسے ”بادشاہ“ کے سامنے نہایت جرأت اور استقلال سے لڑتے رہے ہیں۔ آج بھی اس علاقہ کے ”کالا باغ“ ان کی گرج اور چمک سے خوف کھاتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی سیاست میں اس وقت داخل ہوئے، جب ابھی وہ نہ مولانا تھے۔ اور نہ ہی حضرت۔ صرف اسلامیہ کالج (لاہور) کے جوشیلے طالب علم تھے۔ اس وقت برصغیر میں بہت سی تحریکیں چل رہی تھیں جن میں سب سے زبردست تحریک قیام پاکستان کی تھی اور مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن اس تحریک کی صف اول میں کھڑی تھی۔ انہوں نے اپنی جرات اور جوانی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سپرد کر دی۔ تن من دھن سے تحریک پاکستان میں حصہ لیا اور ان کے اسی جوش و جذبہ اور کام کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں میانوالی سے صوبائی اسمبلی کا ٹکٹ دیا گیا وہ کامیاب ہو کر مسلم لیگ اسمبلی پارٹی میں شامل ہو گئے۔ اور جنوری ۱۹۴۸ء تک مسلم لیگ میں ہی شامل رہے اور پھر اسلام کے عشق میں اپنی پہلی سیاسی محبت سے دست بردار ہو گئے۔ ہوا اس طرح کہ عبدالستار خان نیازی نے اپنے اور تحریک پاکستان کے روابط اور مسلم لیگ کے وعدوں کو دیکھتے ہوئے پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں فوری طور پر نظام اسلام نافذ کرنے کی قرارداد پیش کر دی۔ قرارداد قننی وجہ کی بناء پر مسترد کر دی گئی۔ تو نیازی نے اسلامی وجوہ کی بناء پر مسلم لیگ مسترد کر دی۔ اندر سے مسلم لیگی ہونے کے باوجود اس کے بعد سے مسلم لیگ میں واپس نہیں گئے۔ صرف نواز شریف کی مسلم لیگی وزارت شامل ہوئے تھے۔ مسلم لیگ سے علیحدگی کے بعد وہ سیاسی طور پر بھی غیر شادی شدہ ہو گئے۔ ریل مدت تک کسی سیاسی جماعت نے انہیں متاثر نہیں کیا مگر سیاست سے الگ نہیں رہے۔ ۱۹۵۱ء میں کسی جماعت کے احسان کے بغیر انتخاب لڑا اور ون یونٹ اسمبلی کے رکن رہے۔ تحریک ختم نبوت میں پھانسی کی سزا کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ اس جرم میں جن دو علماء کرام کو یہ سزا سنائی گئی تھی ان میں مولانا عبدالستار نیازی سب سے کم عمر تھے۔ دوسرے یہ اعزاز حاصل کرنے والے سید ابوالاعلیٰ مودودی تھے۔ ایک سید اور ایک نیازی۔

۱۹۶۲ء میں کالا باغ میں ہی نہیں پورے ملک میں کالا باغ رائج تھا۔ انتخاب آیا تو

نیازی نے سارے کالا باغوں کو لکارا۔ ان پر حملے ہوئے مگر وہ ڈٹے رہے۔ سیٹ کالا باغ جیت گئے انتخاب عبدالستار خان نیازی جیت گئے۔ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۷ء میں بھی میدان میں اترے مگر کامیاب نہ ہوئے۔ کالا باغ کے پسماندگان کے مقابلہ میں وہ پھر بھی کبھی پسپا نہ ہوئے۔ وہ ہاریں یا جیتیں مقابلہ ڈٹ کر کرتے ہیں بڑے سے بڑے کالا باغ کو لکارا لکارا کر۔ مولانا بہت اچھے پارلیمنٹیرین ہیں۔ کھلے جلسوں میں اپنے شملہ ڈانگ، وجاہت، اور پاٹ دار آواز کے زور سے حاضرین اور سامعین پر چھا جاتے ہیں۔ مختصر اور طویل ہر قسم کی تقریر کر سکتے ہیں۔ اپنی تقریر دلپذیر کی دلدل میں کبھی نہیں پھنسے۔ ان کی تقریر سیاسی کم اور مذہبی زیادہ ہوتی ہے۔ سیاست اور مذہب کی یکجائی پر ایمان رکھتے ہیں اور تقریروں میں اس قوت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ سیاست میں فرقہ بندی کے علمبردار ہیں۔ تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی غیر فرقہ وارانہ سیاست میں حصہ لینے کے باوجود اہل سنت و جماعت کے فرقہ کو ملک کا مالک و مختار قرار دینے کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کی فرقہ پرستی میں جاہلانہ شدت سنائی نہیں دیتی۔ سیاسی سٹیج اور اتحاد کے وقت فرقہ پرستانہ تعصب سے پرہیز کرتے ہیں۔ ممکن ہے یہ ان کے طویل سیاسی تجربہ اور تربیت کا اثر ہو۔ فتاویٰ عالمگیری کے عملی نفاذ کو اکثر بیماریوں کا علاج سمجھتے ہیں اور اسے اس کی اصل صورت میں نافذ کرنے کا مطالبہ دہراتے رہتے ہیں۔ دلیل یہ دیتے ہیں کہ ملک میں اس فتاویٰ کے ماننے والوں کی اکثریت ہے۔ اس لیے اکثریت کی جمہوریت ہونا چاہیے۔ اور دیگر فرقوں کو ان کے فقہی حقوق کی ضمانت دے کر فارغ کر دینا چاہیے۔ تنہائی میں اس فرقہ وارانہ جمہوری جبر کے حق میں کھل کر بات کرتے ہیں اور اپنے ڈنڈا بردار انداز میں دلائل دیتے ہیں۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مولانا شاہ احمد نورانی فرقہ واریت کا علم اٹھا کر قومی اسمبلی میں داخل ہوئے تو مولانا نیازی بھی ان کے قافلہ میں شامل ہو گئے۔ جمعیت علماء پاکستان کی سیاست کو اپنے رنگ میں رنگنے کے پروگرام کے تحت مولانا شاہ احمد نورانی اس کی قیادت پر

فائز ہوئے تو انہوں نے اس صاف دل صاف گو نیازی کو اپنا سیکرٹری جنرل بنا لیا۔ شاہ احمد نورانی ان کے ساتھ سیاست کھیلنے رہے اور عبدالستار خان نیازی ان کی پیروی کرتے رہے۔ نیازی بولتے تو نورانی خاموش ہو جاتے ان کے ڈنڈے کے خوف سے نہیں ان کی طبیعت کے ڈر سے، نیازی نے نورانی کو اندر اور باہر سے دیکھا ہر پہلو سے آزمایا اور پھر ان سے الگ ہو گئے۔ وہ اسلام اور پاکستان کے مفاد کے خلاف کسی سیاست اور سیاسی اتحاد کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ اور مولانا نورانی اپنی سیاسی ہیرا پھیری نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ نیازی کو جاننے والے اس کے پیچھے صف بستہ ہو گئے۔ نورانی کو نہ سمجھنے والے اس کے ساتھ رہے۔ پنجاب میں اپنا سب سے مضبوط ستون گنوا کر نورانی اب کراچی اور حیدرآباد کے بعد پنجاب میں بھی مارے مارے پھرتے ہیں اور نیازی اپنے زور پر قومی اسمبلی میں پہنچ کر وزارت کر چکے ہیں مگر مولانا شاہ احمد نورانی کی طویل قیادت اور رفاقت کے باوجود نہ پان چباتے ہیں نہ بات چبا چبا کر کر سکتے ہیں۔ جو درست سمجھیں وزارت اور وزیراعظم کی طبیعت کی ناگواری کے باوجود کہہ جاتے تھے۔ اس لیے ان کے خصوصی جیلوں کو خوف اگھا رہتا تھا کہ وہ کسی روز وزارت سے ہی حزب اختلاف نہ کر ڈالیں۔ مولانا عبدالستار خان نیازی صاف ستھرا لباس پہنتے ہیں۔ شملہ اکڑا کر اور سینہ تان کر چلتے ہیں۔ سیدھے سادھے صاف دل پنجابی ہیں اور اپنے مقصد کیلئے قربانی دینے کیلئے کمر اور بستہ بستہ رہتے ہیں۔ ساتھ بھی کھل کر دیتے ہیں اختلاف بھی کھل کر کرتے ہیں۔ پنجاب کی اکثر جیلوں کی یا ترا کر چکے ہیں اور اب جا کر وزارت کی یا ترا نصیب ہوئی تو اس پر ڈانگ ماردی۔ حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی کی دیانت اور خلوص پر ان کے دشمن بھی شبہ نہیں کر سکتے زیادہ سے زیادہ اگر کوئی کر سکتا ہے۔ تو ان کی فرقہ واریت پر اعتراض کر سکتا ہے سیاسی معاملات کی تفہیم میں اختلاف کر سکتا ہے مگر اچھوں کو برا ثابت کرنا دنیا کی پرانی عادت ہے۔

کردار کی استقامت

(عطاء الحق قاسمی)

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم عالیہ نے جو قائدانہ، مجاہدانہ اور سرفروشانہ کردار ادا کیا وہ تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ حضرت کو اس سلسلہ میں تختہ دار پر پہنچنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ اس تحریک میں پاکستان کے معروف صحافی عطاء الحق قاسمی کے والد ماجد مولانا پیر زادہ بہاؤ الحق قاسمی بھی قید و بند میں تھے۔ قاسمی صاحب نے اپنے کالم ”روزن دیوار سے“ مطبوعہ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۹۹ء میں ”آج اور کل“ کے عنوان سے اپنے والد ماجد اور حضرت مجاہد ملت کی اسیری، تکالیف اور اذیتوں کی تفصیل بیان کی ہے۔ حضرت مجاہد ملت کے بارے میں ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ (قصور)

قیام پاکستان کے بعد غالباً ۱۹۵۳ء میں ”اینٹی قادیانی تحریک“ کا آغاز ہوا جس کے نتیجے میں جنرل اعظم خاں کا مارشل لاء نافذ ہوا۔ والد ماجد، مولانا عبدالستار خان جیازی اور دوسرے علماء کو مسجد وزیر خان سے گرفتار کیا گیا اور تفتیش کیلئے شاہی قلعے لے جایا گیا۔ شاہی قلعے کا تہہ خانہ کسی زمانے میں پاکستان کا سب سے بڑا ٹارچر سیل تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو امتحان میں نہ ڈالے۔ والد ماجد کردار کی استقامت کے سلسلے میں مولانا عبدالستار خان نیازی کی بہت تعریف کرتے تھے، مسجد وزیر خان سے گرفتار کئے گئے علماء کو جب شاہی قلعے سے جیل میں منتقل کر دیا گیا تو مولانا عبدالستار خان نیازی کو فوجی عدالت نے موت کی سزا سنائی، وہ پھانسی والے لباس میں جب قیدیوں کی بیرک کے سامنے سے گزرے تو کچھ قیدیوں نے اس عالم میں انہیں دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ مولانا نے انہیں اپنی شیرجینی آواز میں مخاطب کیا اور کہا: ”روتے کیوں ہو..... اللہ پر بھروسہ رکھو۔“

عبدالستار خاں نیازی

(خواجه رضی حیدر، کراچی)

خواجه رضی حیدر پاکستان کے مقبول ترین صحافی، ادیب، شاعر اور محقق ہیں۔ آپ اس وقت ”قائد اعظم اکیڈمی کراچی“ میں ڈپٹی ڈائریکٹر کی آسامی پر فائز ہیں اور بطور سینئر ریسرچ فیلو بھی کام کر رہے ہیں۔ کئی ایک کتابیں ان کے قلم سے نکل چکی ہیں۔ ذیل کا مضمون ان کی کتاب ”قائد اعظم خطوط کے آئینے میں“ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۵ء صفحہ ۳۲۴ تا ۳۲۶ سے لیا گیا ہے۔ (قصوری)

مطالبہء پاکستان اور مسلم لیگ کو صوبہ پنجاب میں مقبول بنانے کے لیے جن طالبعلم رہنماؤں نے انتھک کاوش کی ان میں مولانا عبدالستار نیازی کا نام سرفہرست ہے۔ ”قرارداد پاکستان“ کی منظوری سے قبل جولائی ۱۹۳۹ء میں انہوں نے تقسیم ہند کی ایک تجویز بھی پیش کی تھی جو دو قومی نظریہ کی بنیاد پر مرتب کی گئی تھی اور جس کو ”خلافت پاکستان اسکیم“ کا نام دیا گیا تھا۔ محمد عبدالستار خان نیازی جو ۱۹۱۵ء میں مردان جری پیشہ کی سرزمین ”میانوالی“ میں پیدا ہوئے، طالب علمی کے زمانے سے ہی قومی سیاست میں دلچسپی لینے لگے۔ انہوں نے ۱۹۳۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے گریجوایشن کیا اور ”پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کے قیام کے بعد اس تنظیم کے پلیٹ فارم سے مسلمانان پنجاب کی فلاح و بہبود کے لیے کام شروع کیا۔ ۱۹۳۸ء میں چند ناگزیر وجوہ کی بناء پر عبدالحمید نظامی (حمید نظامی) بانی روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور نے جب فیڈریشن کی صدارت سے استعفیٰ دیا تو محمد عبدالستار خان نیازی کو ”فیڈریشن“ کا صدر منتخب کیا گیا۔ اسی عرصے میں انہوں نے تقسیم ہند کی ”خلافت پاکستان اسکیم“ مرتب کی۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ اسکیم کے مصنفین میں ”پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کے میاں محمد شفیع (مش) اور (مولانا) محمد ابراہیم علی چشتی بھی شامل تھے۔

دہلی میں ایک ملاقات کے دوران قائد اعظم محمد علی جناح نے اس اسکیم کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ ”آپ کی اسکیم بڑی پر جوش ہے۔“

اس پر عبدالستار خاں نیازی نے جواب دیا کہ ”ایسا یوں ہے کہ یہ اسکیم پر جوش قلوب سے برآمد ہوئی ہے۔“

اس اسکیم میں نہ صرف سندھ، بلوچستان، شمال مغربی صوبہ، سرحد، کشمیر اور پنجاب بلکہ صوبہ جات متحدہ، مرکزی صوبہ جات اور برار کے علاقے جو گنگا کے دائیں کنارے بنگال اور آسام تک پھیلے ہوئے ہیں سب کو خلافت پاکستان اسکیم کا حصہ قرار دیا تھا۔ یہ اسکیم ”آل انڈیا مسلم لیگ“ کی ہائی کمان کو ۱۹۳۹ء ہی میں غور و خوض کے لیے پیش کی گئی۔ باور کیا جاتا ہے کہ ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور ڈرافٹ کرتے وقت تقسیم ہند کی دیگر اسکیموں کے ساتھ اس اسکیم کو بھی پیش نظر رکھا گیا تھا۔ ۱۶ جولائی ۱۹۳۹ء کو یہ اسکیم ”سول اینڈ ملٹری گزٹ“ لاہور میں شائع ہوئی۔ اس اسکیم کو پیش کرتے وقت جو بنیادی موقف اختیار کیا گیا وہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے جداگانہ وجود کا تصور اسلام کی گھٹی میں پڑا ہے۔ ہماری نجات کا واحد راستہ مذہب کی بناء پر اپنی علیحدگی قائم رکھنے میں ہے۔ ”خلافت پاکستان اسکیم“ ایک پمفلٹ کی صورت میں ۱۳۵۸ھ بمطابق ۱۹۳۹ء میں مرکزی دفتر ”پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ پیسہ اخبار روڈ لاہور سے شائع کی گئی۔

۱۹۴۰ء میں ”قرارداد لاہور“ منظور ہونے کے بعد محمد عبدالستار خاں نیازی نے نہایت تندہی کے ساتھ علیحدہ وطن کے مطالبے کو مسلمانوں میں مقبول بنانے کیلئے کام شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے قائد اعظم محمد علی جناح سے رابطہ قائم کیا۔ مارچ ۱۹۴۱ء میں ”پاکستان دیہی پروپیگنڈہ کمیٹی“ کے سیکرٹری مقرر ہوئے اور اس حیثیت میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ وہ ”پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن“ کے ان سرگرم رہنماؤں میں سے تھے، جنہوں نے واقعی ”آل انڈیا مسلم لیگ“ کو پنجاب میں مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے میں

مرکزی کردار ادا کیا۔ فیڈریشن کی صدارت سے مستعفی ہونے کے بعد ان کو ”ڈسٹرکٹ مسلم لیگ“ مہانوائی کا صدر منتخب کیا گیا۔ اس دوران وہ اسلامیہ کالج لاہور میں ”اسلامک سٹڈیز“ کے لیکچرار ہو گئے۔ ۱۹۴۳ء میں صوبائی مسلم لیگ پنجاب کے سیکرٹری ہو گئے۔ ۱۹۴۶ء کے انتخاب میں مسلم لیگ کا ٹکٹ حاصل کرنے کی درخواست دی لیکن بعض وجوہات کی بناء پر ٹکٹ نہ مل سکا۔ (خواجہ صاحب کو سہو ہوا ہے۔ ۱۹۴۶ء میں مولانا نیازی کو میانوالی سے مسلم لیگ کا ٹکٹ ملا اور کامیاب ہوئے تھے۔ تفصیل کے لیے ”مجاہد ملت“ جلد اول اور ”مجاہد ملت“ اور قائد اعظم ملاحظہ ہوں (قصوری)۔ مگر دستور ساز اسمبلی کا رکن بننے کی یہ خواہش قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۱ء میں تکمیل پا گئی۔ محمد عبدالستار خان نیازی نے اسلامی اقدار کے تحفظ اور اسلام کی سر بلندی کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ خصوصاً ”عقیدہ ختم نبوت“ کے تحفظ کی خاطر دور درشن کی آزمائش سے گزرے اور آج بھی نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے کوشاں ہیں۔

محمد عبدالستار خان نیازی کے قومی جذبات اور ولولہ کی قائد اعظم محمد علی جناح بڑی قدر کرتے تھے۔ انہوں نے پنجاب میں تحریک پاکستان کی کامیابی کیلئے مولانا عبدالستار خان نیازی کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ہر نازک مرحلے پر اپنے مشوروں سے نوازتے رہے۔

محمد عبدالستار نیازی اور قائد اعظم کے درمیان ہونے والی خط و کتابت عمروں کے شدید تفاوت کے باوجود ان دونوں رہنماؤں کے درمیان اتحاد و یگانگت اور فکر ہم آہنگی کی غماز ہے۔

اقبال کا شاہین

(خواجہ عابد نظامی)

خواجہ عابد نظامی معروف ادیب، صحافی اور نعت گو شاعر ہیں، عرصہ دراز تک ماہنامہ ”ضیائے حرم“ لاہور کے مدیر رہے۔ آج کل اپنا ذاتی پرچہ ماہنامہ ”درویش“ نکال رہے ہیں۔ حضرت مجاہد ملت کے بارے میں ان کے مختصر تاثرات درج ذیل ہیں۔ (قصوری)

حضرت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کا شمار ان مبارک ہستیوں میں ہوتا ہے، جو فیاض قدرت کی طرف سے کسی قوم کو انعام کے طور پر عطا ہوتی ہیں۔ وہ علامہ اقبال کے شاہین ہیں۔ حضرت علامہ کے افکار سے جس قدر استفادہ انہوں نے کیا ہے اس کی مثالیں ہمارے ہاں بہت کم ہیں۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ ”پیغام اقبال“ کو پھیلانے میں گزرا۔ میں نے اپنی زندگی میں ”پیغام اقبال“ کے حوالے سے جو بہترین تقاریر سنیں ان میں دو حضرات خاص طور پر نمایاں ہیں، حضرت مجاہد ملت اور پروفیسر محمد منور مرزا۔ اے اللہ تعالیٰ دونوں کو سلامت باکرامت رکھے۔

”تحریک ختم نبوت“ میں حضرت مجاہد ملت کی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ اس سلسلے میں آج کل کئی تنظیمیں کام کر رہی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تنہا حضرت مجاہد ملت کا کام کئی تنظیموں پر بھاری ہے۔

میرا خیال ہے اگر وہ اپنی توجہ صرف علمی، اصلاحی اور ملی کاموں کی طرف مبذول رکھتے اور سیاسی بکھیروں سے خود کو بچائے رکھتے تو ان کا وجود مسعود ملت اسلامیہ کیلئے مزید فوائد و برکات کا باعث بنتا۔ ہر چند انہوں نے ہمارے ہاں کی مروجہ سیاست کا رخ بدلنے کے لیے طویل جہاد کیا ہے لیکن ٹریجڈی یہ ہے کہ ہمارے ہاں ”مجاہد ملت“ بہت کم اور مفاد پرست، طالع آزمایا ستدان بہت زیادہ ہیں جن سے نپٹنے کے لیے آج عصائے گلہبی کی ضرورت ہے۔ یکم فروری ۲۰۰۰ء افسوس کہ پروفیسر مرزا محمد منور صاحب ۷ فروری ۲۰۰۰ء کو لاہور میں رحلت فرما گئے۔

(قصوری)

مجاہد ملت، حقیقتوں کا ترجمان

(شفقت اللہ خاں نیازی)

میرے ایک عزیز چوہدری محمد شفیق ایڈووکیٹ آف شیخ عماد نو ضلع قصور نے حضرت مجاہد ملت دامت برکاتہم عالیہ سے میری بے پایاں عقیدت و محبت کے پیش نظر روزنامہ ”پوسٹ مارٹم“ لاہور کا پرچہ بھجوایا ہے جس میں یہ مضمون چھپا ہے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ پرچہ کس تاریخ کا ہے۔ چونکہ مجھ یہ پرچہ ۱۵ مئی ۲۰۰۰ء کو پہنچا ہے جس سے ظاہر ہے کہ چند روز پہلے کا ہوگا۔ لیجئے اب پڑھیے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔

(قصوری)

اس کو

مختلف خطابات سے پکا گیا

کسی نے

مجاہد ملت

کسی نے

بطل حریت

کسی نے

مرد مجاہد

کسی نے

مرد حق

کسی نے

مرد غازی

کسی نے

نہ جھکنے والا

نہ بکنے والا

نظام مصطفیٰ ﷺ کا داعی

مقام مصطفیٰ ﷺ کا محافظ

عہد خلافت کا شیدائی

نفاذ شریعت کا حامی

عقیدہ ختم نبوت پر

مر مٹنے والا

تحفظ ختم نبوت کے لیے

پھانسی کا پھندا قبول کرنے والا

معذرت پر

پھانسی سے بچنے کی پیشکش ٹھکرانے والا

ظلم کی بات کو

جیل کی رات کو

نرمانے والا

ظالم سے ظالم

جابر سے جابر

حکمران کے سامنے

کلمہ حق کہنے والا

منکر کے لیے شمشیر آبدار

اقبال کا مرد حق آگاہ

اقبال کا مردِ مومن
اقبال کا شاہین
ہر دور کے فرعون کے لیے
موسیٰ
حق گوئی اور بیباکی کی
عملی تفسیر
ہو حلقہء یاراں
تو بریشم کی طرح نرم
جس سے دریاؤں کے
دل دہل جائیں
”وہ طوفان“
قائد کا سپاہی
قائد کا پیارا
ملت کے مقدّر کا ستارا
قائد کا جان نثار
تحریکِ پاکستان
کے ہر اول دستہ کا سالار
”محمد علی جوہر کا جذبہ“
”بہادر یار جنگ کا دغدغہ“
”ظفر علی خاں کا طغٹھ“
”حسرت موہانی کی دیویشی“

یزیدیت کا دشمن
یزیدیت سے برسرِ پیکار
حسینیت کا علم بردار
وقت کا حسین
وقت کا صدیق
وقت کا فاروق
وقت کا منصور
وقت کی پکار
صداقت ہی صداقت
حق و صداقت کا امین
شمعِ نوائے لعلِ سخن
بطلِ حریت
نشانِ جمعیت
زہد و تقویٰ میں بے بدل
آج کی
”بولتی حقیقت“
غازیِ دوراں
مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

وہ

پاکستان ہے

وہ

آنِ پاکستان ہے

وہ

آئینِ پاکستان ہے

وہ

شانِ پاکستان ہے

وہ

نشانِ پاکستان ہے

وہ

پہچانِ پاکستان ہے

وہ

اعجازِ پاکستان ہے

وہ

تحریکِ پاکستان ہے

وہ

قیامِ پاکستان ہے

وہ

مقامِ پاکستان ہے

وہ

تصورِ پاکستان ہے

وہ

مصورِ پاکستان ہے

۵۹

تصویر پاکستان ہے

۵۹

پاکستان ہی پاکستان ہے
پاکستان دیکھنا ہو
تو

مولانا

محمد عبدالستار خان نیازی
کو دیکھ لو۔

خاموش مبلغ

صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی

ایسے لوگوں کے اچھا اور مخلص انسان ہونے میں کسے اور کیسے شک ہو سکتا ہے، جو وقتی سیاسی ہنگاموں سے بے نیاز اور تیری میری سے ناتا توڑ کر اپنے لیے ایک مشن اور جہت منتخب کر کے کام میں لگے رہتے ہیں، اس سعی و کاوش کا مقصود نہ شہرت ہوتا ہے اور نہ حصول دولت اور جلب منفعت! ان کی خواہش صرف یہ ہوتی ہے کہ زندگی مستعار کسی طرح بروئے کار آ جائے۔

ایسے لوگوں میں سماج کے خادم بھی ہوتے ہیں، دین کے مجاہد بھی ہوتے ہیں اور فکر و قلم کے خاموش مبلغ بھی۔ جن کے دائیں بائیں ہنگامے برپا ہوتے ہیں لیکن یہ ان سے اپنا دامن بچا کر رکھتے ہیں۔ ان کے ارد گرد نمود و نمائش کے میلے لگے ہوتے ہیں لیکن یہ ان کی نیم نگاہی کے حقدار بھی نہیں ٹھہرتے اور ان کے آس پاس آسائش و آرائش کے میسوں سامان سجے ہوتے ہیں لیکن یہ ان کی طرف دھیان دینا اپنے فکر و فن کی توہین سمجھتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں میں ایک ہمارے راست رو اور نیک نہاد دوست جناب محمد صادق قصوری ہیں، جنہیں قدرت نے سوچنے، غور کرنے، پڑھنے، پڑھے ہوئے کو جذب کرنے، موضوع چننے اور اپنے خلاصہ فکر کو نوک قلم پر لانے کا سلیقہ، قرینہ عطا کیا ہے۔

قصوری صاحب نے اپنی عمر کا نصف سے بھی زیادہ حصہ ایسے ہی شوق اور شغف کی نذر کر دیا ہے۔ سرکاری ملازم ہونے کے باوجود وہ کسی ”دربار“ کے حاضر باش نہیں۔ جناب قصوری کو صرف ”دربار علم“ کی حضوری کا شرف حاصل ہے، وہ کسی بھی موڑ پر اپنے ریڈ، سکیل کی ”پروموشن“ کی تحصیل میں نہیں صرف اپنے ”مشن“ کی تکمیل میں سرگرداں نظر آئے، وہ پھر سفید پوش اور وضع دار آدمی کی طرح حالات کے سرد و گرم سے دو چار ہوتے ہیں لیکن نہ تو ان کا جذبہ، صادق سرد پڑا اور نہ گرمی کھا کر اس کو چہ کو خیر باد کہہ بیٹھے۔ رنج و الم کی

ہر گھڑی میں قلم ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

قصورى صاحب كو تين موضوعات سے خصوصى دلچسپى ہے، تحريك پاكستان سے، امير ملت حضرت پير سيد جماعت على شاهؒ كى شخصيت سے اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نيازى كى ملكى و ملي خدمات سے، انہوں نے تحريك پاكستان كے حوالے سے صرف ايك گوشے كو اپنے ليے منتخب كيا اور وہ ہے تحريك پاكستان ميں علماء اہلسنت كا كردار اور مشائخ كا حصہ۔ اس موضوع كا حق پورى تفصيل اور تحقيق كے ساتھ شايد ہى كسى دوسرے اہل قلم نے ادا كيا ہو۔ اس باب ميں ان كى دو قابل قدر تصانيف تحريك پاكستان كے محققين، نظريہء پاكستان كے علمبرداروں، قيام پاكستان كے جان فروش كاركنوں اور پاكستان كے با كردار ليڈروں سے داد حاصل كر چكى ہيں۔ اور ان كى يہ دو كتابيں ”تحريك پاكستان اور علماء كرام“ اور ”تحريك پاكستان اور مشائخ عظام“ كے نام سے معروف و مشہور ہيں۔ يہ تصانيف علماء و مشائخ كے خدمت ميں نذر عقيدت ہيں اور قصورى صاحب كے ليے سرمايہ عزت اور ذريعہ شہرت۔ اسى طرح وہ پاك و ہند كى نامور روحانى شخصيت اور تحريك پاكستان كے سرگرم رہنما حضرت پير سيد جماعت على شاه صاحب محدث على پورىؒ كى شخصيت كے بعض وہ گوشے سامنے لا چكے ہيں جو بہت سے ارباب علم و فضل كى نگاہوں سے اوجھل تھے۔ اور ”مركرزى مجلس امير ملت“ كے نام سے ايك ادارہ قائم كيا ہوا ہے جو مسلسل اس حوالے سے مصروف عمل ہے۔

جناب محمد صادق قصورى نے ايك اور موضوع كو بڑى محبت، چاہت، عقيدت، اور اپنائيت كے ساتھ اپنے ليے چن ركھا ہے اور وہ ہے مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نيازى كى جدوجہد اور خدمات كو عوام و خواص كے سامنے لانا، حضرت مولانا ماشاء اللہ زندہ سلامت ہيں مگر پيرى اور ضعف كے زرنغے ميں، ان كى آواز كى كھنك اور لہجے كى كڑك آج بھى بول اٹھتى ہے۔

کھنڈر بتا رہے ہیں عمارت عظیم تھی

میرے مخدوم و محترم مولانا نیازی اس وقت چوراسی سال کے پیٹے میں ہیں۔ پورے چونسٹھ برس انہوں نے جدوجہد میں صرف کئے ہیں، اس عرصے میں انہوں نے نہ جائیداد بنائی، نہ بنگلہ کھڑا کیا نہ، لمبی اور چمکیلی گاڑی کا شوق پالا، نہ بینک بیلنس کا سوچا نہ پلاٹ جمع کئے، نہ فیکٹری لگائی نہ مربے آباد کئے اور نہ کرسی کے پیچھے بھاگے۔ بلکہ پوری زندگی یا اسلام کی بات کی یا پاکستان کی۔ وہ اسلام کے سچے مبلغ اور تحریک پاکستان کے کھرے مجاہد تھے۔ انہوں نے قائد اعظمؒ کا اس وقت ساتھ دیا جب بڑے بڑے خوانین کا جگر پانی ہوتا تھا۔ ملک کی مختلف جیلوں سے لے کر پھانسی کے پھندے تک ہو آئے اور آج بھی للکار کر کہتے ہیں۔

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے، کرے شکار مجھے

ہمارے دوست جناب قصوری صاحب نے یہ فریضہ اپنے ذمے لے لیا ہے کہ وہ قلمبند نیازی صاحب کی شخصیت اور خدمات کو اپنی تحقیق و تصنیف کا موضوع بنائیں گے۔ اور اس حوالے سے وہ اب تک بہت وقیع، قابل قدر اور وسیع کام کر چکے ہیں۔ قصورے نوابی اور دور افتادہ قصبے ”مدن کلاں“ میں جہاں کے وہ رہنے والے ہیں، ایک ادارہ ”مجاہد ملت فاؤنڈیشن“ کے نام سے قائم کیے ہوئے ہیں اور اس ادارے کی طرف سے دھواں دھواں کتابیں نکل رہی ہیں۔ قصوری صاحب اب تک اس سلسلے کی پانچ کتابیں لوگوں کے سامنے پیش کر چکے ہیں۔

۱۔ مجاہد ملت :- یہ مولانا کی سوانح حیات ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور نئی سے مواد سے آراستہ۔

۲۔ خطبات مجاہد ملت :- حضرت مولانا نیازی کی تقریروں کا مجموعہ، وہ تقریریں جو کسی رسالے، کتاب، آڈیو یا ویڈیو کیسٹ سے دستیاب ہو سکیں، ورنہ تو مولانا کی عمر جلسوں میں

گزری ہے۔ سال کے دن کم پڑ جاتے تھے، تقریریں زیادہ ہوتی تھی۔ نہایت اہم اجتماعات تاریخی کانفرنسوں اور یادگار جلسوں میں کی گئی مولانا کی تقریروں کی ایک جھلک اس کتاب میں ملتی ہے۔

۳۔ نگارشات مجاہد ملت:۔ اس میں مصنف نے مولانا کی تحریروں کا انتخاب پیش کیا ہے۔ جو بہت عمدہ اور لائق مطالعہ ہے۔

۴۔ مکاتیب مجاہد ملت:۔ یہ مولانا کے خطوط کا ریکارڈ ہے جو انہوں نے مختلف مواقع پر بعض اہم لیڈروں، دوستوں، ہم عصروں، مداحوں اور عزیزوں کو لکھے۔

۵۔ مجاہد ملت اور قائد اعظم:۔ اس کا موضوع اپنے عنوان سے واضح ہے۔ حضرت مولانا نیازی کو قائد اعظم سے رفاقت اور عقیدت کا جو شرف حاصل ہے وہ ان کیلئے سرمایہ افتخار ہے۔ قائد اعظم بھی مولانا سے دل کی گہرائیوں کے ساتھ محبت کرتے تھے۔ تبھی تو ۴۶ء کے الیکشن میں انہوں نے میانوالی کے علاقے سے کسی نواب، تمن دار، جاگیردار، آئریبل اور سکہ بند وڈیرے کے بجائے ایک ”نوجوان“ کو مسلم لیگ کا ٹکٹ دیا اور وہ نوجوان تھے حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی۔ مولانا پر قصوری صاحب کا کام ابھی جاری ہے۔ وہ اس وقت ”مجاہد ملت خطوط کے آئینے میں“ مرتب کر چکے ہیں جس میں مکتوب نگار اور مکتوب الہیہ دونوں کے خطوط شامل ہیں۔ ملک کے معروف اہل علم اور اقبال شناس جناب ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے اس کتاب کا ”مقدمہ“ لکھا ہے۔ یہ کتاب پریس میں ہے۔ نیز ”مقالات مجاہد ملت“ زیر ترتیب ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ قصوری صاحب ایسے لوگوں پر مجھے رشک آتا ہے جو بڑے شہروں اور کتب خانوں سے دور رہ کر خود اپنے قلم سے ایک ”کتاب خانہ“ تیار کر چکے ہیں۔ مور کی طرح کسی باغ کی تلاش میں نہیں رہتے، اپنا گلشن ساتھ لے پھرتے ہیں۔ جہاں چاہا اور جب چاہا پر پھیلا دیئے اور رنگوں کا گلشن سجا دیا۔ میں اس کارگردگی پر انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

(حصہ دوم)

ملفوظات

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مولانا محمد اسماعیل فقیر الحسنی شاہ ہوا والا ضلع خوشاب

السلام اے پیکرِ عزم صمیم السلام اے صاحبِ قلبِ سلیم
السلام اے عظمتِ دینِ متین السلام اے سطوتِ حقِ المبین
السلام اے ابرِ فیضانِ کرم! السلام اے شمعِ زندانِ ستم
السلام اے رہبرِ راہِ تسویم، کوہِ استقلالِ جبلِ مستقیم
راہِ نوردِ وادیِ رنج و محن بر تو از ماصد سلام ذوالمنن
حق ترا بہرِ صداقتِ آفرید بہرِ اظہارِ حقیقتِ آفرید

پیرو، شبیر در کرب و بلا

سرفراز اہل تسلیم و رضا

شورشِ کاشمیری

جیتا ہو۔ نگہبانیِ اسلام کی خاطر
فاسق ہیں مری تلخ نوائی سے گلہ مند
ہر دور کے شہاد مرے پاؤں کے نیچے
ساتھی ہیں مرے دین پیہر کے جگر بند

ماسٹر غلام حیدر، پپلاں ضلع میانوالی

۱۔ نرالا ملت بیضا کا میر کارواں تو ہے
شہ ہر دوسرا کا تو ہے اک مشہور شیدائی
پیامی سید الکونین کا تو ہے زمانے میں
تو ہے گفتار اور کردار کا غازی اے مرد حق
بگاڑا کچھ نہ طوفانوں نے اے سرو بلند تیرا
معافی دار پہ مانگی نہ ہرگز مرد مومن تو نے
نگاہیں موت سے ہنس کر ملائیکا تو عادی ہے
ستلگر باغبانوں نے چمن دیران کر ڈالا
دہائیں جس طرح جنگل کے شیر اپنے چھاؤں میں
مخالف لرزہ براندم ہوں شعلہ بیانی سے
سدائے مایہ داروں کے ہوا رستے میں تو حائل
بتادے ختم صورت قوم کے چوروں، شیروں کی
کبھی اغزش نہ تیرے پائے استقلال میں آئی
ہے اک ممتاز عالم دین حق کا اے نیازی تو
مناسب آدمی آئین سازی کیلئے ہے تو
ہونا فذ ملک میں آئین اسلامی تو کوشاں ہے

لئے اسلام کی مشعل سوائے منزل رواں تو ہے
علم بردار دین مصطفیٰ کا جاوداں تو ہے
تڑپ سلام کی ہے جس کدل میں ہر زمیں تو ہے
جو بہر قوم کرنے کو ہو قرباں اپنی جاں تو ہے
گلستان وطن کی سر بلندی کا نشان تو ہے
اجازت غیرت دیں نے ندی جس کو وہاں تو ہے
کئی مشکل ترین جس کے ہوئے ہیں اتحل تو ہے
جو پھر تعمیر میں مصروف ہو وہ باغباں تو ہے
دکھاوے جو وہی اسٹیج پہ اکثر سماں تو ہے
ہے جس کدل میں مذہب کا عجب سوز نہاں تو ہے
جو ہونا قابل تسخیر وہ کوہ گراں تو ہے
ہے جس کو یاد ماضی کی مفصل داستان تو ہے
غریبوں کے دلوں پر اے نیازی حکمران تو ہے
اسمبلی میں جو ہوا اہل وطن کا ترجمان تو ہے
جو اسرار شریعت کر سکے کھل کر بیاں تو ہے
ہمارے ووٹ کا اقدار بیشک بے نماں تو ہے

ماسٹر غلام حیدر، چپلاں ضلع میانوالی

اک طرف ہے مرد مومن مولانا عبدالستار
اک طرف ہے وہ کہ جس کا حال و ماضی شاندار
اک طرف احکام حق کا پاسبان و پاسدار
اک طرف ہے جو شریعت کیلئے ہے بے قرار
اک طرف ہے ملت بیضا کا ہر دم غمگسار
اک طرف ہے مسکرا کر جانیوالا سوائے دار
اک طرف ہے جس کحل میں ہے سدا خوف خدا
اک طرف ختم نبوت کا علم بردار ہے
اک طرف ہے مذہب اسلام کا اک ترجمان
اک طرف سرکار دو عالم کا ذیہینہ سفیر
اک طرف ہے وہ کہ ہے معبود جس کا ذوالجلال
اک طرف ہے جو مثال غزنوی ہے بت شکن
اک طرف ہے لشکر اسلام کا مرد جری
اک طرف اسلام کا بھرا ہوا اک شیر ہے
اک طرف اسٹیج کی زینت خطیب سروقد
اک طرف حق و صداقت کی عجب آواز ہے
اک طرف ہے مذہب اسلام کی فتح و شکست
گر نظام مصطفیٰ لانے کی دل میں ہے لگن
توڑ ڈالے گا نیازی ظلم کی تلوار کو
ہے نیازی ووٹ کا حقدار حق کا ترجمان

اک طرف ایمان سے بیزار ہیں سرمایہ دار
اک طرف ہیں وہ کہ جن کا حال و ماضی داغدار
اک طرف اسلام سے بیگانگی جن کا شعار
اک طرف ہیں جن کو کرسی کیلئے ہے اضطراب
اک طرف ہیں قوم کی خدمت کے جھوٹے وعیدار
اک طرف ہیں موت گھبرانے والے بار بار
اک طرف ہیں نام حق لیتے ہیں جو بیگانہ دار
اک طرف اسلام سے ہیں بے خبر جاگیر دار
اک طرف ہیں وہ کہ جن کو مل و ملت سے ہے پیار
اک طرف ہر دور کے نمرود کے طاعت گزار
اک طرف ہیں وہ بتوں کو پوجنا جن کا شعار
اک طرف ہیں جن کا ہے معبود باطل اقتدار
اک طرف ہیں لشکر باطل کے بزدل تیس مار
اک طرف ہے گیدڑوں کے غول کی چیخ و پکار
اک طرف ہیں منتیں کرتے ہیں جو لیل و نہار
اک طرف دیوار پہ چسپاں ہیں جھوٹے اشتہار
اک طرف ہے عارضی دنیائے دوں کی جیت ہار
دھوکا بازوں کو نہ دینا ووٹ اپنا زہنہار
آئے گی انصاف کی گلزار ملت میں بہار
ووٹ دینا اس کو جو ہے بندہ پروردگار

شرر صہبائی، میانوالی

اے اُمّتِ رسولؐ کے بیباک ترجمان
ناموسِ مصطفیٰؐ کے جگر دار پاسباں
سینوں میں شعلہ رنگِ خطابت سے نوجوان
ہم تیرے ساتھ ساتھ ہیں اے میر کارواں

عصیاں سرشت اور خطا کار ہی سہی
بے شک نظرِ نظر میں گناہ گار ہی سہی
زردار کی نگاہ میں نادار ہی سہی
ہم تیرے ساتھ ساتھ ہیں اے میر کارواں

تُو نے مریض قوم کو جینا سکھا دیا
تلخابہ جامِ درد سے پینا سکھا دیا
مردوں کو زندگی کا قرینہ سکھا دیا
ہم تیرے ساتھ ساتھ ہیں اے میر کارواں

یہ جسم یہ دماغ یہ دل یہ شکستہ جاں
ہر جسم امتحان کے لیے ! وقت امتحان
ہیں منزلِ مراد کی جانب رواں دواں
ہم تیرے ساتھ ساتھ ہیں اے میر کارواں

دنیا کی آرزو ہے نہ راحت کی جستجو
اقرارِ لازمی ہے کہ اب تو ہے زورِ برہ
آواز دے رہا ہے رگوں میں جواں لہو

ہم تیرے ساتھ ساتھ ہیں اے میر کارواں

(”بے نام“ از شرر صہبائی، مطبوعہ میانوالی صفحہ ۷۳، ۷۴)

حمید اللہ خاں ضیاء اسلام پوری، موچھ ضلع میانوالی
کتنا عظیم شخص ہے وہ مرد خوش بیاں
ہے نور اُس کے چہرے کا ایمان کا نشان
سلطان بے کلاہ ہے درویش فاقہ مست
کہتی ہے خلق آپ کو عبدالستار خاں
(”منزل مراد“ از ضیاء اسلام پوری مطبوعہ موچھ ضلع میانوالی ص ۱۶۸)

حبیب جالب، لاہور

(۱۹۶۴ء میں مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کے صدارتی الیکشن کے سلسلہ میں
لیڈی پارک گراؤنڈ میانوالی میں ”حضرت مجاہد ملت“ کی صدارت میں ایک
عظیم الشان اور تاریخی جلسہ منعقد ہوا۔ حبیب جالب مرحوم نے مادر ملت کے
خطاب سے پہلے ایک نظم پیش کی، جس کا درج ذیل بند ”حضرت مجاہد ملت“
کی نذر کیا۔ پوری نظم بعنوان ”دستور“ حبیب جالب کی کتاب ”حرف حق“
مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۲۳ پر موجود ہے۔ (قصوری)

میں بھی خائف نہیں تختہ دار سے
میں بھی منصور ہوں کہہ دو اغیار سے
کیوں ڈراتے ہو زنداں کی دیوار سے
ظلم کی بات کو، جیل کی رات کو
میں نہیں مانتا، میں نہیں جانتا

حبیب جالب، لاہور

(ذوالفقار علی بھٹو کا دور حکومت سخت ابتلاء کا دور تھا۔ ظلم و ستم کا دور تھا۔ بھٹو شاہی

جبر و استبداد کے خلاف لاہور کے ایک جلسہ عام میں حبیب جالب مرحوم نے

”حضرت مجاہد ملت“ کا عصا اٹھا کر ہوا میں لہرا کر درج ذیل نظم پڑھی جو انکی

کتاب ”حرف حق“ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۹۵ پر موجود ہے۔ قصوری)

نہ گفتگو سے نہ وہ شاعری سے جائے گا ”عصا اٹھاؤ کہ فرعون اسی سے جائے گا“

اگر ہے فکر گریباں تو گھر میں جا بیٹھو یہ وہ عذاب ہے دیوانگی سے جائے گا

بجھے چراغ لٹی عصمتیں چمن اجڑا یہ رنج جس نے دیے کب خوشی سے جائے گا

جیو ہماری طرح سے مرو ہماری طرح سے نظام زر تو اسی سادگی سے جائے گا

جگانہ شہ کے مصاحب کو خواب سے جالب اگر وہ جاگ اٹھا نوکری سے جائے گا

بابائے صحافت وقار انبالوی

(۱)

نہ کوئی نگاہ بازی نہ کوئی زمانہ سازی
کبھی چین سے نہ بیٹھا تُو اے مولوی نیازی
نہ وہ بزم میں بلائیں نہ تُو انکی بات مانے
وہی ان کی بے رخی ہے وہی تیری بے نیازی
(۲۷ نومبر ۱۹۷۵ء کو بھٹو دور میں مولانا نیازی کی گرفتاری پر)

(۲)

تعلق دار سے دیرینہ ہے آوازہ حق کا
یہی بنیاد ہنگامہ یہی باعث ہے رونق کا
زمانہ نے چلا تھا طر کی جانب نیازی کو
عدالت نے بھرم رکھ ہی لیا انصاف مطلق کا
(۹ فروری ۱۹۷۶ء کولہور ہائیکورٹ سے باعزت رہائی پر)

جناب سید عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

نظر میں بانگین جس کی عمل میں کار سازی ہے
دہن میں پھول جھڑتے ہیں تکلم سب تازی ہے
ابھی تابندہ جس کے دم سے حسن پاک بازی ہے
رہا منشاء ہی جس کا دین حق کی سرفرازی ہے
عمیاں ہے چار سو شہرت ترے کردار تاباں کی
بھلا کیوں کر نہ ہونا زالاں تو اپنی اس فضیلت پر
مجددؑ کا تو شیدائی امام دیں سچ کا متوالا
رہے ہر دور میں مرعوب تجھ سے حکمران وقت
تیرا مقصد نظام مصطفیٰ ہو سو بہ سو نافذ
ارے ہمت ہے کس میں یہ کہ جوئی جان سے زرے
خدا رکھے سلامت، با کرامت ان جیالوں کو
تجھے قائدؑ نے اپنا اعتماد خاص تھا بخشا

رگوں میں جوش ایماں اور خن میں دلنوازی ہے
چلے تو چال میں جس کی عجب جدت طرازی ہے
ارے بوجھو تو یار و کون ایسا مرد غازی ہے
کہو پھر کون ایسا ماسوائے خان نیاز کی ہے
بتاؤ تو یہ کس نے تجھ سے بڑھ کر جیتی بازی ہے
غلام مصطفیٰ ہے تو تری نسبت حجاز کی ہے
غزالی تجھ میں بولے ہے زمانے کا تو رازی ہے
حقیقت یہ ہے تیرے سامنے ہر شے مجازی ہے
ترا مشرب مقام مصطفیٰ کی سرفرازی ہے
شرف ہے یہ تجھے حاصل تو بیشک مرد غازی ہے
جناب شاہ نورانی و مرد حق نیاز کی ہے
ہوا کیا جو ہوئی اب کے نئی تاریخ سازی ہے

تمنا ہے ترے مہجور کے دل میں یہ مدت سے

عطا حق سے اسے بھی ہو جو شان امتیازی ہے

(۱۳- اپریل ۱۹۸۳ء)

۱۔ حضرت شیخ العرب والعجم شاہ ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ سے نسبت اجازت مراد

ب۔

۲۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ

۳۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ

۴۔ حضرت قائد اعظم محمد علی جناح

مفتی راشد علوی، پشاور

رہے ہیں آزادی کے ہی کوشاں نہ حیلہ جوئی نہ حیلہ سازی
مقرر بنے مثال ویکتا مولانا عبد الستار نیازی

ہمیشہ پیش نظر رہی ان کو قوم مسلم کی سر بلندی
کہ قائم ان میں ہو اتحاد اور ضبط و تنظیم و ہوشمندی!

یہ مرد مومن ہیں وہ مجاہد کہ رات دن جو جہاد میں ہے
حقیقت ہے یہ کہ ہر قدم ان کا اٹھتا قومی مفاد میں ہے

یہ عالم دیں ہے عظمت دین و متقی و ولئی کامل !
ہے باصفا رہبر طریقت جو ہے صف خواجگان میں شامل

بہت سی انمول و زریں خدمات پاک تحریک میں ہیں ان کی !
کہ قوم کو دعوت عمل دے کے پھونکی اک روح حیات بخشی

(”قافلہ آزادی“ از مفتی راشد علوی مطبوعہ پشاور ۱۹۸۸ء ص ۱۱۹)

ملک عبدالرحمن اعوان، عیسیٰ خیل ضلع میانوالی

(۱)

مطلوب قوم و ملک کے روشن تیرا ایماں غم خوار ملک و قوم کے حق تجھ پہ مہرباں
شملہ تیرا ہے شوکتِ اسلام کا نشاں اے صاحبِ ایماں، عبدالستار خاں!

(۲)

مانا کہ تم ہو قوم کے ہمدرد رہنما ملتے ہیں کم اقوام کو تجھ جیسے سورما
واللہ تمہی ہو باغ کے ہمدرد باغباں اے شیرِ دل جواں، عبدالستار خاں!

(۳)

حلم و حیا بھی آپ کو حق سے عجب ملا حق پہ نثارگی کا بھی جذبہ عجب ملا
ناموس ملک و قوم پہ واری ہے تیری جاں اے عالمِ ذیساں، عبدالستار خاں!

(۴)

فقر و غنا کے آپ میں جوہر ہیں بالیقین فدا کارِ دین و حق! تجھے صد آفریں
جرات بھی تیری اظہارِ صاحبِ یقین تو صاحبِ عرفاں ہے، عبدالستار خاں!

(۵)

دشمن پہ رعب تیرا طاری گواہ ہے خلقت اخلاق میں نمایاں تو لے گیا ہے سبقت
گفتار تیری شر میں کردارِ عالیشان تو میرِ کارواں ہے، عبدالستار خاں!

(ہفت روزہ ”افتخار“ کراچی بابت ۲۱ مارچ تا یکم اپریل ۱۹۷۹ء)

شبیر احمد ہاشمی، پتو کی ضلع قصور

اے فدائے سرور کونین اے بطل جلیل اے سراپا عشق احمد سطوت دیں کی دلیل
مظہر اقبال! تو اور تو رضا کا نور ہے فضل حق سے کا جانشین و صاحب ذوق جمیل

تیرا سینہ مخزنِ انوارِ محبوب خدا تیرہ طرہ ظالموں کے واسطے تیغِ اسیل
تو پیارے دورِ حاضر میں حسیں شیر ہے ہیں یزیدانِ زمانہ تیغ سے جس کی قاتل

رشک صد بامِ ثریا فکرِ عالی مرتبت نطقِ جیوں سامنے شرمندہ ہو زاوی و نیل
کانپ کانپ اٹھتے ہیں تجھ سے ظالمانِ کالا باغ لرزاں و ترساں ہے تجھ سے ہر منافق ہر ذلیل

خسرو و دارا و جم کی بسطوتیں تجھ پر غبار تو قلندرِ مرد مومن بے عدیل و بے مثیل
تیری ہر تقریر ہے اقبال کی ”بانگِ درا“ تیرا ہر ہر لفظ ہے ”جاوید نامہ“ کا مثیل

تیری تقریروں نے بتلائے ہیں اسرارِ خودی اور تحریروں سے قصرِ نجد دیکھا ہے مہیل
سایہ افکن تیرے سر پر خواجہ بسی شریف اور دعائے شاہ ضیاء الدین اورانی فصیل

خامہ شبیر کا اس مردِ غازی کو سلام

اس بہادر اس مجاہد اس غازی کو سلام

مئی ۱۹۸۷ء

۱ حکیم الامت اقبال ۲ اعلیٰ حضرت بریلوی ۳ مجاہد کبیر مولانا فضل حق خیر آبادی

۴ نواب امیر محمد خان آف کالا باغ ضلع میانوالی ۵ حضرت محمد علی محمد سجادہ نشین بسی شریف

۶ مولانا شاہ ضیاء الدین احمد بدئی (قصوری)

حضرت صابر براری، کراچی

صابر براری بی اے بی ایڈ

جے ون۔ ۵۶ کورنگی کراچی نمبر ۳۱

یکم جون ۱۹۹۰ء

برادر م صادق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! مکتوب گرامی موصول ہو کر باصرہ نواز ہوا۔ کراچی کے حالات بے حد ناگفتہ بہ ہیں۔ ذہنی سکون نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ پھر بھی آپ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔

بقید حیات بزرگوں کی شان میں منقبت لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس لیے اس کا تجربہ نہیں ہے۔ لہذا چند قطعات حضرت علامہ نیازی صاحب کیلئے لکھے ہیں اگر پسند فرمائیں تو اپنی کتاب میں جگہ دے دیں۔

(۱)

ہوئے آپ ثابت ہر اک معرکہ میں مجاہد ، دلاور جناب نیازی جمعیت کا ہر فرد نازاں ہے اس پر کہ ہیں میرے لشکر جناب نیازی

(۲)

وہ رہنما ہیں عبدالستار خاں نیازی شیریں دہن جو مثل گلہائے نستان ہیں قوم و وطن کی خدمت ان کا مشن ہے لیکن وہ اپنی ذات سے بھی خود ایک انجمن ہیں

(۳)

ارض وطن میں بے حد ہے جن کی قدر و عزت وہ فخر اہل سنت ہیں حضرت نیازی ان کے مخالفین بھی اس امر کے ہیں شاید ہمدرد ملک و ملت ہیں حضرت نیازی

مولانا محمد حفیظ اللہ نقشبندی، کراچی

کراچی

۱۵۔ اگست ۱۹۹۰ء

محترم جناب محمد صادق قصوری صاحب

سلام مسنون! خیریت موجود، خیریت مطلوب

محترم صابر براری صاحب نے بتایا تھا کہ آپ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کے متعلق کوئی کتاب لکھ رہے ہیں۔ سر دست ایک قطعہ پیش کر رہا ہوں۔ اگر قابل اشاعت ہو تو شائع فرما کر مشکور فرمائیں۔
(حفیظ نقشبندی کراچی)۴

بے باک سپاہی ہے وہ افواج نبیؐ کا
جذبہ لیے پھرتا ہے حسینؑ ابن علیؑ کا

وہ مردِ جری مردِ مجاہد ہے نیازی
دل جس سے لرز جاتا ہے بد بخت شقی کا

جناب طارق سلطان پوری، حسن ابدال

حسن ابدال (ایک)

۳۰ ستمبر ۱۹۹۱ء

محترمی محمد صادق قصوری صاحب

السلام علیکم! والا نامہ نے مفتخر کیا، امیر ملت کی منقبت چند دنوں میں ارسال کرونگا، قبلہ
نیازی صاحب گذشتہ جنوری میں ایک دینی اجتماع میں تشریف لائے تھے، ان کی خدمت
میں ارتجالاً چند اشعار پیش کیے تھے، نظر ثانی کے بعد حسب فرمائش ارسال خدمت ہیں۔

والسلام

نیاز مند دیرینہ و طالب دعا

طارق سلطان پوری

سرمایہ سپاہ حجازی کو دیکھ لو مرد جری، مجاہد و غازی کو دیکھ لو
تصویر دیکھنی ہو جو روح جہاد کی عبدالستار خان نیازی کو دیکھ لو

☆☆☆☆

ناموس مصطفیٰ کے تحفظ کے واسطے جس نے لگا دی جان کی بازی وہ شخص ہے
دارورسن ہیں جس کی جسارت سے منفعل جیتی ہے جس نے عشق کی بازی وہ شخص ہے

وہ مرد حق جو مہج و ملامت سے بے نیاز عجمی مگر خمیر حجازی وہ شخص ہے
جس کی قلندری سے نجل ہے سکندری محمود شان جس کی ایازی وہ شخص ہے
اس کی شناخت اس کا تشخص ہے دین حق ترک کی وہ شخص اور نہ تازی وہ شخص ہے
ہے مقصد حیات قیام نماز بھی خوبی یہی نہیں کہ نمازی وہ شخص ہے

دل اس کا سوز و ساز بھی اور پیچ و تاب بھی رمز آشنائے رومی و رازی وہ شخص ہے
مرعوب جس سے شیشہ گوان فرنگ فن مشہور جس کی خارا گدازی وہ شخص ہے

پروردہ جنوں کہ نہیں جس پہ کارگر عقل و خرد کی شعبہ بازی وہ شخص ہے
اس دور کا کلیم عصا جس پہ بے اثر فرعونیت کی سحر طرازی وہ شخص ہے

☆☆☆☆

ہیں مزد اور بھی مگر کس کا یہ طمطراق شملے کی اور قد کی درازی دیکھ لو
مجموعہ صفات حجازی کو دیکھ لو عبد الستار خان نیازی کو دیکھ لو

جناب طارق سلطانپوری، حسن ابدال ضلع اٹک

(۱۹۹۰ء کے عام انتخابات میں مجاہد ملت دوسری بار قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔
میاں محمد نواز شریف کو وزیراعظم چنا گیا تو انھوں نے مجاہد ملت کو باصرار وزیر بلدیات بنایا مگر
چند ماہ بعد کویت عراق جنگ کے مسئلہ اور شریعت بل کی منظوری میں تاخیری حربوں کی بناء پر
وزیراعظم سے حضرت مجاہد ملت کے شدید اختلافات ہو گئے۔ مجاہد ملت نے وزارت کو ٹھوکر
مار کر حکومت کے خلاف تحریک چلانے کا پروگرام بنایا۔ مگر بعد میں وزیراعظم نے بڑی منت
وساجت کی اور وعدہ کیا کہ اگر آپ دوبارہ میری کابینہ میں شمولیت اختیار فرمائیں تو میں آپ
کی سرپرستی میں مملکت کو اسلامی فلاحی ریاست بنانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ۱۹۹۱ء میں مجاہد ملت
دوبارہ وزارت مذہبی امور کی گدی پر متمکن ہوئے۔

جناب طارق سلطانپوری نے اسی موقع پر یہ بدیہ تہنیت پیش کیا تھا۔ (قصوری)

دوسری بار ہوا تیرا وزارت میں شمول اک بڑا واقعہ یہ قومی سیاست کا ہے
اپنے کردار سے یہ کر دیا ثابت ثو نے احترام اب بھی یہاں اہل سیاست کا ہے

قدر کی جاتی ہے گر قدر کے قابل ہو کوئی بات اخلاص کی ہے، مسئلہ محنت کا ہے
تیرے اعمال و خیالات سے ہے جو آگاہ معترف وہ ترے کردار کی عظمت کا ہے

اے سعید ازلی، تیرا وجود مسعود قابل فخر اثاثہ مری ملت کا ہے
لہ الحمد، کہ اسلام کا قلعہ ہے یہ ملک ہر مسلمان پہ فرض اس کی حفاظت کا ہے

کوئی طاقت ہمیں مرعوب نہیں کر سکتی پاس ہتھیار اگر ایمان کی طاقت کا ہے
فرد خوشحال تو خوشحال وطن بھی ہو گا حق رسی فرد کی، یہ فرض قیادت کا ہے

تیز تر تیغ سے ہے، بال سے باریک ہے یہ سخت دشوار ہے جو راستہ خدمت کا ہے
دشگیری تیری فرمائے خداوند کریم بخشے والا جو تمکین و وجاہت کا ہے

کامیابی کیلئے میں ہوں دعا گو تیرا اس سے، بخشندہ جو ہر برکت و نعمت کا ہے
تیرے کردار کی خوبی وہ کرے اور افزوں حسن کردار ہی معیار فضیلت کا ہے

تجھ کو اندیشہ ہو کیا، طوق تیری گردن میں کبریا اور محمدؐ کی اطاعت کا ہے
خدمت والا میں ہے تہنیت صدق و خلوص رسم دنیا بھی ہے موقع بھی معززت کا ہے

محمد صادق قُصوری، بُرجِ کلاں ضلع قُصور

ذات مولانا نیازی نازی کردار ہے منقبت اُن کی لکھوں دل کا یہی اصرار ہے
موجزن ہے تیرے دل میں حب اصحاب نبیؐ تو سراپا مستِ عشقِ سیدِ ابرار ہے

مہرباں ہیں تجھ پہ بیشک اولیاء اور بختن سایہ افکن تیرے سر پہ رحمتِ غفار ہے
تیرا اندازِ خطابت کیوں نہ ہوسب سے الگ تیرے لہجے میں جلالِ حیدرِ کراڑ ہے

دشمنانِ ملک و ملت تجھ سے خائف کیوں نہ ہوں تو بے حق گو اور باطل پر تری یلغار ہے
تُو ہے ملت کا مجاہد، تُو نے پایا یہ خطاب دشمن دیں کیلئے تُو تیغ جو ہر دار ہے

ہے ضعیف العمر لیکن عزم ہے تیرا جوان اس طرح تُو نو جوانوں کا سپہ سالار ہے
تُو ہے بیشک رہنما تحریکِ پاکستان کا آج بھی تیرا وہی جذبہ وہی رفتار ہے

حاکمانِ وقت بھی کرتے ہیں تیرا احترام تیری بیباکی کا ہر اک شخص کو اقرار ہے
اہل سنت و جماعت میں ہے تُو ہر دل عزیز یوں جمعیتِ اکی صدارت کا بھی تو حقدار ہے

ناز ہے صادق قُصوری کو غلامی پر تری

یہ ترا بندہ ہے اور تو بندہ ستار ہے

جمعیت علماء پاکستان

قاضی غلام مرتضیٰ صابر قادری نوشاہی، بریڈ فورڈ (برطانیہ)

(۱۲ ستمبر ۱۹۹۵ء کو حضرت پیر معروف حسین عارف نوشاہی کے زیر اہتمام بریڈ فورڈ

(برطانیہ) میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی دامت برکاتہم عالیہ کی زیر صدارت ایک شاندار علما و مشائخ کنونشن منعقد ہوا۔ اس موقع پر قاضی غلام مرتضیٰ صابر قادری نوشاہی مانسہروی آف بریڈ فورڈ نے حضرت مجاہد ملت مدظلہ کے حضور یوں خراج تحسین پیش کیا۔ (قصوری)

لقب زیبا ہے جس کو فخر ملک و دین و ملت کا تو وہ مرد مجاہد ہے جہان اہل سنت کا
مقام مصطفیٰ مقصود ہے تیری سیاست کا نظام مصطفیٰ منشور ہے تیری جماعت کا

صدقت میں فراست میں شجاعت اور جسارت میں نہیں ہے رہنما کوئی بھی تیرے قد و قامت کا
قیامت تک جہان عزم و دنیاے شجاعت میں ۷۷ نشان روشن رہے گا ترے پائے استقامت کا

چمک سے جس کی خیرہ ہیں نگاہیں باہ و انجم کی تیرے سر پر ہے سہرا اہل سنت کی قیادت کا
تری آمد کائنات کر قلب غمگین سے صدا نکلی نصیب آج جاگ اٹھا ہے اقلیم ولایت کا

دل ویراں میں اُمیدوں کی شمعیں جگمگا اٹھیں جو دیکھا چہرہ پر نور سالارِ عزیمت کا
نہیں ہے رزم گاہِ حفظ پاکستان میں تو تنہا ہے ترے ساتھ لشکرِ سرور عالم کی رحمت کا
نہ کیوں نازاں ہو صابر آج اپنی خوش نصیبی پر
شرف اس کو ملا ہے اپنے قائد کی زیارت کا۔

حضرت قمریزدانی، پنوانہ ضلع سیالکوٹ

جان عرفاں مجاہد ملت شمع ایماں مجاہد ملت
مرد ذی شاں مجاہد ملت جان جاناں مجاہد ملت

گل بداماں مجاہد ملت گوہر افشاں مجاہد ملت
عاشق خواجہء خواجگانِ امم حق کی برہان مجاہد ملت

سرنگوں جس کے سامنے اغیار شیر یزداں مجاہد ملت
اہل باطل کے حق میں ہیں لاریب تیغ برآں مجاہد ملت

ہیں نگہدار شرع مصطفویٰ مرد میداں مجاہد ملت
ہیں سپہر خلوص و اُلفت کے مہ تاباں مجاہد ملت

ہرافق پر جو غور سے دیکھا ہیں نمایاں مجاہد ملت
سختیاں جھیلے رہے تا عمر پھر بھی شاداں مجاہد ملت

ناز انسانیت کو ہے جن پر ہیں وہ انساں مجاہد ملت
آشنائے رموزِ فوزِ عظیم مردِ راہِ داں مجاہد ملت

اُن پہ نازاں ہے ملتِ بیضا فخرِ دوراں مجاہد ملت
قوم و مذہب کی خدمت بے لوث پر ہیں نازاں مجاہد ملت

ہر ایک دل کی مراد ہیں وہ قمر
سب کے ارماں مجاہد ملت

۱۹۔ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

۴۔ ستمبر ۱۹۹۶ء

ڈاکٹر قمر تابش سیالکوٹ

اے امام صنعت حرف و زباں	اے مقام گفتگو میں بیکراں
تیرا انداز مخاطب جاوداں	تو فصاحت تو بلاغت کا جہاں
پاسبان امتِ خیر الوریٰ	معتبر فراست فراست اور وفا
تو امین فقر و شانِ موزری	تیر ٹھوکر میں شکوہ قیصری
تو غلام سید خیر الانام	مرد حق تُو اور تیغ بے نیام
اے کوہستانی امانت کے امیں	خون میں ترے ہے غیرت اور یقین
شوکت اسلام تیری آرزو	سطوتِ اسلام تیری جستجو
ہے جبیں پر طلعتِ خاکِ حجاز	اے کہ تو ہے پیکرِ ناز و نیاز
نام نامی ہے تیرا عبدالستار	تُو نیازی حرمِ متوں کا تاجدار
رُعبِ فاروقی تیرا جاہ و جلال	تو ہے مومن تیر ہیبت بے مثال
بارگاہِ مصطفیٰ میں ارجمند	طرزہ و دستار تیرے سر بلند
اوجِ رفعت اور عزت کا امیں	راہِ بطحے پر نگوں تیری جبیں
سنجر و ہجویر کی شوکت ہے تُو	نقشبندی قادری ثروت ہے تُو
مشکوئے قریہ بسطام تُو	لائقِ عزو شرف اک نام تُو

تو ایسی نسبتوں کا اک نشان
حضرت اقبالؒ کا مومن ہے تُو
تُو ہے ایثار و وفا کا اک جہاں
عظمتیں تجھ سے قرائن کی عیاں
تیری راہ کی گرد رشک کہکشاں
صاف اور بے داغ اک دامن ہے تُو
صبر و استقلال کا کوہ گراں
تو صلاح الدین ایوبیؒ کی جاں

حق نگر حق آشنا حق کی زباں
بے خطر تو رشک آزاداں ہے تُو
موسوی آسا تیرا معجز عیاں
مستند اک صاحب عرفاں ہے تُو

واسطے اُمت کے تُو قبلہ نما
تو امانت دار ہے اسلاف کا
تیری صورت تیری سیرت پر فشاں
تُو حجازی نسبتوں سے با صفا
تُو نمائندہ حسین اوصاف کا
تجھ سے روشن ہے ضمیر کہکشاں

ہاشمی انوار سے تو مستنیر
کوفیوں اور شامیوں کے درمیاں
تو وسیع القلب تو روشن ضمیر
اک شبیری ہے تو غیرت نشاں

منبر و محراب کی عظمت ہے تُو
صاحب خیر النظر خیر البیاں
حرمت اسلاف کی عزت ہے تُو
قریہ الحاد میں تو ہے اذان

صادق حرف قلم ہوں میں ضرور
ہوں ضعیف فکر کیا سوچوں گا میں
جو تجھے سمجھے، نہیں مجھ میں شعور
ہوں نحیف ذکر کیا لکھوں گا

یہ قمر تابش نزار و بے ہنر | پیش کرتا ہے عقیدت کے گہر
طشتِ درد اسی لے مخدوم ہے | میری یہ کاوش جو کہ منظوم ہے
باطفیل . ذرہ . خاک . نجف
گر قبول افتد زہے عز و شرف

۲۱۔ اکتوبر ۱۹۹۶ء

ایڈیٹر محمد حسین آسی مدظلہ

ڈاکٹر قمر تابش، سیالکوٹ

کمالِ حسنِ ایثار و وفا میں فردِ لا ثانی
منور ان کا سینہ حسنِ انوارِ صداقت سے
زہے انوارِ نسبت ہیں یہ صدیقی و عثمانی
خجل ہیں ظلمتیں ان سے ہے نور و تابانی

یہ اپنے عہد کے بے مثل عالم اور انساں ہیں
تدبر ان کا خوشبوئے مدینہ سے معطر ہے
فصاحت اور بلاغت میں نہیں ان کا کوئی ثانی
انہیں تفویض ہے طیبہ سے اسلوبِ جہانِ بانی

یہی ہیں اتحادِ ملتِ اسلام کے داعی
کلامِ حضرت اقبالؒ کے پیکر بھی مظہر بھی
انہیں سے فکرِ دستورِ جمالِ الدین افغانی
جہانگیری تدبر ہے تفکر ہے جہاں بانی

جس فاروقی و جاہت میں یہ غیرت کا اٹل پیکر
کوئی موسم ہو دستورِ سگانِ اہل دنیا کا
انہیں درکار ہے عزت کی حرمت کی فراوانی
بہر رنگے بہر پہلو سیاست ان کی قرآنی

امامِ اہلسنت حضرت احمد رضا خانؒ سے
ریاضت ان کی سرکوبی ہر اک گستاخ و ملحد کی
انہیں کامل عقیدت ہے انہیں ہے رابطہ افغانی
عبادت ان کی سرکار وہ عالم کی شانِ خوانی

یہی قبلہ نما ہیں راہبری کے باب میں مطلق
نیازی کا مقدر شریعتِ شانِ بے نیازی ہے
نظر ان کی ہے آفاقی جس میں ان کی ہے فراوانی
محمّدؐ ان کو توکل کی ہوئی ہے اس فراوانی

حضورِ سید کونینؐ ہر سماعتِ مؤدب ہیں
ہے پاکستان ان کے فکر سے زندہ و پائندہ
عبادت کا یہ انداز جس میں ہے ان کا افغانی
انہیں کے رعب سے ملحد بھی ہیں غرقِ حیرانی

کلاہ و جبہ و دستار و عصا سب مقدس ہیں محافظان کی عظمت کے ہیں اجمیری و جیلانی
تیرے بے داغ دامن کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں قبول بارگاہ مصطفیٰ ہے تیری پیشانی

فرنگی شاطروں کی معنوی اولاد شاید ہے کبھی بچی نہیں تو نے متاع جنس ایمانی
تیرے حسن تجرد پر جمال خوریاں قرباں بڑی مشکل حقیقت کو بنایا تو نے آسانی

قسم مجھ کو جنید و بایزید و حسن بصری کی کہ تجھ پر ناز کرتی ہے فقیری اور سلطانی
تیرے کردار کی عظمت میں کیسے کس طرح ٹکھوں نہ میں رومی نہ میں جامی نہ میں ہوازی نہ خرقانی
”قائد رجز دو حرف لا الا کچھ بھی نہیں رکھتا“ تیرے کردار ہی سے یہ حقیقت ہم نے ہے جانی

قمر تابش غلام آل مرکارِ دو عالم ہے

اسے اسی نے سکھائے ہیں یہ آدابِ سلمانی

ایرو فیسر محمد حسین آسی دامت برکاتہم عالیہ

۳۰۔ اکتوبر ۱۹۹۶ء

مولانا غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے شکر گڑھ ضلع نارووال

ادارہ تعلیمات مجتہدیہ، ارشد لاہوری

ریلوے روڈ، شکر گڑھ ضلع نارووال

۱۸ نومبر ۱۹۹۶ء

مورخ اہل سنت حضرت قبلہ صادق قصوری صاحب

السلام المسنون! آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ یہ جان کر بہت مسرت ہوئی کہ آپ مجاہد ملت جناب مولانا عبدالستار خاں نیازی کی سیرت و کردار کے حوالے سے کتاب مرتب فرما رہے ہیں۔ آپ کے گرامی نامے سے پہلے جناب ڈاکٹر قمر تابش صاحب (سیالکوٹ) نے بھی آپ کے اس کارنامے کا ذکر فرمایا ہے کہ اچھے انسان دنیا سے چلے جائیں تو پھر ان کی تعریف و توصیف میں کچھ قلمبند کیا جاتا ہے حالانکہ ان کی زندگی میں ان کی خدمات ملی اور نوازشات دینی کا اعتراف و اقرار کرنا چاہیے۔ مولانا نیازی معمولی انسان نہیں، ایک عہد ہے، جذبوں کا دریا ہے جو آج بھی سینہء وقت پر رواں دواں ہے۔ میں ان کا خاموش مداح تھا۔ آپ نے میرے دل کا سکوت توڑ دیا ہے۔ اور میرے اندر پرورش پانے والے خیالات و احساسات لفظوں کے روپ میں ڈھل چکے ہیں۔ آپ کے گرامی نامے کے ساتھ ساتھ میرے استاد گرامی قبلہ آسی ادام اللہ ظلہ عنینا فی الدارین نے بھی حکم فرمایا، قبلہ ڈاکٹر قمر تابش صاحب نے بھی تحریک دلائی۔ اس طرح یہ کابل ازلی چند الفاظ لکھنے کا اہل ہوا۔ امید ہے، دل کے ان نازک جذبات کو قابل التفات سمجھا جائے گا۔ کتاب چھپنے پر اس عاجز کو ضرور یاد رکھئے اور اس عرض نامے کا ضرور جواب مرحمت فرمائیے۔

عظمت کا ستوں، دین کا مینار نیازی دستور شریعت کا علمدہ، نیازی سورج کی طرح وقت کے ہر موڑ پہ دیکھو ظلمت سے ہوا برسر پیکار، نیازی

اللہ کے بندوں کا وفادار ہمیشہ اللہ کے دشمن پر شرر بار ، نیازی میدان تگ و تاز میں سرگرم عمل ہے ہمت کا نشان ، عزم کی للکار ، نیازی

پاکیزہ رہا گوہر شاداب کی مانند تصویر خودی ، غازی کردار ، نیازی ٹھکرایا زرو جاہ کو نفرت کی نظر سے یہ سچ ہے کہ ”بندہ ستار“ نیازی

واللہ ہر اک باغی اسلام کے آگے لگتا ہے ہمیں صورت دیوار ، نیازی اقبال کا مومن ہے تو قائد کا سپاہی شہباز نعت ، مفتخر احرار ، نیازی پیغام

تو دور زیوں حال کا ہے مرد قلندر تو قوم شکستہ کا ہے معمار ، نیازی تنکوں کی طرح ٹوٹ گئی ملت مرحوم عیجان کر اس قوم کو اک بار ، نیازی اسلام کے دامن میں آگے آئے ہی کانٹے اجڑے ہیں محبت کے چمن زار ، نیازی امید کے کھیتوں کو پرائیوں نے اجاڑا اپنے بھی نظر آئے ستم کار ، نیازی توحید پریشان ہے ، ایمان ہے تشنہ ہر سمت ہے الحاد کی یلغار ، نیازی وہ پیارا وطن حق کی جوا نہول عطا ہے کس درجہ کیا ظلم نے مسمار ، نیازی آزاد نظر آتا ہے جو ملک بظاہر وہ ملک ہے باطن میں گرفتار ، نیازی تہذیب فرنگی نے اصولوں کو مٹایا فتنوں کا عجب گرم ہے بازار ، نیازی اس ملک کے ذروں میں ہے خوں تیرا بھی شامل تو بھی تو ہے اس ملک کا غمخوار ، نیازی تو ”شیخ مجدد“ کے در فیض کا وارث کر ان کی طرح قوم کو بیدار ، نیازی یہ قلب غلام شہ بطحا کی صدا ہے ہوں تیرے شہ بطحا ، مددگار ، نیازی

(۳۔ فروری ۱۹۹۷ء کو ہونے والے عام انتخابات کے سلسلے میں قومی اخبارات میں خوب گہما گہمی رہی۔ ہر جماعت کے بارے میں مضامین، ادارے، مراسلات وغیرہ چھپے۔ روز نامہ ”جنگ“ لاہور میں ”میرے پسندیدہ نعرے“ کے زیر عنوان مختلف سیاسی جماعتوں اور لیڈروں کے بارے میں اشعار چھپتے رہے۔ مورخہ ۲۔ جنوری کے ”سجھوتہ“ میں ص ۲۰ کالم ۷ پر ”جھولی نہ پھیلانے والی“ (بے یو پی) کے عنوان سے مندرجہ ذیل ہاشعار چھپے جن میں حضرت مجاہد ملت کے حضور خراج تحسین پیش کیا گیا۔ افسوس کہ شاعر کا نام نہیں چھپا۔
(قصوری)

جھولی	نہ	پھیلانے	والی	بے	یو	پی	،	بے	یو	پی
قائد	اعظم	کی	یادگار	مولانا	عبد	الستار				
ملک	و	ملت	کا	ہے	غمنخوار	مولانا	عبد	الستار		
جس	نے	جیتا	ہر	میدان	جمعیت	علمائے	پاکستان			

پروفیسر محمد حسین آسی، شکر گڑھ ضلع نارووال

نیازی بندہ قیوم و داور
نیازی عاشق شاہ مدینہ
خلوص بندگی ہے اس کا جوہر
ہے جس کا عشق سے معمور سینہ

نیازی کارواں سالار توحید
غلام خواجہ مرحب قلن ہے
نیازی گرمی بازار توحید
نیازی بت شکن تھا بت شکن ہے

نیازی کاشف اسرار جاں ہے
مقام مصطفیٰ پر ہے یہ قربان
سراپا سوز اس کی داستان ہے
نظام مصطفیٰ کا ہے یہ اعلان

ہوائے نفس سے آزاد ہے یہ
نیازی وقف رسم : جانپاری
فضائے عشق میں آباد ہے یہ
ہے فرعونوں پہ اس رعب طاری

محمد ابن قاسم کی ہے للکار !!
ہے باطل کے خلاف اس کی تگ و تار
صلاح الدین ایوبی کی تلوار
ہے لا ہوتی فضا میں اس کی پرواز

نیازی بے نیاز سیم و زر ہے
نیازی صبر و جرأت کا حوالہ
نیازی نازش اہل نظر ہے
نیازی عزم و ہمت کا ہمالہ

نیازی وارث رومی و جامی
نیازی صدق ایمانی کا مظہر
نیازی عشق و مستی کا پیامی
زبان و دل کی یکسانی کا مظہر

نیازی قوم کا ہے قلب بیدار
نیازی قائد اعظمؒ کا محرم
زہے اقبال کا شاہین و شہکار
نیازی قائد ملت کا ہمد
نیازی ذوالفنون، صاحب جنوں ہے
شریک زمرة لائحزنوں ہے

نیازی مخزن صدق و عدالت | علمبردارِ احیائے خلافت

نیازی مایہ اہل طریقت کے از پاسبانان شریعت
وہ باطل پہ سدا شعلہ فشاں ہے نیازی پیر ہو کر بھی جواں ہے

نیازی دین و ملت کا سپاہی
نیازی نازِ ملت شانِ ملت
فدا ہے اس کی درویشی پہ شاہی
نیازی بالیقین برہانِ ملت

نیازی گوہرِ کانِ حیا ہے
نیازی کا عنوانِ صحیفہ
نیازی لالہء رنگیں تبا ہے
حدیث پاک الدین النصیحہ^۲

سیاست میں صداقت کا علمدار
دعا ہے خالق ارض و سما سے
بہر صورت حقیقت کا پرستار
نیازی کو بچائے ہر بلا سے

کرم سرکار کا ہر دم فزوں ہو
نظامِ مصطفیٰ آئے وطن میں
کبھی طرہ نہ اس کا سرنگوں ہو
بہارِ جاوداں آئے چمن میں
بفیض پیر^۳ آسی جگمگائے
غلامانِ نبی کے گیت گائے

۱۲۔ شوال المکرم ۱۴۱۷ھ

۲۰۔ فروری ۱۹۹۷ء، جمعرات

۱۔ یعنی صحیفہء حیات کا عنوان۔ ۲۔ یعنی ”دین خیر خواہی کا نام ہے“۔

۳۔ حضرت پیر سید علی حسین نقش لاثانی علی پوری قدس سرہ۔

عبدالغنی تائب، حافظ آباد

حلیف و خامنی ترویجِ دین و مذہب ہے حریف و ماحی شر و فساد ملت ہے
زہے نصیب اسے ہر گھڑی ہر اک لمحہ خیال نشاۃِ احیائے خیر امت ہے
وقار زندگی کا ترجمان نیازی ہے

وہ مردِ حق امیرِ کارواں نیازی ہے

ہوا ہے آج اس کا اک جہان گرویدہ ہیں فرشِ راہ اس کے واسطے دل و دیدہ
فضا میں ہر طرف کیوں نہ بھلا مہک پھیلے کہ ہے وہ گلشنِ امید کا گل چیدہ
گلستانِ وطن کا باغباں نیازی ہے

وہ مردِ حق امیرِ کارواں نیازی ہے

یقین کی ضرب سے توڑے بتانِ عصیت دلوں میں نقش کرے وہ خطوطِ جمعیت
حصولِ منزل مقصودِ ^{مطمئن} صیح جاں ہے نشانِ کرامانی اس کی حسنِ تربیت
ثبات و عزم کا کوہِ گراں نیازی ہے

وہ مردِ حق امیرِ کارواں نیازی ہے

ہجومِ یاس میں اُمید کا سہارا ہے وہ گردابِ بلا میں آس کا کنارہ ہے
وجود اس کا اپنوں کے لیے بریشمِ سا عدو کے واسطے وہ موت کا اشارہ ہے
زہے قسمت ہمارے درمیاں نیازی ہے

وہ مردِ حق امیرِ کارواں نیازی ہے

گزارے زندگی وہ فکر میں ریاضت میں نہیں ہے ہمسروِ ثانی کوئی سیاست میں
صراطِ عشق پر ہے ہامزنِ بھم اللہ ہمارا قافلہ اس بے ریا قیادت میں
حوشا علم و عمل کی داستاں نیازی ہے

وہ مردِ حق امیرِ کارواں نیازی ہے

خلوصِ قلب سے تُو اس کو راہبر کر لے نظامِ مصطفیٰ کا نعرہ دل میں گھر کر لے
ثبات و صبر ہے اک جوش ہے قیادت میں تُو اسکے زیر سایہ زندگی بسر کر لے
ہمارے قافلے کا سارباں نیازی ہے

وہ مردِ حق امیرِ کارواں نیازی ہے
ہے سلفِ امت احمدؑ کے ہیں یہاں نائب وہ جس کی رائے اہل علم میں رہی صائب
یہ کرتے ناز ہیں کتنا عروج پر اس کے فضائے دہر کے خورد و کلاں سبھی تائب
بہارِ جاوداں ، مقصودِ جاں نیازی ہے
وہ مردِ حق امیرِ کارواں نیازی ہے

۳۔ مارچ ۱۹۹۷ء، پیروار

محمد اسحاق انصاری امرتسری، حافظ آباد

مرد مجاہد سُچا غازی ، خان نیازی خان نیازی
تن عجمی رُوح وچ حجازی ، خان نیازی خان نیازی

☆☆☆☆

قائد اعظم دا ہمراہی ، آزادی کا چون سپاہی
موت کولوں جس جت لئی بازی ، خان نیازی خان نیازی

☆☆☆☆

مُنڈ پنے وچ کر کے حیلہ ، کٹھا کیتا تِلا تِلا
سوئی کیتی ملت سازی ، خان نیازی خان نیازی

☆☆☆☆

نت جیلاں دی بھٹھی سکیا ، پر نہ جھکیا تے نہ وکیا
وختاں وچ طبیعت تازی ، خان نیازی خان نیازی

☆☆☆☆

کم ایہدے چٹے چمکن ، ایہدے ای لہو دے چھٹے چمکن
سوچ ایہدی اے ملک نوازی ، خان نیازی خان نیازی

☆☆☆☆

میانوالی دا سہرہ بنیاں ، اذوالفقار گھر چائن چھنیاں
دوجا رومی دوجا رازی ، خان نیازی خان نیازی

☆☆☆☆

عشق نبی دا لشکاں مارے ، چہرے اُتے بن چکارے
پکا روزے دار نمازی ، خان نیازی خان نیازی

مسلم قوم دا سُچا لیڈر ، سچ کہواں تے اُچّا لیڈر
جس کیتی جمعیت سازی ، خان نیازی خان نیازی

☆☆☆☆

کیہ اسحاق ایہدا اے کہنا ، اہلسنت دے گل گہنا
صدی چودھویں دا شیرازی ، خان نیازی خان نیازی

۳۔ مارچ ۱۹۹۷ء، پیروار

اوالد گرامی حضرت مجاہد ملت جناب ذولفقار خاں نیازی (قصوری)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پروفیسر محمد اشفاق چغتائی، اسلام آباد

چوما ہے اس نے دار کو، مقتل نور د ہے
اقبال کی ہے زندہ تمنا کا سلسلہ
اس عہد بے شرف میں شرف کیش مرد ہے
سینے میں اس کے ملت بیضا کا درد ہے

نازاں ہے اس پہ خطہء غیرت کا ہر بشر
اس کی نگاہ لطف سے پتھر ہوئے گداز
وہ علم و حسن و عشق و حمیت میں فرد ہے
آنکھوں میں رہگذارِ مدینہ کی گرد ہے

لوگو! میرے جری کی نظر کے جلال سے
میدان کارزار میں مانند شیرِ نر
بامِ فلک پہ چہرہ خورشید زرد ہے
دل میں مثال آہوئے صحرا نور د ہے
اک عشقِ مصطفیٰ ہے متاعِ فقیر بس
ملت کا وہ مجاہدِ رعنا ہے، مرد ہے

شبہائے زرِ پوست میں صبحِ جمالِ فقر
اشفاق وہ قبیلہ بوذر کا فرد ہے

۱۱۔ مارچ ۱۹۹۷ء

پروفیسر محمد اشفاق چغتائی، اسلام آباد

وہ آپ اپنی ذات میں اک انقلاب ہے	ہمت کی داستان ہے جرأت کا باب ہے
ایمان کی تپش ہے عمل کا شہاب ہے	اس کی رگوں میں دوڑتی پھرتی ہیں بجلیاں
اس مرد سرفروش سے منارِ ثواب ہے	جس کی حیات رفتہ سراپا جہاد ہو
اس دلنواز شخص کا چہرہ گلاب ہے	گرچہ گزار دی ہیں اکا سی خزاں رتیں
اقبال کی خودی کا وہی انتخاب ہے	اس کی ”کلمہ“ جلال ہے فقیہ غیور کا
دل میں چھلکی عشق نبی کی شراب ہے	اللہ رے چشم ساقی کوثر کی بخششیں
ہوگا اسی کے فیض سے مات کا اتحاد	
آنکھوں میں اس کی وحدت اُمہ کا خواب ہے	

۱۱۔ مارچ ۱۹۹۷ء

الحاج محمد علی ظہوری قصوری، لاہور

وجودِ علم و عمل سرخئی بیاں کے لیے | نیازی راہِ محبت کا وہ ہُدی خواں ہے
قلم کو نازِ رقم پر ہو داستاں کے لیے | جو وقفِ مدح ہے محبوبِ دو جہاں کے لیے

عظیم پیکرِ جرات ، صداقتوں کا امیں | وہ جس کا ظاہر و باطن ہے روشنی کا جہاں
لقب سراپا تشکر ہے اس بیاں کے لیے | زمیں نثارِ محبت کے آسماں کے لیے

ملی ہے جس کی بدولت وطن کو آزادی | جہاد کو ہے بجا ناز اس مجاہد پر
سلام ہے مرا اس ہمتِ جواں کے لیے | جیا جو پاک وطن پاک آستاں کے لیے

جلایا تیرہ شہی میں چراغِ آزادی | نظامِ مصطفویٰ کا نقیبِ شعلہ نوا
تمام عمر کی تزنین گلستان کے لیے | ”سفینہ چاہئے اس بحرِ بیکراں کے لیے“

”نگہ بلند سخن دلنواز ، جاں پر سوز | ظہور کی ملتِ اہلِ مایہ کا سرمایہ
یہی ہے زحمتِ سفرِ میرِ کارواں کے لیے“ | دمِ نیازی غنیمت ہے اس نشاں کیلئے

۱۱۔ اپریل ۱۹۹۷ء

حضرت حفیظ تائب، لاہور

ملت کے مجاہد مولانا عبدالستار نیازی ہیں پیکر اخلاص و حمیت کا عبدالستار نیازی ہیں
تحریک پاکستان ہو یا تحریک ختم نبوت ہو ہر دور میں تھے جو راہنما عبدالستار نیازی ہیں

مکتوب بنام قائد ہیں شاہد جذبوں کی رفعت پہ تقریریں جن کی شوق افزا عبدالستار نیازی ہیں
وہ عشق و خرد کا اک سنگم، وہ فکر و خبر کا اک گلشن وہ فہم و فراست کا دریا عبدالستار نیازی ہیں

آواز ”نوائے وقت“ سے ہم آہنگ رہی ہر دم جن کی

انداز ہے لیکن جن کا جدا عبدالستار نیازی ہیں

۱۵۔ اپریل ۱۹۹۷ء بروز ہفتہ

ڈاکٹر محمد منظور الحق مخدوم، حافظ آباد

بطل حریت نیازی مولانا عبدالستار مرد مومن مرد غازی مولانا عبدالستار
تو ہے عظمت کا ہمالہ اور شکوہ فقر و دیں تیرا شیوہ پاکبازی مولانا عبدالستار

انفرادیت کا مظہر اور وجہ امتیاز تیرا طرزہ امتیازی مولانا عبدالستار
مقصد و منشا ہے تیرا نشاۃ و احیائے دیں تیرے کی لئے حجازی مولانا عبدالستار

سرور کونین کو اللہ کے محمود کو بھاگئی تیری ایازی مولانا عبدالستار
علم سے اور معرفت سے تو برابر بہرہ ور ہمسر رومی و رازی مولانا عبدالستار

سرخ و عشق حقیقی سے تھا تو تجھ کو نہ تھی فرصت عشق مجازی مولانا عبدالستار
صنف نازک تجھ کو مائل کر سکی نہ مطلقاً باہم عشوہ طرازی مولانا عبدالستار

تو ہراول میں رہا تحریک پاکستان کے تُو نے کی تاریخ سازی مولانا عبدالستار
رہ نور دان سیاست پا پیادہ ہمرکاب تو سوارِ اسپ تازی مولانا عبدالستار

تیری طنیت نے ہمیشہ سرو قد رکھا تجھے تیری شان بے نیازی مولانا عبدالستار
تھک گئے کچھ رک گئے کچھ بک گئے کچھ جھک گئے لے گیا تُو سب سے بازی مولانا عبدالستار
کام آئی ہے سوادِ اہلسنت کے تیری دستگیری ، دلنوازی ، مولانا عبدالستار
مدعائے زندگی داری نظام مصطفیٰ تا حصول مدعا زی مولانا عبدالستار

آج ملک و قوم اور مخدوم کو مطلوب ہے
عمر تیری کی درازی مولانا عبدالستار

۲۰ اپریل ۱۹۹۷ء بروز اتوار

جناب ندیم نیازی عیسیٰ حیلوی، رحیم یار خان

محمد عبداللہ ندیم نیازی عیسیٰ حیلوی

۱۔ نیازی کالونی، رحیم یار خان

۲۳۔ اپریل ۱۹۹۷ء

گرامی قدر مکرمی جناب محمد صادق قصوری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا مکتوب گرامی ملا۔ اس کرم فرمائی کے لیے سپاس گزار ہوں۔ میری کوتاہی ہے کہ سلسلہء مکاتبت قائم نہ رکھ سکا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت ہے کہ آپ نے مجھے اس نیک کام میں شرکت کی دعوت دی۔ ایک آزاد نظم بہت عرصہ پہلے لکھی تھی ارسال خدمت ہے۔ اگر قبول افتدز ہے نصیب

والسلام خاکپائے رسول کریم رحمۃ اللعالمین ﷺ وخادم الفقراء

محمد عبداللہ ندیم نیازی عیسیٰ حیلوی عفی عنہ

عشق حق، شمع رسالت کا ہے پروانہ بجا

جرات ایمان کا ہیکر عظیم

ہے مجاہد اور غازی مرد حق

خود شناسی کا سبق ہر شخص کو اس نے دیا

ذہن کی لوح پر لکھے الفاظ۔ زندہ آگہی

چار سو مظلوم محکم مفلس انسانوں کے لشکر دیکھ کر

اس کے سچے نیک جذبے کو جسارت مل گئی

سرتھیلی پر رکھے تعمیر پاکستان میں روز و شب کوشاں رہا

اور چاہا کہ کوئی مسلم کبھی، ہو نہ کرب و ابتلا کا کچھ شکار

راہ حق پر گامزن ہر دم ہے یہ

اس نے اپنی ذات کی خاطر بنایا کچھ نہیں
ایسا انسان ڈھونڈیے، ملتا نہیں
قید و بند دار و سلاسل سے نہ گھبرایا کبھی
بے غرض ہمدردیوں کی مشعلیں
لے کے روشن راہ کئے چلتے ہے یہ۔ ظلمت مادہ پرستی سے پرے
پر شمر ہر اک شجر بوتا ہے یہ
بے سرو سامانی کے باوصف یہ خوشحال ہے
خدمتِ انسانیت اس کی عبادت ہے بنی
اس کی متاعِ زیست ہے ایمان کی پونجی گراں
ملک و ملت کے لئے مساباں ہے یہ بنا

جناب اخلاق عاطف، سرگودھا

نیازی	دیار	کی	غیرت	نیازی	مینار	کا	عظمت
نیازی	اظہار	کا	شفقت	نیازی	معیار	کا	چاہت
نیازی	شہکار	کا	قدرت	مجاہد	انمول	کا	ملت
نیازی	ایشار		سرتاپا	خوگر	صلح	کا	امن
نیازی	دار		خن	مقرر	دانشور		عالم
نیازی	یار		سچ	ساتھی	حقیقی	کا	حق
نیازی	تیار		لحظہ	کو	کام	کے	مظلوموں
نیازی	دار		کڑیل	کا	ملتی		غیرت
نیازی	کردار		متحرک	شامل	دین	میں	جہد
نیازی	خوار		قوم	سب	ہے	اس	کا جیون
نیازی	یار		جہد	تہا	کب	ہے	تہا
نیازی	گفتار		واہ!	خطابت	جیسا	بخشے	اطف
نیازی	کھسار		سوچو	دیکھو	تو	نا	چیز
نیازی	دار		شجر	سلاخ	کی	چھاؤں	بانٹنے
نیازی	بیمار		رہے	مری	دعا	ہے	عشق
نیازی	دار		سب	قائد	پیر	بزرگ	سبھی
خالد و صادق				چج کہتے ہیں			
عاطف				ہے اوتار نیازی			

۸ مئی ۱۹۹۷ء

ایک اقبال سر تائید و کیٹ سرگودھا

میں سے ایک قصہ مری میں کتاب ہذا

محترمہ بشریٰ رحمن صاحبہ لاہور

صدر پاکستان مسلم لیگ شعبہ خواتین پنجاب

ایڈیٹر ماہنامہ ”وطن دوست“ لاہور

لاہور ۱۰ مئی ۱۹۹۷ء

محترم بھائی صادق قصوری

تسلیمات! بہاولپور میں مجھے کچھ دن زیادہ رکنا پڑ گیا۔ جس کے لیے معذرت چاہتی ہوں۔ میں واقعی شاعرہ نہیں۔ یہ کسر نفسی نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ میری تک بندیوں کی کتاب بن گئی ہے۔ یونہی سفر میں ایک نظم سی بن گئی ہے۔ بھیج رہی ہوں۔ یہ چھاپنے کے لائق نہیں۔ اگر اس سے بہتر شعر ہو گئے تو لکھ بھیجوں گی۔

والسلام
بشریٰ رحمن

”مولانا عبدالستار نیازی کی نذر“

ان کے چہرے کی ضیاء دل میں اتر جاتی ہے

بات کہنے کی ادا، دل میں اتر جاتی ہے

دبدبہ ان کا فرنگی کو جھکا دیتا تھا

فلسفہ ان کا مخالف کو جھکا دیتا تھا

لہجہ ان کا میں بتاؤں تجھے کیا اے دوست

بحر الفت میں روانی جیسا!

سارے قصے میں کہانی جیسا!

دلربائی میں جوانی جیسا!

وہ کہ اک شخص ”نشانی“ جیسا!

محمد حنیف، عالم فدائی، حافظ آباد

عظمت کا آسمان ہیں عبدالستار صاحب ہمدوش کہکشاں ہیں عبدالستار صاحب
کردار کے ہمالہ، گفتار کے وہ اعلیٰ، اک نقش جاوداں ہیں عبدالستار صاحب

نیکی پہ ہیں وہ مائل، دشمن بھی جن کے قائل، حق بات کی زباں ہیں عبدالستار صاحب
وہ مرد حق شناور، تقدیر پہ ہیں شاکر، بہیم رواں دواں ہیں عبدالستار صاحب

درویش ایسی صورت، اور آئینہ سی سیرت، ہر آن کامراں ہیں عبدالستار صاحب
دین نبی کے عاشق، قول و عمل میں صادق، ہر دل کے درمیاں ہیں عبدالستار صاحب

وہ مرد حق، مجاہد، زاہد بھی اور عابد، فطرت کے راز داں ہیں عبدالستار صاحب
عالم بھی بے مثل ہیں قائد بھی بے بدل ہیں، اک بحر بے کراں ہیں عبدالستار صاحب

اس دور کی حقیقت، وہ رہ روشنی، عالی ہیں عالی شاں ہیں عبدالستار صاحب
اسلام کے سپاہی، دین خدا کے راہی، جرأت کی داستاں ہیں عبدالستار صاحب

مطلوب مصطفیٰ کے، محبوب وہ خدا کے، ہر دل کے ترجمان ہیں عبدالستار صاحب
آقا کے عاشقوں کے، سنیوں کے قافلوں کے، خود میر کا دواں ہیں عبدالستار صاحب

نہ ہی جھٹلے بھی ہیں، نہ ہی دبے بھی ہیں وہ اس جڑ کی جواں ہیں عبدالستار صاحب
آئیں گے ایک دن وہ، چھائیں گے ایک دن وہ عالم کے حکمراں ہیں عبدالستار صاحب

۱۵ مئی ۱۹۹۷ء بروز جمعرات

پروفیسر سیف اللہ خالد، لاہور

A/100 بلاک ایف گلشن راوی لاہور

۱۸ مئی ۱۹۹۷ء

واجب الاحترام مولانا محمد صادق قصوری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! مجاہد ملت مولانا عبدالستار نیازی مدظلہ ایک گرانقدر اثاثہ ہیں۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں ان کے حضور خراج عقیدت (وہ بے نیاز نیازی) حاضر ہے۔
مخلص

سیف اللہ خالد

وہ آن بان کہ سب کج کلاہ خائف ہوں اسی کے ہاتھ پہ بیعت ہوں جو مخالف ہوں
ہر اک مقام ہے محراب و منبر اس کے لیے زبان، جس طرح ترتیل میں صحائف ہوں

خرد فروز تخیل، بصیرتیں رخشاں بیان ایسا، لگے، ہمکلام ہاتف ہوں
بس ایک نعرہ حق ہے، پنپ سکے نہ عدو درود، دین، دلیری اگر و طائف ہوں

خلاصہ اس کی سبھی کاوشوں کا ہے یہ فقط خدا کے بندے خدا کی رضا سے واقف ہوں!
وہ بے نیاز نیازی کہ اس کے لہجے میں سروش غیب کی صورت رواں معارف ہوں

پہاڑ جیسی عزیمت، ارادہ دریا سا
ہے اس کی ذات کا ہر رنگ عہد زلفہ سا

حمید اللہ خاں ضیاء اسلام پوری موچھ ضلع میانوالی

مرد وفا شعار ہے عبد الستار خاں بے حد خلوص کار ہے عبد الستار خاں
سوجان سے فدا ہے محمدؐ کے نام پر ملت کا جانثار ہے عبد الستار خاں
اُس کے رُخ جمیل کی کہتی ہے دلکشی تازہ گل بہار ہے عبد الستار خاں
باطل سے ہو اگر کہیں حق کا مقابلہ واں تیغ آبدار ہے عبد الستار خاں
باطل کے آگے سر بھی اس کا نہ جھک سکا غیور طرح دار ہے عبد الستار خاں
تعظیم جس کی کرتے ہیں خرد و کلاں سب وہ مرد باوقار ہے عبد الستار خاں
تقریر اس کی سن کے میرے دل نے یوں کہا اک ابر گہر بار ہے عبد الستار خاں
عالم ہے پاکباز تو زاہد ہے بے ریا درویش وضع دار ہے عبد الستار خاں
مانی ہوئی ہے بات قلندر ہے وقت کا ملت کا افتخار ہے عبد الستار خاں
اس کا جہان اور ہے زاغ و زغن کا اور شاہین کوہسار ہے عبد الستار خاں
غیروں کا چاہتا ہے دل و جان سے بھلا اپنوں کا نمکسار ہے عبد الستار خاں
سب فیض اس سے پاتے ہیں اپنے بھی غیر بھی اک نخل سایہ دار ہے عبد الستار خاں
کہتا ہے اس کا طرۂ دستار بر ملا دیکھو کہ تاجدار ہے عبد الستار خاں
راحت رساں ہے ہر کس و ناکس کے واسطے اک گلشن بے خار ہے عبد الستار خاں
خوش خلق و خوش خصال ہے یہ مرد نیک دل خوش بخت و کامگار ہے عبد الستار خاں
حرص و ہوا کی قید سے آزاد جو رہا وہ مرد بختیار ہے عبد الستار خاں
خواہش ہے اس کے قرب کی ہر سربراہ کو وہ دُر شاہوار ہے عبد الستار خاں
زندیہ رہے گا نام سدا اس کا اے ضیا اک نقش پائیدار ہے عبد الستار خاں

ماہنامہ ”نوائے پٹھان“ لاہور فروری ۱۹۹۹ء، ص ۳۸

علامہ شبیر بخاری، لاہور

مخدوم جہانیاں اکیڈمی لاہور

۲۰۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء

عزیز محترم قصوری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

سلام مسنون! آپ کا گرامی نامہ ابھی ابھی ملا۔ اس ملک میں علی العموم اچھے انسان کو اچھا کہنے کا رواج کم ہے۔ اس لیے مجھے اصولی طور پر آپ کے موقف سے اتفاق ہے۔
ارتجالاً ابھی ابھی یہ سات اشعار مرتب ہوئے ہیں۔ جو ارسال خدمت ہیں۔
مخلص شبیر بخاری

باطل کا سدا بطلان کیا عبد الستار نیازی نے ہر کلمہ حق اعلان کیا عبد الستار نیازی نے
ہے مرد مجاہد، مرد وطن اور اپنا اس نے تن من دھن سب ملت پر قربان کیا، عبد الستار نیازی نے

اسلامیہ کالج تھا یا تھا اشاعت اسلام کالج دونوں کو بلند نشان کیا عبد الستار نیازی نے
اس وقت کے جو بھی قائد تھے اس دور کے جو بھی رہبر تھے حاصل سب سے فیضان کیا عبد الستار نیازی نے

جو اس نے کہا وہ اس نے کیا مجھ سے یہ علی اکبر نے کہا ہر منزل کا سامان کیا عبد الستار نیازی نے
بے باک طلاق ہے اس کی بطل غصہ وقت ہے اس کی ملت پہ بڑا احسان کیا عبد الستار نیازی نے

خدمات ہوئیں مقبول اس کی قومی اور ملی کاموں میں ہر مشکل کو آسان کیا عبد الستار نیازی نے
برکت ہے یہ حسن صداقت کی یہ برج کلاں کی سفاوۃ نین اس بستی کو تابان کیا عبد الستار نیازی نے

۱۔ مرحوم علی اکبر خان نیازی میرے کلاس فیلو اور مولانا نیازی صاحب کے قریبی عزیز

۲۔ سچ نم۔ ۱۰ قصوری کا حوالہ ملتا ہے۔ (شبیر بخاری)

محمد صادق قصوری، برج کلاں ضلع قصور

دین حق کی شان نیازی اہل ہدیٰ کی جان نیازی
جنگ آزادی کا مجاہد اپنے وطن کی آن نیازی

دار پہ جس نے حق ہی کہا ہے ہے وہ جری انسان نیازی
فقر میں ہے وہ مثل بوڑھے جرأت میں سلمانؐ نیازی

سایہ کناں ہیں اس پہ مجدد حق کی ہے پہچان نیازی
شاد رضاؒ ہوں یا ہو حسرتؒ دونوں کا فیضان نیازی

جس کی باتوں میں ہے خوشبو ہے وہ خوش الحان نیازی
وعظ میں جس کے نور و نکبت ایسا ہے بستان نیازی

اس پہ فدا ہیں اہل سنت سب کا ہے ارمان نیازی
دور حاضر میں ہے کیلتا رہے عالی شان نیازی
مجھ کو بخشی جس نے خلافت ہے وہ اے ، ایس ، خان نیازی

لکھ دے صادق ایکی مدحت
جس کا ہو عنوان " نیازی

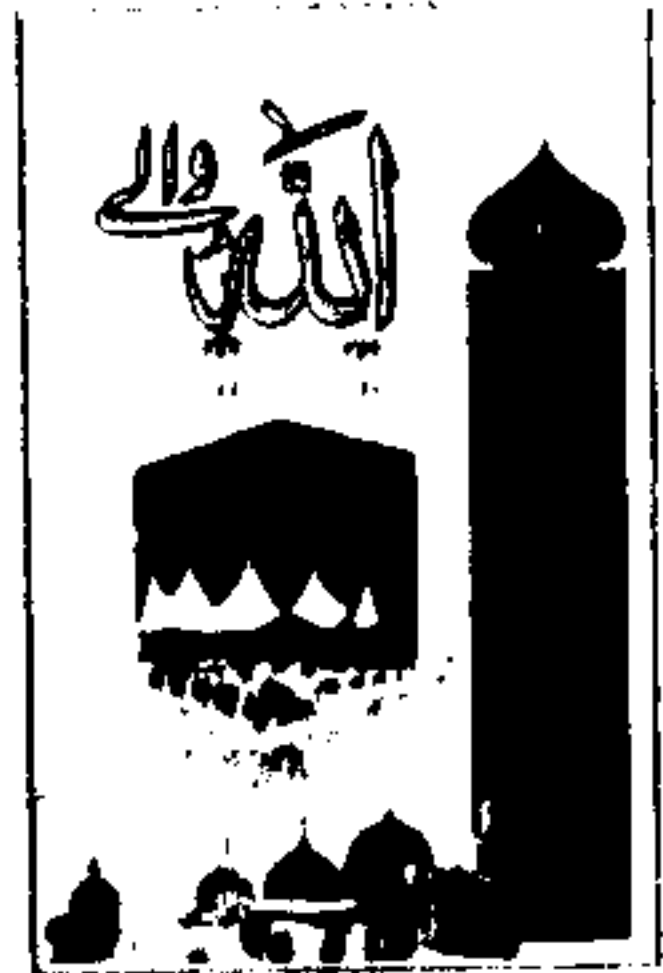
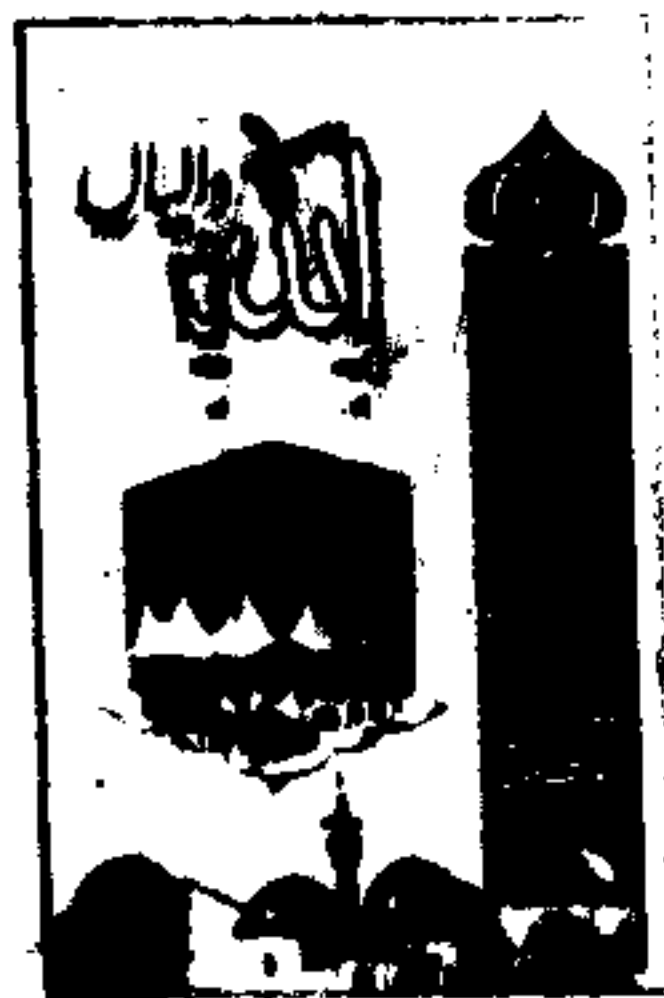
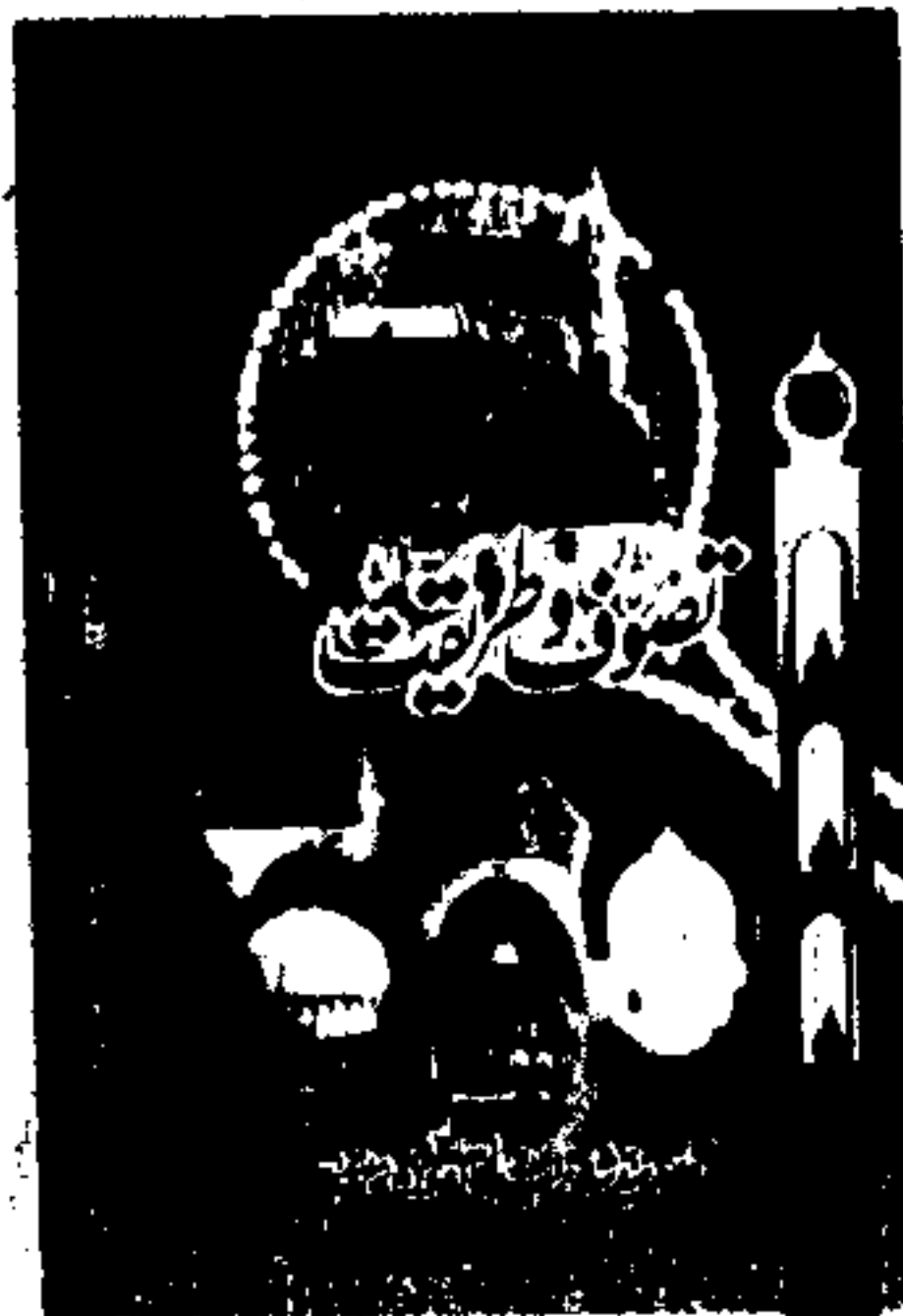
۲۶ جولائی ۲۰۰۰ء

۱۔ حضرت ابوذر غفاریؓ ۲۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ ۳۔ حضرت مولانا حسرت موہانیؒ

۴۔ حضرت سلمان فارسیؓ ۵۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ



مُجاہدِ مِلّت فاؤنڈیشن بُرجِ کلاں ضلعِ قصور کی کوششوں سے
۱۳ اگست ۲۰۰۳ء کو جاری ہونے والا دو روپے کا یادگاری ٹکٹ۔



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>